مطالعہ بریلویت

۸

ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بُک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر اُنکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاءاللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

ایک تاریخی، فکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعۂ بریلویت

جلد ہشتم

مصنف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

تقریظ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

حافظی بکڈپو دیوبند یوپی

Hafzi Book Depot, Deoband (U.P.)
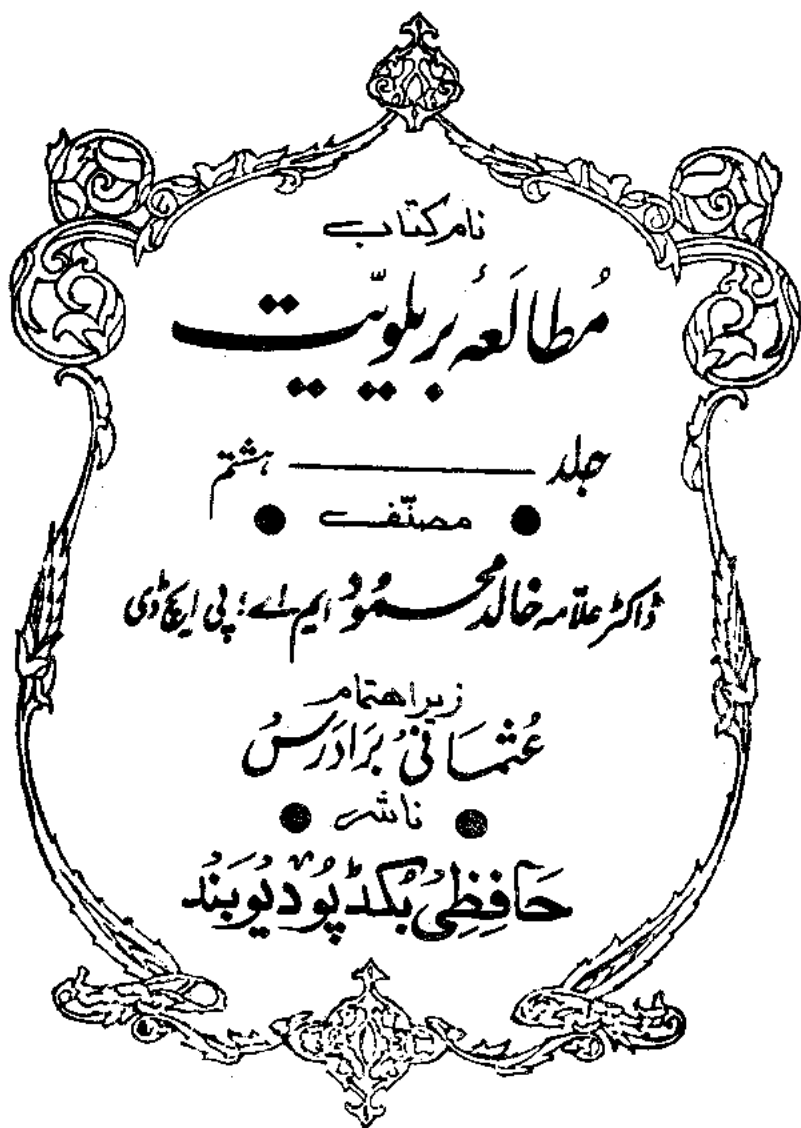
HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND-247554 (U.P.)
Tele-fax (01336) 222311 (24 Hrs.)
Mobile - 9412556171

فہرست مضامین

سی بریلویوں کے نئے ترجمہ قرآن کا تعارف

۵۔ بریلویت پر گزری تاریخی منزلیں

۶۔ شرک وبدعت کے پودے کہاں پھوٹتے ہیں

المہند علی المفند

مقدمہ

بریلویت دم توڑ گئی

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

رب کریم کا کس قلب سلیم سے شکرادا کروں جس نے مطالعہ بریلویت کی سات جلدوں کو برصغیر پاک و ہند میں قبولیت عام سے نوازا اور آج ہم اس سلسلہ کی آٹھویں جلد کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ آٹھ جلدیں دینی شغف رکھنے والے مسلمانوں میں فرقہ بندی سے تنگ آئے ہوئے اکثر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ رد بریلویت کی نہیں صرف مطالعہ بریلویت کی تاریخی دستاویزات ہیں انگریزوں کی آمد سے پہلے برصغیر پاک وہند میں صرف دو فرقے تھے (۱) سُنی اور (۲) شیعہ۔ انگریزوں کے آنے پر تین فرقے اور بڑھے ان نو احداث فرقوں میں بریلوی بھی ہیں۔ اس کے بانی مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک علیحدہ دین و مذہب کو تشکیل دی۔ موصوف نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی جو تاریخ نے محفوظ کر لی ہے آپ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی:

میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۱۰ طبع آگرہ)

اگر یہ مذہب دوسرے مسلمانوں کے مذہب سے کوئی علیحدہ مذہب نہ ہوتا تو آپ اسے ''اور میرا دین مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے'' نہ کہتے اور نہ اس کی صرف اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے سب کو یہی بات کہتے (مطالعہ بریلویت جلد ۲ ص ۳۱)۔

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرقہ چودھویں صدی میں بنا اور یہ دین و مذہب چودھویں صدی کی ہی ایجاد ہے یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں سے پہلے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) اور مولانا عبدالسمیع رام پوری مؤلف انوار ساطعہ اس کی نیو رکھ چکے تھے لیکن اسے ایک پورے دین و مذہب کی صورت مولانا احمد رضا خاں نے ہی دی انہوں نے اپنی زندگی کے پچاس سال اس پر صرف کئے

2
25

یہاں تک کہ برصغیر میں اہل سنت والجماعۃ مستقل طور پر دو حصوں میں بٹ گئے آپ کے پہلی بھیت کے خلیفہ قاری احمد سوانح اعلحضرت میں لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال اسی جد و جہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے، بریلوی اور دیوبندی۔''

یہاں یاد رکھئے کہ ان دو میں پہلا فرقہ کون سا بنا تھا؟ بریلوی۔ہم نے مطالعہ بریلویت میں اس فرقے کی پوری تصویر لی ہے۔تردید کے لئے ہم اپنا حق محفوظ رکھتے ہیں ابھی آپ اس مذہب کا صرف مطالعہ کریں اور مسلمانان ہند کی تاریخ کا ایک سرسری جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اہل سنت کی اس تفریق نے کس طرح قادیانیت اور وسیع العقیدہ آزادفکری کو فروغ دیا ہے۔یہ آزادفکری بریلویت کے بعد ایک ہیبتناک دینی آوارگی میں بدل گئی ہے اور مسلمانوں میں جہاں کہیں بھی کوئی دینی آوارگی پائی گئی اس کے پیچھے مسلمانوں کی اسی فرقہ بندی کی آہ وفغاں سنی جاتی رہی ہے۔

سنی تاریخی لائن کے متوازی دو لائنیں اور بچھادی گئیں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا خاندان ایک سنی تاریخی لائن تھا۔انگریزی دور میں اس کے گرد دو اور لائنیں بچھادی گئیں اور ان کو سنی مکتب فکر میں شامل کر کے اہل سنت کی طاقت کو بہ مقابلہ شیعہ کمزور کردیا گیا۔ اس کے لئے مستشرق خاتون بابرا مٹکاف کی کتاب

Islamic Revival in British India ;Deoland

کے ساتویں باب میں یہ دو نام ملاحظہ فرمائیں:۔

- Alternate tendencies within Sunni Islam

- The Ahl-i-Hadith and the Brelvi

سنی اسلام میں یہ دو متوازی لائنیں قائم کی گئی گئیں اور اس طرح برصغیر میں سنی اسلام کو تقسیم کردیا گیا۔ان کے نکلنے کے بعد جو اہل سنت رہ گئے انہیں دیوبندی کا نام دے دیا گیا اس نئے دور میں بریلوی واقعی ایک نیا دین و مذہب لے کر اٹھے۔ پرانے دین و مذہب کو اب دیوبندی کہا جانے لگا

وگرنہ یہ کوئی نیا فرقہ نہ تھا پرانے اہل سنت و جماعت کی ہی یہ ایک نئی تعبیر تھی۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزوں نے سنی اسلام میں دینی آزادی فکر کی تحریک بریلویت سے بھی پہلے چلائی بلکہ قادیانیت بھی اس دینی آزادفکری کی بنیادوں پر ہی استوار ہوئی مشہور اہل حدیث (باصطلاح جدید) عالم مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:۔

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر میں اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱ نمبر ۴ ۱۸۸۸ء)

یہ اس اہلحدیث بزرگ کا اشارہ ہے مولانا بٹالوی کے اپنے دوست مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کی طرف، تارکین تقلید کی طرف۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانان ہند میں تقلید پہلے سے چلی آرہی تھی اور ترک تقلید کی تحریک اس کے بعد چلی۔ اس کے نتیجہ میں مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو آہستہ آہستہ اسلام سے ہی نکل گئے تھے۔

مولانا شاہجہانپوری لکھتے ہیں:۔

پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اسلام کو جو شکل دی اس سے پہلے وہ اس دینی آزاد فکری میں آچکا تھا ترک تقلید کر چکا تھا۔ انگریزوں نے قادیانیت کا پودا اسی دینی آزادفکری پر کاشت کیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا دوسرا نکاح اہلحدیث کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین صاحب نے ہی پڑھایا تھا۔ یہ غنیمت ہے کہ اہل حدیث کو اس کا احساس جلد ہو گیا گو کچھ دیر بعد ہوا۔ اور اب وہ رد قادیانیت میں باقی امت کے ساتھ آشامل ہوئے۔

بابرا منکاف کے نزدیک پرانا اسلام جو اب ہندوستان میں شیعہ کے بالمقابل چلا آرہا تھا وہی ہے جو

مدرسہ دیو بند نے قائم رکھا اس سے پہلے مدرسہ رحیمیہ دہلی کو بیت علم الحنفیہ کہا جاتا تھا۔ شیخ محمد اکرام بھی لکھتے ہیں کہ اہل حدیث پہلے شاہ ولی اللہ کی لائن سے نکلے اور پھر کہیں مولانا احمد رضا خان نے اپنا کام دکھایا۔ آپ لکھتے ہیں:

اہل حدیث نے فروعات (جیسے رفع یدین عندالرکوع، امین بالجہر اور ھیئت وضع الیدین اور نماز تراویح) میں قوم کی دیرینہ روایات کا جس دم احترام نہیں کیا اور اس معاملے میں قوم کے سب سے بڑے عالم امام الہند شاہ ولی اللہ کے طریق کار کو ترک کر دیا تو اس سے دو قابل ذکر نتیجے نکلے ہیں جو دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پہلا نتیجہ اصلاحی تحریک کے خلاف زبردست ردعمل اور بریلوی پارٹی کا آغاز ہے صوبجات متحدہ کی جس بستی (رائے بریلی) میں مولانا سید احمد بریلوی پردہ عدم سے ظہور میں آئے تھے اس کی ایک ہم نام بستی بانس بریلی میں ۱۲۷۲ھ میں ایک عالم پیدا ہوئے مولوی احمد رضا خاں نام (موج کوثر ص ۷۰)

یہ درست ہے واقعی بریلویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں عالم پیدا ہوئے تھے یہ بات انہوں نے محض اس لئے بنائی کہ انہوں نے علم کسی مدرسہ سے نہ پڑھا تھا تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں تقریر کرتے تھے یہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ وہ پیدا ہی عالم ہوئے تھے۔

اس وقت ہمارا موضوع مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت نہیں بریلویت ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی علمی تصویر ہم مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں دے آئے ہیں۔ یہاں ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں حنفی مکتب فکر سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ اور اسی مکتب فکر میں انہوں نے تفرقہ کی ایک نئی راہ بنائی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے علماء دیو بند کے خلاف اختلافات کی راہ نہیں الزامات کی راہ اختیار کی اپنوں سے اختلاف کرنا بڑی کٹھن گھاٹی ہے اس لئے وہ الزامات لگانے پر مجبور تھے اس کی پوری بحث ہم جلد اول میں کر چکے ہیں۔

فرقوں کے اختلافات

اختلافات عقائد سے پیدا ہوتے ہیں۔ بریلوی دیو بندی اختلافات عقائد سے نہیں جھوٹے الزامات

سے پھوٹے ہیں۔ یہ الزامات صرف پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم ہیں عوام میں ان اختلافات کی نیو چند رسوم پر رکھی گئی ہے عام لوگ بریلویت کو محض چند رسوم سے پہچانتے ہیں یہ رسوم اذان سے لے کر نماز جنازہ تک اور ختم سے لے کر چہلم تک اور مسجدوں میں منائی جانے والی گیارھویں بارھویں اور سالانہ برسیوں تک پھیلی ہیں۔ جھوٹے الزامات سمندر کی جھاگ کی طرح ہیں یہ تادیر نہیں رہتے ان کا پردہ جلد پھٹ جاتا ہے اما الزبد فیذھب جفاءً (الرعد ص ۱۷)۔ بریلویوں کا یہ الزام کہ علماء دیوبند حضور ﷺ کے معاذ اللہ گستاخ اور بے ادب ہیں یہاں نہ چل سکا اس کی کھلی شہادت یہ ہے کہ بریلویوں کو اپنے یہ الزامات دہراتے اسی سال ہو رہے ہیں اور لوگ اب بھی دیوبندی مساجد میں بلا کسی تفریق کے نمازیں پڑھ رہے ہیں اور برصغیر میں علماء دیوبند کے عظیم الشان مدارس بھی موجود ہیں اور ان میں ہزاروں طالب علم دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ عام سنی مسلمان وہاں بلا امتیاز اپنے بچوں کو داخل کراتے ہیں اور ان مدارس کو کوئی غیر ادارے نہیں سمجھتے۔

آپ اندازہ کریں اور خدا کے خوف سے اختلافات کی نبض پر ہاتھ رکھیں اور بتائیں کہ کیا ہندوستان میں کوئی بھی فرقہ خدا کے بارے میں ان عقائد کا حامل ہوگا جو ایک الزام کی صورت میں مولانا احمد رضا خاں نے مولانا محمد اسمٰعیل شہید پر لگائے۔ انہوں نے جھوٹے الزام مولانا اسمٰعیل شہید پر لگائے ہیں اور اعمال قبیحہ کی ایک پوری فہرست بنا کر ان خیالات کو مولانا احمد رضا خان نے ان کے ذمہ لگا دیا ہے۔ اس سے آپ خود بخود جان لیں گے کہ مولانا احمد رضا خاں کے الزامات ضد اور تفرقے کی کی کتنی سرحدوں کو پار کر گئے تھے۔ اور کس طرح وہ ہر آن اس اختلاف کی ایک نئی اڑان پر کمر بستہ رہتے تھے علماء میں وہ ایک عالم نہیں ہمیشہ ایک پہلوان کا روپ دھارے دکھائی دیتے ہیں جو دوسروں کو اختلاف کرنے والا نہیں سمجھتے انہیں ہمیشہ عدو (دشمن) کہہ کر ذکر کرتے ہیں گو کچھ نہ ہوں مگر شیر کی طرح دھاڑتے ہیں مولویوں والی کوئی بات ان میں دکھائی نہیں دیتی ان کا دین و مذہب بس مار دھاڑ کی ایک بازی ہے جو ایک پہلوان نیزہ سونتے لگا رہا ہے۔ ان کے ان شعروں پر کان دھریئے اور اس پہلوان کی اس پہلوانی کی داد دیجئے:۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے | کہ عدو کے سینے میں خار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے | کہ یہ وار وار سے پار ہے

دیکھئے پہلوان کس طرح لٹھ لئے آرہا ہے کیا یہ علماء کی شان ہے؟ اور اولیاء کاملین کی ادا جن کا ایک ایک سانس بندگی اور تواضع کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ عبد کریم کا روپ اختیار کرتے ہیں نہ کہ پہلوان کی طرح بار بار کروٹیں بدلتے ہیں اور دوسروں کو دھاڑتے اور پچھاڑتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی چند کتابوں کے نام اور ان کے معانی پر غور کریں ان میں آپ کو ایک شب خون مارنے والے پہلوان سے پالا پڑے گا آپ یہاں ان کے معنی جانیں تو آپ یہاں ایک عالم دین کو ہرگز نہ دیکھ پائیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ آپ کو ایک پہلوان نظر آرہا ہے جو ایک لٹھ لئے آپ کی طرف بڑھ رہا ہے ان کی کتابوں کے یہ چند نام ملاحظہ ہوں:

۱۔ الکوکبة الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ
۲۔ رماح القہار علیٰ کفر الکفار
۳۔ قرارع القہار علی المجسمة الفجار
۴۔ السہم الشہابی علی خداع الوہابی
۵۔ سل السیوف الهندیہ علیٰ کفریات ابی النجدیہ
۶۔ ازالة العار لحجر نکاح الکرائم بکلاب النار
۷۔ النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی

دیوبند کے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن نے پھر خاں صاحب کے جواب میں انہی کی زبان استعمال کی۔ جزاء سیئة سیئة مثلها ۔ انہوں نے بھی بریلویوں کو پھر ایسے خطابات دیئے اور اپنے دس نمبر پورے کر لئے۔

۱۔ الکوکب الیمانی علی اولاد الزوانی
۲۔ السہیل علی الجعیل

۳۔الطین الآزب علی الاسود الکاذب

۴۔الختم علیٰ لسان الخصم

۵۔الطامۃ الکبری علی من کذب و تولیٰ

۶۔نار الغضا فی جوانح الرضا

۷۔قاصمۃ الظہر

۸۔الکوکب الیمانین علیٰ الجعلان

۹۔قطع الوتین عن یتقول علی الصالحین و الخراطین

۱۰۔ردالتکفیر علی الفحاش الشنطیر

خاں صاحب نے پھر ان ناموں سے بھی بہت لطف لیا ہوگا ان کی زبان کا چٹخارہ بس اسی قسم کے الفاظ ہوتے تھے قیامت کے دن ان کا بار بھی خاں صاحب پر آئے گا۔ لان البادی اظلم
نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی ایک جھلک ہدیہ قارئین کردیں تاکہ وہ حضرات اس کے ذیل میں خانصاحب کا ذوق فحش گوئی بھی ملاحظہ کرلیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی ایک جھلک

مولانا اسمٰعیل شہید کے **عقیدہ قدرت باری** (ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر) کو مولانا احمد رضا خاں اس طرح پیش کرتے ہیں اور چٹخارے لے لے کر بات یوں بڑھاتے چلے جاتے ہیں اورانہیں کچھ خیال نہیں آتا کہ لوگ ان کی اس زبان سے اپنی سوچ میں کہاں تک پہنچیں گے۔افسوس کہ خاں صاحب کو مولانا اسمٰعیل کے ذمہ یہ عقیدہ لگاتے اور اللہ رب العزت کے بارے میں یہ زبان استعمال کرتے خاں صاحب کو کچھ بھی حیا محسوس نہ ہوئی۔آپ اس قدر تو بے حیا نہ تھے۔
ان کے ان الفاظ کو پڑھئے اور ان کی بے حیائی پر سر دھنئے:۔

اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔کھانا پینا پیشاب، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی

طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت، اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ بھرنے کا پیٹ اور مردی وزنی کی علامتیں، آلہ تناسل اور شرمگاہ بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں جوفدار کھنگل ہے سبوح مقدس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اص ۷۴۵)

صرف ایک جگہ ہی یہ فحش گوئی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا قلم جگہ جگہ یہی لاوا اگلتا ہے، اور ملاحظہ کیجئے:
عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارا امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کرا سکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا۔ کاہے کو خدائی کا دم مارتا ہے۔ اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کا ہے میں کرا سکے گا...... تعجب تھا کہ خدا کے لئے آلہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی۔ اندام نہانی ہو۔ تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے مل سکے گا۔ کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے اختیار ہوگی۔ یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا خدا ماننا ہوگا جو اس کی دوسری ہوس بھر سکے (سبحان السبوح ص ۱۴۲)

پھر آگے دیکھئے۔ آپ لکھتے چلے جاتے ہیں اور بریلویوں سے داد لیتے چلے جاتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل کو خوب پچھاڑا، مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر بھی ملاحظہ ہو:۔
ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان (دیوبندیوں) کا معبود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا گزرا...... رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی۔ خود بھی ناچے گا اور ڈگڈگی بجا کر بندر نچا کر اسے اپنے پاس گھمائے گا بھی۔ نٹ کی طرح بانس پر چڑھ کر کلا کھیلے گا۔ (ایضاً ص ۱۴۴)

استغفر اللہ مولانا احمد رضا خاں کو یہ بے حیائی اگلنے پر کچھ بھی حیا نہ آئی۔ از کوزہ ہماں تراود کہ در وست خدا کے بارے میں اب تک یہ زبان کسی خبیث سے خبیث کنجر نے بھی استعمال نہ کی ہوگی اور پھر

دیکھئے کہ یہ عقیدہ کن کے ذمہ لگایا جارہا ہے۔ جو اللہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ افسوس کہ خاں صاحب ہمہ گیر قدرت کا مفہوم بھی نہ سمجھ پائے۔ وہ تو اب اس دنیا میں نہیں ہم ان کے پیروؤں کو یہ اصولی بات بتائے دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت

یاد رکھئے۔ قبائح دو طرح کے ہیں ایک وہ جو عقلاً برے ہیں جیسے جھوٹ (بمعنی خلاف صدق) سفہ (بمعنی خلاف حکمت) ظلم (بمعنی خلاف عدل) اور بخل (بمعنی خلاف کرم) اور ایک وہ جو بے حیائی کو شامل اور مستلزم تغیر ذات وصفات ہوں۔ پہلے چار تحت قدرت ہیں۔ گو ممتنع الصدور ہیں ان کا وقوع میں آنا ہرگز اللہ رب العزت کے شایان شان نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ کبھی صدور میں آئیں۔ یہ مقدور ممتنع الصدور ہیں جو ان کے وقوع کو ممکن مانے وہ کافر ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور مخالف قرآن وحدیث اور اجماع امت کا ...... وہ ہرگز مومن نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۸)

یہ بات ہرگز صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے قبائح پر قادر ہے۔ علمائے دیوبند ہر قسم کے کذب کو (جیسے کذب فی العلم) بھی تحت قدرت نہیں مانتے۔

ذات الٰہی اور اس کی صفات حقیقی احاطہ قدرت سے باہر ہیں۔ بندوں کے وہی افعال تحت قدرت باری ہیں جن سے اس کی ذات اور صفات میں کوئی تغیر لازم نہ آتا ہو۔ جو مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں وہ تحت قدرت نہیں جو ان کے ماسوائے ہیں۔ وہ مقدور ممتنع الصدور ہیں امتناع بالغیر امکان ذاتی کے خلاف نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں جانتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل شہید کے عقیدہ میں بے حیائی کے یہ قبائح ہرگز تحت القدرت نہیں یہ مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں اور کسی کے ہاں بھی انہیں تحت قدرت باری شمار نہیں کیا گیا۔ مگر پہلوان کی ضد دیکھئے کس طرح چٹخارے لے لے کر اس نے حضرت مولانا اسمٰعیل شہید پر یہ بہتان باندھا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بے حیائی کے ان کاموں پر قادر مانتے ہیں۔ استغفر اللہ العظیم

مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا عبدالغنیؒ صدر مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہانپور کی کتاب ''الجنة لاهل السنة ''ضرور پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب اہل سنت کی اہل بدعت کے مقابلہ میں ایک ڈھال ہے اس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی لکھتے ہیں:۔

متکلمین نے جملہ صفات سلبیہ کو جن سے تنزیہہ باری تعالیٰ ضروری ہے باوجود غیر متناہی ہونے کے تین اقسام (۱) راجع الی الذات (۲) راجع الی الصفات (۳) راجع الی الافعال پر منقسم کیا ہے۔

(الجنۃ لاھل السنۃ ص ۹۷)

پھر لکھتے ہیں۔

ان سلوب کو جن کے تحقق سے ذات وصفات خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل مقدوریت نہیں سمجھا اور افعال الٰہی چونکہ مقدور ہیں لہٰذا ان سلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں تحت قدرت اور اختیاراً ممتنع الصدور قرار دیا۔ اور ایسے افعال عباد کو جو مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں غیر مقدور اور ماقی سب کو مقدور اور جو ان میں قبیح تھے وہ مقدور ممتنع الصدور۔

بس خان صاحب نے بے سوچے سمجھے بے جا اور غلط الزام کے بہانے اللہ جل شانہ کی وسیع قدرت کا مزے لے لے کر مذاق اڑایا ہے یہ لکھتے انہیں کچھ حیا نہ آئی کہ وہ زانی ہے مزنی ہے، اچکا، ڈاکو، شرابی، کھگل ہے عیبی ہے، سوتا ہے، اونگھتا ہے، بہکتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اس طرح یہ محال بالذات ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو۔ بیٹا جننا ایک عمل ہے جو راجع الی الذات و الصفات ہے سو یہ بات ہرگز تحت قدرت باری نہیں کہ اسکا حقیقی اور لغوی معنی میں کوئی بیٹا ہو۔

سو اس بات کے جانتے ہوئے کہ وہ قبائح جو راجع الی الذات والصفات ہوں کسی کے ہاں تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں مولانا اسمٰعیل پر خاں صاحب کا ان ننگے الفاظ میں برسنا اور ان پر اس غلط عقیدے کی تہمت لگانا یہ ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے ایک الزام ہی الزام ہے۔ کوئی صاحب ہوش انسان اسے اختلاف نہیں کہہ سکے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کی فحش گفتگو نجی زندگی میں

مولانا کی یہ فحش کلامی جو ابھی آپ نے خدا تعالیٰ کے بارے میں مطالعہ کی صرف مذہبی امور میں نہ تھی نہ وہ صرف علماء دیوبند کے خلاف یہ زبان استعمال کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نجی حلقوں میں یہی زبان بولی جاتی تھی۔ یہ ذوق اس نورانی گھرانے کو کہاں سے ملا اس کے بارے میں یقینی پیرائے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ تاریخ میں صرف اتنی بات ملتی ہے کہ ان کے گھروں کے قریب فاحشہ عورتیں بھی رہتی تھیں اور وہ کبھی اپنے ہاں ختم شریف میں ان مولویوں کو بھی بلا لیتی تھیں۔

فحش کلامی مولانا احمد رضا خاں کی نجی گفتگو ہیں

مولانا احمد رضا خاں کے مذہب کے ایک داعی بہار (ہندوستان) کے مولانا ارشد قادری گزرے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں پہلے تو اپنے مخالفین کو اچھے الفاظ میں اپنی بات سمجھاتے تھے لیکن جب وہ نہ مانتے تو مولانا احمد رضا خاں مجبوراً اپنی گھریلو فحش کلامی پر آجاتے۔ آپ کے مخالفین واقعی ایسا کرتے تھے یا نہیں ہم اس وقت اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن مولانا ارشد القادری کے اس بیان سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے گھر میں فحش کلامی کے بہت مزے لیتے تھے ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کو...... مجبوراً اسی زبان میں ان سے (علمائے دیو بند سے) بات کرنی پڑی جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے۔ (زیر وزبر ص ۲۸۸ طبع لاہور)

اختلاف کرنے والے علماء سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو بات شریفانہ زبان میں کی جاتی ہے لیکن یہ پیرایہ گفتگو تو کسی عالم کو نہیں بجتا چہ جائیکہ صدی کا مجدد اس زبان میں بولے جو بازاری لوگوں کی زباں ہو ذرا اس کے ان لفظوں پر غور فرمائیں۔

> عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو (اے دیو بندیو!) تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کراسکے ورنہ دیو بند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو (یعنی خدا) تو ہمارے برابر

بھی نہ ہو سکا پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے۔ اب آپ کے خدا میں فرج
بھی ضروری ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا؟

مولانا احمد رضا خاں پھر آگے لکھتا ہے اور مزے لے لے کر بات بڑھاتا ہے۔

خدا کے لئے آلہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی۔ اندام نہانی ہو تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے ملے کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے انتہا ہوگی۔ یوں تو ایک خدائن بھی ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا ڈیل خدا ماننا ہوگا جو اس کی ہوس پوری کر سکے۔ (سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ص ۴۲)

مولانا احمد رضا خاں اگر یہی نجی زبان اپنے گھر میں استعمال کرتے تھے جیسا کہ مولانا ارشد القادری کہتے ہیں تو کیا ایسے گندے ماحول میں باہر کے صاحب زادے بلا دھڑک ان کے زنان خانے میں نہ آجاتے ہوں گے ہم اس پر مطالعہ کی جلد میں کچھ حوالے پیش کر چکے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو انہیں منع کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوتی تھی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے دو دو ہاتھ

شریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر صنیق کو فراخی حوصلہ کی لے سکھائی ہے۔ (خالص الاعتقاد)

چند الفاظ وضاحت طلب ہیں:۔

۱۔ شریفہ سے مولانا اشرف علی کی طرف اور رشیدہ سے مولانا رشید احمد کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ رمیدہ سے مراد بھاگی ہوئی عورت، رمیدن فارسی میں بھاگنے کو کہتے ہیں۔

۳۔ اقبال وسیع سے مراد کھلی دعوت ہے جو چاہے آئے ہم تیار بیٹھے ہیں۔

۴۔ ادبار دبر کی جمع ہے یہ پچھلے حصے کا نام ہے اور پر صنیق سے مراد راہ تنگ گزار ہے۔

۵۔ فراخی حوصلہ سے مراد ان کا پوری طرح کھل جانا ہے۔ کہ اب کاروائی ہو چکی۔

اب پھر مولانا ارشد قادری کی مذکورہ بالا اس عبارت کو پڑھیں اور اندازہ کریں کہ اس خشن کلامی کا اپنے گھر

نجی گفتگو میں استعمال کرنے والا کس درجے کا مجدد ہوگا کیا ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا آیا ہو۔

سنت اور بدعت پر فحش آرائی

سنت و بدعت شرعی اطلاقات ہیں اور ان کے اپنے اپنے احکام ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں نے ان پر بھی اپنی گھریلو زندگی کی زبان لا ڈالی دارالعلوم ندوۃ العلماء بنا اس پر آپ کی گوہر فشانی حدائق بخشش کے تیسرے حصے میں ملاحظہ ہو۔

اسپ سنت مادہ خراز بدعت آوردہ بہم
استر ندوہ بدست آرند و فخر ے کنند

(ترجمہ) سنت کا گھوڑا بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا اس پر یہ لوگ بڑا فخر کر رہے ہیں۔
دیکھیے مولانا احمد رضا سنت کا لفظ کس بے حیائی سے گھوڑے پر لائے ہیں گھوڑے کی یہ پذیرائی تو شیعہ کے ہاں تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے اسے اپنے لئے کیوں کر لیا؟ کیا یہ شریعت سے اور اس کے الفاظ سے کھلا استہزاء نہیں؟ کیا شریعت سے اور سنت سے استہزا کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے؟ کہاں ہیں مفتیان شرع متین جو اس پر فتوے دینے کی ہمت رکھتے ہوں۔

گرنے کے خطرے سے تحفظ

نر مادہ کے کان ۔۔۔ میں پکڑے کہ گرنے کے خطرے سے بچے اسے اپنے اختلاف پر منطبق کرنا یہ کام مولانا احمد رضا خاں ہی کر سکتے تھے اور انہوں نے کر دکھایا اور بڑی جرأت سے کہا

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے	اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹکٹکائے جائیں گے	وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں	پھر اچھل کر پالان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو	پیٹھ پر جا کے کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش ج۳ ص۹۲)

مولانا احمد رضا خاں علماء کے اختلاف میں اگر اپنے گھر کی نجی زبان اختیار نہ کرتے تو شاید دیوبندی

بریلوی اختلافات وہ صورت اختیار نہ کرتے جس پر پیر کرم شاہ صاحب بھیروی آخر دم تک پریشان اور افسوس کناں رہے۔ دیکھئے تفسیر ضیاء القرآن۔

اعلیٰ حضرت کے بعد ان کی اس فحش کلامی کو ان کے نائب مولوی حشمت علی پیلی بھیتی نے قائم رکھا آپ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اگر سعید وحمید وغیرھما کہیں کہ جیسا علم جناب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا علم تو ہر کتے کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب نانوتوی کو تھا ایسا علم تو ہر الو کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب تھانوی کو ہے ایسا علم تو ہر گدھے کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب امام الوھابیہ جناب دہلوی کو تھا۔ ایسا علم تو ہر سور کو ہوتا ہے۔ جناب گنگوہی صاحب کی جیسی صورت تھی ایسی صورت کتے کی بھی ہے جناب نانوتوی صاحب کی شکل جیسی تھی ایسی الوکی بھی ہے جناب تھانوی کا چہرہ جیسا ہے ایسا گدھے کا بھی ہے۔ جناب امام الوھابیہ دہلوی صاحب کا منہ جیسا تھا ایسا سور کا بھی ہے (قہر واحد دیان ص ۲۲ مطبع اہل سنت پریس پیلی بھیت سن اشاعت ۱۳۴۶)

مظہر اعلیٰ حضرت عبید الرضا مولانا حشمت علی خاں مصنف قہر واحد دیان کے جانشین ابوالطاہر محمد طیب ہوئے آپ نے تجانب اہل السنۃ لکھ کر پوری بریلویت ایک کتاب میں سمو دی آپ نے ڈاکٹر محمد اقبال، قائداعظم محمد علی جناح، مولانا ظفر علی خاں کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آپ کی اس کتاب کی مولانا حشمت علی خاں نے بھی تصدیق کی۔ آپ اب ان کا یہ فحش کلام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ منافق جب اختلاف دین میں آتا ہے تو گالیوں پر آجاتا ہے۔

مولانا حشمت علی خاں کے جانشین کی شرمناک فحش کلامی

ابوالطاہر محمد طیب فاضل حزب الاحناف ہند لاہور سرسید پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مدعیان تہذیب جدید کے اس مصلح اعظم کہلانے والے پیر نیچر (سید احمد خان) سے یہ شستہ شائستہ انتہائی مہذبانہ شریفانہ انداز گفتگو سیکھ کر اگر کوئی شخص یوں لیکچر دیتا پھرے کہ یہ سمجھنا کہ پیر نیچر کے والد بزرگوار نے ان کی مادر مہربان کے ساتھ معاملات مجامعت کئے ہوں گے کبھی ان کے گلے میں

ہاتھ ڈال کر پڑ گئے ہوں گے۔ کبھی ان کی ران پر سر دھرا ہوگا کبھی ان کو چھاتی سے لپٹایا ہوگا۔ کبھی ان کے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہوگا کبھی اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے ساتھ کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ ایسا بے ہودہ پن کیا ہوگا جس پر تعجب ہوتا ہے اگر پیر کے والد بزرگوار اور ان کی مادر مہربان کے درمیان یہی معاملات ہوتے ہوں گے تو بے مبالغہ بازاری عورتوں اور ان کے آشناؤں کے حالات ان سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ (تجانب اہل سنۃ ص ۵۵)

اگر یہ فحش کشی کافی نہیں تو اور سنئے:۔

تمہارے مذہب میں تمہاری جورو اور ماں دونوں ایک۔ تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک۔ گوبر اور حلوہ دونوں ایک۔ فیرنی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ بھرنے کی جگہ دونوں ایک۔ بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنا اور کسی مرد سے منہ کالا کرنا دونوں ایک (ایضاً ص ۴۲۸)

بریلویوں کا ایک اور فحش چیلنج بھی سنتے جایئے

کسی میدان، کسی تاریخ، کسی وقت کا اشتہار دے کر مجمع عام میں اپنی اس ابلیسی چمر توحید کے تماشے دکھاؤ حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ اپنی ماں، بہن، بیٹی، جورو کے ہاتھوں پر جلی قلم سے الوقف فی سبیل الشیطان کا سائن بورڈ لکھوا کر برسرِ میدان پھراؤ (ایضاً ص ۴۲۸)

دوسروں کی بیویوں پر ملاجی کا فحش نظریہ

ایک اور بریلوی فتوے پر بھی نظر ہو:۔

"دیوبندیوں کی بیویاں بلا طلاق نکاح میں لے لیا کرو"

طلاق تو نکاح کی ہوتی ہے۔ دیوبندی اگر بوقت نکاح بھی دیوبندی تھا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر اس وقت سنی تھا بعد کو دیوبندی ہوا تو اب مرتد ہو گیا اور مرتد ہوتے ہی نکاح فسخ ہو گیا۔ بہر حال کسی صورت میں طلاق کی حاجت نہیں (المعضوب السنیہ ص ۲۹)

پیر بخش کے بیٹے ہدایت احمد اور فریدہ بخش کی بیٹی کریم النساء دونوں دیوبندی دھرم پر حرامی ہوئے یا نہیں؟ ان دونوں کے باہمی نکاح سے جناب گنگوہی پیدا ہوئے تو گنگوہی جی کیسے لوگوں کی کیسی اولاد

ہوئے..... آئندہ ایک ایک دیوبندی کا حرامی مجہول النسب ہونا دیوبندی دھرم سے ثابت کردیا جائے گا۔(ایضاً ص ۳۱)

بریلوی اخلاق کا یہ ایک نمونہ آپ کے سامنے ہے۔اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''پڑھتا جا شرماتا جا'' شائع ہو چکی ہے سو یہاں ان کے ان فتووں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو یہاں اس کے جواب میں ہم صرف ''عطائے تو بہ لقائے تو'' کہہ کر فارغ ہوتے ہیں اس جلد میں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے علمائے دیوبند کے خلاف جو داستانیں دیار عرب میں وضع کیں اور ان سے ان غلط پیش کردہ نظریات پر فتوے لینے کی کوشش کی وہاں انہیں کس طرح لینے کے دینے پڑ گئے ہم چاہتے ہیں کہ وہ سب واقعات آپ کے سامنے آجائیں۔

مولانا احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گذری

مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی اردو عبارات میں جو خیانتیں کیں ان کا بھرم وہیں ان کے ہوتے ہوئے کھل گیا۔ ہندوستان میں اپنے آپ کو پہلوان کے روپ میں پیش کرنا ان کی عادت تھی لیکن وہاں انہیں سہارا دینے دینے والا کوئی نہ تھا۔

وہاں یہ پہلوان کس طرح اپنے سفر حجاز میں چاروں شانے چت گرا۔اسے اس کے دو عینی گواہوں مولانا خلیل احمد اور مولانا حسین احمد سے پوچھئے۔نہیں تو ان گواہوں کی تحریری شہادتیں پڑھیں جو ان حضرات نے خاں صاحب کے حجاز گھومنے پر لکھی تھیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان کے علمی دائرہ میں علماء دیوبند کی جن عبارات میں تحریف کا زہر گھولا تھا اب وہ انہیں دو آتشہ کرنے کے لئے حجاز لے گئے۔ان کا خیال تھا کہ اب وہ ان دور افتادہ علماء پر علماء حرمین کے نام سے گستاخان رسول کا لیبل لگا دیں گے لیکن ان کی بدقسمتی تھی کہ ان کی یہ چال وہیں کی وہیں دھری رہ گئی اور قریب تھا کہ ان کی مکہ میں گرفتاری عمل میں آجائے وہ وہیں روپوش ہو گئے اور جو جعلی دستاویز انہوں نے وہاں بنائی تھی اسے کشکول گدائی میں ڈالے وہ ہندوستان واپس

آگئے یہاں وہ دو سال تک اس طرح دبے اور چپ سادھے رہے کہ گویا ان کا علماء دیوبند سے کبھی کوئی اختلاف نہ ہوا تھا۔ یہ ان کے پیدا کردہ اپنے اختلافات میں پہلی دراڑ تھی اور اب بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خاں صاحب کی ضد خود ان کی اپنی زندگی میں ہی دم توڑ گئی تھی اور غالباً وہ خود بھی المہند کے قائل ہو گئے ہوں گے۔

خان صاحب کے اپنے حلقے کے ساتھی بھی ان سے بغاوت کر گئے

مدینہ منورہ کے مفتی شافعیہ مولانا سید احمد آفندی برزنجیؒ مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کیا تھے؟ اسے خاں صاحب کی کتاب حسام الحرمین کے صفحہ ۲۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں:۔

جامع علوم نقلیه و اصل فنون عقلیه جامع شرافت حسب و نسب آباء و اجداد وارث علم و شرف محقق صاحب ذہن نقاد و مدقق تیز ذہن۔

اب ان پر جب مولانا احمد رضا خاں کی حقیقت کھلی تو دیکھئے انہوں نے ایک ہی عبارت میں خاں صاحب کو کنج خمولی میں بٹھا دیا کہ اب ان کے اس انجام پر کوئی رونے والا بھی نہ رہا۔

شیخ سید احمد آفندی برزنجی غایۃ المامول میں اب احمد رضا خاں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

ثم بعد ذلك ورد الى المدينه المنورة رجل من علماء الهند يدعى باحمد رضا خان (غاية المامول ص ۲۹)

(ترجمہ) پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں ہندوستان کے علماء میں سے ایک شخص آیا جسے احمد رضا خاں کہتے تھے۔

سیدی احمد رضا خاں ہیں جو علامہ نحریر تھے اب رجل یدعی باحمد رضا خاں ہو گئے اور اب انہیں اس مجہول ادا میں ذکر کیا جانے لگا

ہندوستان واپس آئے تو یہاں بھی ان کا حلقہ اثر ٹوٹنے لگا خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری نے خاں صاحب کے خلاف تجلیات انوار المعین اور القول الاظہر جیسی کتابیں لکھیں آپ انہیں مطالعہ کی جلد ہفتم میں تفصیلاً دیکھ آئے ہیں۔ انہوں نے علماء دیوبند کی تکفیر کرنے میں احمد رضا

خاں سے کھلا اختلاف کیا اور یہ سب باتیں تحریر میں آچکی ہوئی تھیں۔ پھر مولانا خلیل احمد برکاتی نے انکشاف حق لکھ کر مولانا احمد رضا خاں کے اختلافات کی دیوار یکسر گرادی۔ اب خان صاحب کے پیدا کردہ فرضی اختلافات میں وہ جان نہ رہی کہ عوام انہیں دو حقیقی اختلاف رکھنے والے فرقے سمجھیں لوگ جتنے بھی ان کے قریب ہوتے گئے انہیں ان دو حلقوں میں الزامات کے کانٹوں کے سوا اور کچھ نہ نظر آیا۔ یہ صرف چند رسوم ہیں جن کے سہارے اب تک ان میں اختلافات کی دیوار کھڑی ہے۔ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری کے بڑے بیٹے مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے ۱۹۵۳ میں ایک ہائی کورٹ انکوائری میں برملا کہا۔

مجھے کہا گیا ہے کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلی اور دیوبند دونوں جگہ ہر خیال اور عقیدہ اور پر ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں اس لئے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں بریلی اور دیوبند دونوں مقام ہندوستان میں رہ گئے ہیں اس لئے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال ہی بے معنی ہے اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی دینی درسگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات و افکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی جائے تو میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بریلوی علماء حضرات رسول اکرم ﷺ کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض عبارتوں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا گمراہ ہے۔ دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت اور مورد تنقید خیال نہیں کرتے لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصد متفق ہیں۔ (روزنامہ نوائے پاکستان ۱۲۰پریل ۱۹۵۵)۔

یہ تفصیلات بتا رہی ہیں کہ کس طرح بریلویت کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی گئیں اور اب تک قوم نے

انہیں متقابل عقائد رکھنے والی دو مستقل جماعتیں تسلیم نہیں کیا نہ انہیں کہیں دو حقیقی فرقے سمجھا گیا ہے
رہیں کچھ کشیدہ عبارات تو انہیں اختلافات نہیں ہمیشہ الزامات سمجھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عقائد
الزامات سے ثابت نہیں ہوتے تعبیر کے اختلاف سے کبھی دو فرقے نہیں بنتے۔

امرتسر میں بریلویت کا گرتا ہوا گراف

مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے برصغیر کی تقسیم سے پہلے امرتسر میں بریلوی عقائد ونظریات کا گرتا
ہوا گراف ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

اب امرتسر میں چند لوگ اس عقیدے کے ہیں جن کا اظہار ان لفظوں میں کیا جاتا ہے

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفٰے ہو کر

(شمع توحید ص ۴۶)

علماء میں بے شک یہ دو گروہ ہیں مگر عوام ان میں سے کوئی گروہ نہیں ہیں امام بریلوی آجائے لوگ
بریلوی ہو جاتے ہیں اور دیوبندی آجائے تو لوگ دیوبندی سمجھے جاتے ہیں اور مسجدیں بھی کئی مشترک
ہیں جن میں امام بدلنے سے لیبل مختلف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ عوام
نے ابھی تک دیوبندی بریلوی اختلافات میں کوئی حقیقی خلیج محسوس نہیں کی۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی اختلافات تھے نتیجہ یہ تھا کہ ابھی ان اختلافات پر چند
سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ دونوں میں نکاح و جنازہ کے سلسلے یکسر رک گئے۔ غلام احمد قادیانی
نے خود اپنے بیٹے فضل احمد کا جنازہ نہ پڑھا محمدی بیگم کے والد نے اپنی بیٹی غلام احمد کے نکاح میں نہ
دی گو اس نے یہاں تک بہانے بنائے کہ اس کا نکاح اس سے آسمان پر پڑھا جا چکا ہے مگر کفر و اسلام
کے قطعی فاصلے کبھی معاشرتی فیصلوں سے کم نہیں کئے جاسکتے۔

اس کے برعکس آپ دیوبندی اور بریلوی عوام کی روز بروز کی نئی رشتہ داریاں دیکھیں آپ اس نتیجہ پر
پہنچیں گے کہ ہمارے عوام نے اب تک اسے کوئی حقیقی اختلاف تسلیم نہیں کیا اور ماسوائے چند علماء کے

ان اختلافات کا حدود اربعہ اور کہیں نہیں دیکھا گیا۔ حج کے ویزا فارم میں ان دو کے مابین اختلاف کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ نہ اس کا اب تک کسی جانب سے کوئی مطالبہ کیا گیا ہے۔ قادیانیوں سے مسلمانوں کا حقیقی اختلاف تھا ان سے امتیاز کے لئے پاسپورٹ کے اوراق میں مذہب کا خانہ موجود ہے۔ بلکہ اب تو یہاں تک علمی بیان دینا پڑتا ہے کہ اس صورت حال میں یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ان اختلافات کی آندھی شروع سے ہی زور سے نہیں چلی اور آج جب کہ مولانا احمد رضا خاں کو قبر میں پہنچے اسی سال ہو رہے ہیں ہم شرح صدر سے کہہ سکتے ہیں کہ بریلویت دم توڑ گئی ہے۔ اختلافات کی آندھی انہی کی طرف سے اٹھی اور اب انہی کی طرف لوٹ گئی ہے، من عندهم تخرج الفتنه والیهم تعود۔ اور افسوس یہ کہ بریلوی علماء کو اس کا احساس تک نہیں ہے وہ محض لطف طبع کے پیرائے میں مطالعہ بریلویت پڑھتے ہیں اور یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے ہیں کہ یہ ہرگز کوئی حقیقی اختلافات نہیں ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس اختلاف کو سب سے بڑا اختلاف کہنے والے غازی

مولانا ابوالحسنات کی تائید کرتے ہوئے ہم بھی کہے دیتے ہیں کہ دونوں میں اصول دین کا واقعی کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن بریلویوں میں ایسے غازیوں کی بھی کمی نہیں جو ہر دم لٹھ لئے اس اختلاف کو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا اختلاف کہتے ہیں۔ اہلحدیث (باصطلاح جدید) کا اہل سنت سے اختلاف تقلید اور مذاہب اربعہ پر ہے سنی اور شیعہ کا اختلاف صحابہؓ اور راشدین پر ہے لیکن بریلوی مولوی کہتے ہیں دیوبندی بریلوی اختلاف ذات رسالت پر ہے اور ظاہر ہے کہ حضورؐ ائمہ اربعہ اور راشدین اربعہ سے بہت آگے کا محور علم ہیں۔ جب انہی پر اختلاف ہو گیا تو اور کون سا اتحاد ہے جسے باقی رکھا جا سکتا ہے ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بریلویوں میں ایسے غالی اب بھی موجود ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کا ان کے اپنے حلقوں میں بھی اہل علم میں کوئی شمار نہیں ہے۔

ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ دیوبندی بریلوی نزاع اختلافات پر نہیں زیادہ تر الزامات پر مبنی ہے اور اس کی کچھ تفصیل ہم مطالعہ کی جلد اول میں کر آئے ہیں جہاں ہم ایک ایک الزام کی ہم کچھ وضاحت بھی کر چکے ہیں تاہم غالی بریلوی دیوبندیوں کو گستاخ رسولؐ کہنے سے پھر بھی نہیں رکتے۔ یہ اس بات پر بضد ہیں کہ دیوبندی شان رسالت کو نہیں مانتے رسالت کی توہین کرتے ہیں اور یہ اندر سے رسول کو نہیں مانتے۔ (معاذ اللہ)

بریلویوں کا دوسروں کو گستاخ رسول قرار دینے کا ہتھیار خود ان کے اپنوں پر بھی چل گیا

بریلویوں کا دوسروں کو گستاخ رسول قرار دینے کا ہتھیار خود ان کے ہاتھوں ان کے اپنوں پر بھی بڑی بےدردی سے چلا ہے اور ان کے عمائد بےشک ان کے زخموں سے اب تک کراہ رہے ہیں۔ اگر عوام یہ جان لیں کہ بریلویوں کا گستاخ رسول کا ہتھیار کوئی ایسا نہیں جو صرف دیوبندیوں پر ہی چلا ہو تو وہ کسی بریلوی مولوی کو بھی اپنے پاس پھٹکنے نہ دیں۔ ان کا یہ وہ تاریخی ہتھیار ہے جو یہ خود اپنے بھی ایک طبقے پر چلا چکے ہیں۔ یہ غالی بریلوی اپنے ان غالی بریلویوں کو بھی گستاخ رسول کہتے ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کو کہیں کہیں درست تسلیم نہیں کرتے۔ بریلویوں کے ان قائدین میں ان کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی' مولانا ابوالخیر محمد زبیر' مولانا محمد اشرف سیالوی اور مولانا شاہ احمد نورانی بھی ہیں۔ زیادہ بریلوی علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے سورہ الفتح پ ۲۶ کے ترجمہ کو غلط قرار دیا ہے اور اس پر رسالہ مغفرت ذنب میں ان کے تصدیقی دستخط موجود ہیں جس میں مولانا احمد رضا خاں کی کنز الایمان کی ایک غلطی بڑے مدلل پیرائے میں تسلیم کی گئی ہے۔ اس رسالہ مغفرت ذنب میں ان غالی بریلویوں کا اپنے ان عمائد پر گستاخ رسول ہونے کا الزام ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی، گستاخی، جہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبی کا گستاخ ہے اور کافر ہے۔ توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے جہنم اس کا مقدر ہے آخرت اس کی برباد ہوگئی۔ عبداللہ بن ابی کے ساتھ اس کا

حشر ہوگا۔ پھر بریلویوں کے رسالہ مغفرت ذنب ص ۳ تالیف مولانا ابوالخیر محمد زبیر شائع کردہ رکن الاسلام پبلی کیشنز حیدرآباد ۱۹۹۷ء پر گستاخ رسولؐ ہونے کا فتویٰ لگایا یہ لکھتے ہیں:۔

یہ فرقہ عوام کو یہ کہہ کر بے وقوف بنالیتا ہے کہ اس آیت کا ترجمہ یا تشریح کرتے وقت اگر ذنب یا اس کے معنی گناہ یا خطا سے کرتے ہوئے اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف برقرار رکھی گئی (جیسا کہ قرآن نے رکھی ہے) تو اس سے عصمت انبیاء کا مسلمہ عقیدہ مجروح ہو جائے گا۔ (مغفرت ذنب ص ۵)

یہاں یہ فرقہ کن کو کہا گیا ہے؟ بریلویوں کو ہی جو عوام کو بے وقوف بنا کر جو چاہیں ہانک دیتے ہیں۔

پھر آپ نے ان غالی بریلویوں کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:۔

اس فرقے کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلحضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے (معاذ اللہ)۔ (ایضاً ص ۲)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں پر گستاخ رسولؐ ہونے کا الزام ان کے ہاں کوئی نئی بات نہیں اس کی طرح مولانا احمد رضا خاں نے ڈالی اور اس کا پہلا نشانہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولانا اشرف علی تھانوی کو بنایا اور ان کے غالی اصاغراب تک اسی لکیر کو پیٹتے چلے آرہے ہیں جن کے منہ کو یہ خون لگ چکا۔ اب ان کا نشانہ ان کے اپنے بھی بن کے رہے۔ ولیست بـــاول قارورة کسرت فی الاسلام۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر گستاخی رسول کا الزام محض ایک الزام بھی ہوسکتا ہے، ورنہ دنیا میں کوئی ایسا بدبخت نہیں ہوسکتا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مولانا احمد رضا خاں کا درجہ (معاذ اللہ) حضور خاتم النبیین سے بڑھ کر ہے اسی طرح کوئی بدبخت یہ عقیدہ کبھی نہیں رکھ سکتا کہ معاذ اللہ شیطان لعین کا علم حضورؐ سے بڑھ کر ہو یا آپ کا علم بہائم ومجانین کے علم کے برابر ہو عقل سلیم ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ کوئی ملعون ایسے گستاخانہ عقیدے کے باوجود زندہ رہ سکے۔ یہ سب غلط الزامات کا مکروہ ثمرہ ہے جس کے یہ لوگ عادی ہو چکے ہیں ورنہ دیوبندی بریلوی اختلافات ہرگز شان رسالت کی سرحدوں کو نہیں چھوتے البتہ مفت کی تہمت کا کوئی علاج نہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز اس جلد میں بریلویوں کے اس اپنے اختلاف کا بھی کچھ

جائزہ لیں گے جو انہوں نے قرآن کے لفظ ذنب کے حضورؐ کے بارے میں تسلیم کرنے پر لگایا ہے۔
ہم ان بریلویوں کے بھی ساتھ نہیں جنہوں نے مولانا ابوالخیر محمد زبیر پر محض اس جرم میں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کی غلطی کیوں پکڑی۔ گستاخ رسول ہونے کا الزام لگایا اوران کا عبداللہ بن ابی کے ساتھ حشر بتایا...... اور مولانا ابوالخیر محمد زبیر کے بھی ساتھ نہیں جو کہتے ہیں کہ بعض بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا درجہ (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ ہے استغفر اللہ من ذلک البہتان العظیم۔
ہم سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں کوئی ایسا بریلوی نہ ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو۔ ہاں الزام کی لنک ایک ایسی لنک ہے جس سے ہر شخص دوسرے کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے۔

ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں

ہم پھر اپنے اصل موضوع کو لیتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے جب علماء دیوبند پر یہ ہتھیار آزمالیا اوران پر گستاخ رسولؐ ہونے کے الزام لگائے تو علمائے حرمین نے حسام الحرمین میں ان کی اس شرط کے ساتھ تائید کی کہ یہ سوالات واقعات کے مطابق ہوں مطلق سوالات نہ ہوں اور جب بات کھلی کہ یہ علماء دیوبند کے عقائد نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے حسام الحرمین کے سوالوں میں پیش کئے تھے تو انہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کی دستاویز المھند علی المفند پر بھی دستخط کر دیئے جو مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین کا جواب تھا اور مولانا خلیل احمد برکاتی جیسے کئی حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے کھلے بندوں اب اپنے آپ کو مولانا احمد رضا خاں سے بے تعلق کرلیا اور اپنے آپ کو اس سے بچالیا کہ ان کی قبر پر آگ برسے یا کہیں وہ اس میں جھلس نہ پائیں۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اس صورت حال سے ہمارے مخلص قارئین اور وہ بریلوی جن کی قسمت میں رجوع الی الحق کی سعادت لکھی تھی اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ دیوبندی بریلوی اختلافات کی جو تحریک مولانا فضل رسول بدایونی (۱۳۳۱ھ) اور مولانا عبدالسمیع رامپوری نے صدی پہلے شروع کی تھی کس طرح تدریجی طور پر

کمزور ہوتی گئی ہے اور اب جب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں فرضی اختلافات کی یہ تحریک اب بالکل دم توڑ گئی ہے۔ مرزا غلام احمد (مدعی نبوت) اور مولانا احمد رضا خاں (مدعی مجددیت) کی تحریکیں تقریباً ساتھ ساتھ شروع ہوئیں اور دونوں پر انگریزی عنایات کے گہرے سائے تھے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی اور اصولی تھے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور گہرے ہوتے گئے اور مسلمان زیادہ سے زیادہ سنبھلتے گئے یہاں تک کہ رابطہ عالم اسلامی (مکہ) نے ۷۵ اسلامی تنظیمات کی تائید سے انہیں عالمی سطح پر ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

جس طرح یہ حقیقی اختلافات اس صدی کے ہر کروٹ پر اور مضبوط ہوئے ہیں دیوبندی بریلوی کے الزامی اختلافات اس صدی کے ہر موڑ پر اور کمزور ہوئے یہاں تک کہ اب برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خان کے اس فتوے پر عمل کرنے والا کوئی گروہ آپ کو نظر نہ آئے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کا صدی پہلے کا ایک غلط فتویٰ

۔۔ جس پر عمل کرنے والا آج کوئی نہیں ۔

جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر میں شک کرے اس کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا۔ اس سے بغض، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے۔ اور توقیر حرام موجب ہدم اسلام۔ اسے سلام کرنا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص، اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام ہے۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اور اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر۔ (عرفان شریعت)

کیا آج پورے پاکستان میں کوئی ایسا بریلوی ہے جو مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر عمل کرتا ہو۔ اور اپنی مسجد میں اپنے مقتدیوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہو ہرگز نہیں بریلویت اگر دم نہیں توڑ گئی تو یہ صورت حال کیوں ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کا یہ زوال خود ان کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا

مسلمان صرف ہندوستان میں ہی تو مقیم نہ تھے حضورؐ خاتم النبیین کی امت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس وسیع اسلامی دنیا کو ساتھ لئے بغیر محض ہندوستان میں بیٹھے محدثین کرام دہلی اور علماء دیوبند کو کافر نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ یہ وہ ضرورت تھی جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۲۴ء میں حجاز کا سفر کیا۔ بریلوی اسے آپ کا سفر حج کہتے ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ آپ کا یہ سفر عبادت کے لئے نہیں تھا تفریق بین المسلمین کے لئے تھا اور یہ ایک نہایت مذموم کاروائی تھی۔

ان کے اس سفر کا اصل مقصد اس تکفیری دستاویز پر علماء مکہ و مدینہ کے دستخط کروانا تھا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنی اس تکفیری مہم میں بری طرح ناکام لوٹے۔

حجاز میں علماء دیوبند میں سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد پہلے سے مدینہ میں موجود تھے اور آپ کا وہاں علم حدیث کا درس بہت معروف تھا۔ پھر ۱۹۲۳ میں جلیل القدر محدث مولانا خلیل احمد سہارنپوری بھی وہاں پہنچ گئے ان دونوں بزرگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ان جھوٹے الزامات کو خوب طشت از بام کیا ان کے خلاف خوب لکھا۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری مہم کا زوال خود ان کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا وہاں جانا کیا ہوا کہ اچانک واپسی کے حالات پیدا ہو گئے۔

تیرا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

مولانا حسین احمد مدنی کی بروقت گرفت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے مولانا احمد رضا خاں کا پردہ فریب بری طرح چاک کیا اور خاں صاحب کے جھوٹے الزامات کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی۔ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب

اس نام کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے اور خاں صاحب کے چھپے کمالات کی داد دیجئے۔ اس نام کا ترجمہ یہ ہے۔

چوری چھپے دین کی باتوں میں اپنی باتیں ملانے والے پر شہاب ثاقب ٹوٹنے والے تارے۔

یہ شہاب ثاقب کن پر برسائے جاتے ہیں اور کب برسائے جاتے ہیں؟ جب شیطان ملاء اعلیٰ سے

چوری چھپے کچھ باتیں سن پاتے ہیں اور پھر ان میں کچھ اپنے جھوٹ ملاتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:۔

لایتسمعون الی الملاء الاعلی و یقذفون من کل جانب O دحوراً ولھم عذاب و اصب O الا من خطف الخطفة فاتبعه شھا ب ثاقب O (پ ۲۳ الصافات ۸۔۱۰)

(ترجمہ) وہ عالم بالا کی باتیں سننے کے لئے ادھر کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے اور ان کے لئے مسلسل عذاب ہے ہاں یہ ہے کہ کوئی ایک آدھ بات لے بھاگے تو فوراً اس کے پیچھے ایک دہکتا شعلہ لگ جاتا ہے۔

پیغام خود بتا رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیو بند کی باتوں میں اپنی باتیں ملا کر کس طرح اپنے آپ کو شہاب ثاقب کا مورد بنایا ہے۔ یہ علماء حق کی مظلومیت تھی کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کے پہلے حملہ میں ہی علماء عرب کے سامنے نکھر کر آ گئی اور بجائے عقائد علمائے دیو بند کے خود مولانا احمد رضا خاں کے اپنے عقائد وہاں زیر بحث آ گئے اور انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔

اما الزبد فیذھب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلك یضرب الله الامثال (پ ۱۳ الرعد ۱۷)

(ترجمہ) جو جھاگ ہے وہ ناکارہ جاتا ہے لیکن جو چیز لوگوں کو نفع دے وہ زمین میں ٹھہرتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں۔

نوٹ: بریلویوں کے پروفیسر مسعود احمد عربی میں کمزور ہونے کی وجہ سے اشہاب الثاقب کا ترجمہ نہ سمجھ پائے اور انہوں نے المسترق کا معنی چور کر دیا یہ چوری نہیں سینہ زوری ہے۔ چور کو عربی میں سارق کہتے ہیں المسترق جگہ جگہ سے بات اچکنے والے کو کہتے ہیں۔ پروفیسر مسعود صاحب عربی عبارات کے ترجمہ میں عام طور پر دوسروں سے مدد لیتے ہیں۔ ایک جگہ خود لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر محمد ریاض صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض عربی عبارات کے ترجمہ میں مدد فرمائی۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸)

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں کچھ وہ پس منظر ذکر کر دیں جس کی وجہ سے مولانا حسین احمد، مولانا احمد رضا خاں کی اس حرکت پر اس قدر تڑپے اور پھر ان پر اس طرح بگڑے کہ بریلویت خود ان کے سامنے دم توڑ گئی۔ اب مولانا حسین احمد کی داستان غم سنیئے اور مولانا احمد رضا خاں کی جرأت خیانت پر سر دھنیئے۔

ہماری اس جلد کا موضوع یہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علماء حجاز کی نظر میں کس طرح ناقابل اعتبار ٹھہرے جس طرح ساتویں جلد کا مرکزی موضوع یہ رہا کہ مولانا احمد رضا خاں خیرآبادی علماء کی نظر میں کیا رہے۔ اس آٹھویں جلد کا مرکزی نقطہ ہے کہ احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری۔ یہ بات پوری تفصیل سے تو کتاب میں آپ کے سامنے آئے گی لیکن ہم اس مقدمہ میں اس کے یہ چند پہلو ضرور ہدیہ قارئین کیے دیتے ہیں، جن کے گرد مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں ناکامی کی یہ داستان صف ماتم بچھائے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ پس منظر بھی آپ کے سامنے آجائے گا۔ جس کے باعث حضرت مولانا حسین احمد مولانا احمد رضا خاں پر اس قدر خشمگیں نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی حجاز کی داستان غم

مولانا احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (۱) آپ کو لینے کے دینے پڑ گئے (۲) شریف مکہ نے ملاقات کا موقعہ نہ دیا (۳) مولانا خلیل احمد کے مکہ میں ہونے کی رپورٹ (۴) شریف کی مجلس احمد رضا خان سے پہلے کس ماحول کی تھی (۵) مولانا احمد رضا خاں کا مکہ سے نکلنے کا حکم (۶) مولانا خلیل احمد کی مفتی صالح کمال سے ملاقات (۷) مولانا احمد رضا خان کی ہندوستان آکر غلط بیانی (۸) علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز حجاز میں (۹) المہند کے ہمہ گیر اثرات

۱۔ مولانا احمد رضا خاں کو لینے کے دینے پڑ گئے

مولانا احمد رضا خاں حجاز اس خیال سے آئے تھے کہ علمائے دیوبند کے خلاف علماء حجاز سے فتوے کفر حاصل کریں مگر یہاں ان کے اپنے خلاف بات چل نکلی کہ عقائد شرک رکھنے والا ایک ہندی عالم حجاز آیا ہوا ہے وہاں لاہور کے ایک عالم مولانا شیخ محمد نقشبندی کے پاس ایک محضر طویل آیا گر اس قسم کا

ایک شخص یہاں آیا ہوا ہے اس کا یہاں ہونا خطرناک ہے وہ خیالات فاسدہ رکھتا ہے اور علماء کی تکفیر اس کا دن رات کا مشغلہ ہے:

مشغلہ اس کا ہے تکفیر مسلمانان ہند ہے وہ کافر جس کو ہو اس سے ذرا بھی اختلاف

جناب عبدالقادر آفندی شیبی خانہ کعبہ کے کنجی بردار کو پتہ چلا تو انہوں نے وہ محضر نامہ شریف کے پاس پہنچا دیا شریف نے اس شیخ کے قید کرنے کا ارادہ کر لیا جناب شیخ محمد رامپوی اور مولوی منور علی نے مشورہ دیا کہ پہلے اس سے اس کے عقائد دریافت کئے جائیں اس وقت مولانا احمد رضا خاں کا کوئی رسالہ ان کے پاس نہ تھا البتہ کسی رامپوری مولوی سلامت اللہ کے ایک رسالہ (اعلام الاذکیاء) پر مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریظ تھی اس کی روشنی میں خاں صاحب کے عقائد پر تین سوال کئے گئے۔

مولانا احمد رضا خاں نے اس میں لکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ازل سے ابد تک کی جملہ اشیاء کا علم ہے (۲) مثقال ذرہ بھی آپ سے مخفی نہیں اور (۳) یہ کہ آپ ہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہیں۔ اس تقریظ کے آخر میں الفاظ لکھے تھے۔

و صلی الله علی من هوالاول و لآخر و الظاهر والباطن

ان تینوں باتوں کے جو جوابات خان صاحب نے لکھے ان سے وہاں کے علماء مطمئن نہ ہو سکے ہم وہ جوابات کہیں پیچھے درج کر آئے ہیں شریف نے حکم دے دیا کہ ان کو آگے سفر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

۴۔ شریف مکہ نے ملاقات کا موقعہ نہ دیا

مولانا احمد رضا خاں کو شریف سے ملنے کا موقعہ نہ دیا گیا شریف کی مجلس میں شیخ شعیب مالکی اور شیخ احمد فقیہ اور شیخ صالح کمال کا مولانا احمد رضا خاں کے عقائد کے بارے میں کافی اختلاف ہو چکا تھا۔ پہلے دونوں عالموں کا اصرار تھا کہ مولانا احمد رضا خاں کو قید کیا جائے اور اسے اپنے عقائد فاسدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے مگر شیخ صالح کمال کا مشورہ یہ تھا کہ غیر ملکی کی گرفتاری مناسب نہیں حضرت مولانا حسین احمد ان دنوں وہیں تھے آپ کی شہادت ملاحظہ ہو۔

شریف صاحب اپنی مجلس میں یہ جھگڑا دیکھ چکے تھے انہوں نے فرمایا اس شخص کو جلد یہاں سے نکال دینا چاہیئے تاکہ عوام پر اس کا کوئی قبیح اثر نہ پڑ جائے چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف کو جو طیش وغضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں۔ (الشہاب ص ۲۰۵ طبع لاہور)

۳۔ مولانا خلیل احمد صاحب کے مکہ میں ہونے کی رپورٹ

مولانا احمد رضا خان کو جب ملک چھوڑنے کا حکم ہوا تو آپ نے کہا مجھے تو میرے عقائد کی وجہ سے نکالا جا رہا ہے حالانکہ میں اہل سنت والجماعۃ سے ہوں لیکن مکہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضور اکرم کے علم سے زیادہ ہے خاں صاحب نے اپنا یہ احتجاج مفتی صالح کمال کی معرفت شریف صاحب کو پہنچا دیا شریف کی مجلس میں اس وقت شیخ شعیب مالکی اور شیخ احمد فقیہ بھی موجود تھے۔ ان سب حضرات نے یہ بات سنتے ہی اس کا رد کر دیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ لازماً کوئی افتراء اور بہتان ہے جو یہ شخص کسی کے ذمہ الزاماً لگا رہا ہے۔ اس پر مفتی شیخ صالح کمال بہت شرمندہ ہوئے اور انہیں احمد رضا خاں کے وکیل بننے پر سخت ندامت ہوئی۔

اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو تو وہ اپنا پیشوا شیطان کو مانے گا نہ کہ حضور کو۔ یہ بات کسی پہلو سے لائق تسلیم نہ تھی کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے حضور اکرم کا کلمہ بھی پڑھے اور پھر شیطان کو علم میں حضورؐ سے زیادہ مانے استغفر اللہ العظیم ۔ اگر کوئی ایسا فرقہ ہوتا تو وہ فرقہ ابلیسیہ ہوتا نہ یہ کہ وہ اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرد کہے اور امام ابو حنیفہ کا پیرو کہلائے۔

مولانا خلیل احمد صاحب کو جب اطلاع ملی کہ خاں صاحب نے میرے خلاف یہ رپورٹ درج کرائی ہے تو آپ نے فوراً ان ناپاک کلمات کو افتراء و بہتان کہا آپ مفتی صالح کمال کے پاس خود تشریف لے گئے اور کہا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کی نسبت یہ افتراء کیا گیا ہے۔ آپ نے اسے فوراً افتراء اور بہتان کہا کیا اب بھی مولانا احمد رضا خاں کے مفتری اور کاذب ہونے کا کوئی شک ہو سکتا ہے ان

حالات کے چشم دید گواہ حضرت مولانا حسین احمد لکھتے ہیں:۔
اس وقت تک جناب مولانا خلیل احمد اور شیخ شعیب کی کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی چنانچہ جب یہ خبر مولانا (خلیل احمد صاحب) کو پہنچی تو ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر شیخ شعیب اور مفتی صالح کمال کے پاس گئے اور ہر ایک سے مل کر گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے سنا کہ شریف صاحب کی مجلس میں کسی شخص کی نسبت یہ کہا گیا ہے میں ہی وہ شخص ہوں جس کی نسبت یہ افتراء کیا گیا ہے۔ میں ہرگز اس کا قائل نہیں ہوں یہ محض افتراء اور بہتان ہے ہاں البتہ امتناع بالغیر کا بوجہ مسئلہ خلف وعید کے قائل ہوں جیسا کہ رای مشہور سلف کی ہے۔ شیخ شعیب نے بہت شدومد سے کہا ہے میں سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ افتراء پردازی ہے اور اس مسئلہ کے جملہ متکلمین قائل ہیں ..... بعد ازاں مولانا ان سے رخصت ہو کر مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے مفتی صالح موصوف سے ملاقات ہوئی اولاً مفتی صالح بوجہ ان باتوں کے کہ ان کو جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے مگر جب مولانا (خلیل احمد صاحب) نے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو یہ کبیدگی مبدل بہ فرح وسرور ہوگئی اور جملہ تقریرات حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم فرمایا اور بہت خوش ہوئے۔ (الشہاب ص ۲۰۶)

۴۔ شریف احمد رضا کے آنے سے پہلے عقائد کے کس ماحول میں تھے

شریف صاحب علم تھا وہ کس علمی ماحول کا تھا اور اس کے عمومی حاضرین مجلس کن عقائد کے لوگ تھے اس کا پتہ وہاں مولانا احمد رضا خاں کی آمد سے چلتا ہے کہ اس کے آمد سے وہاں پہلے کے پھیلے عقائد کی توثیق کی امید تھی۔ یا اس سے وہاں نئے عقائد پھیلنے کا اندیشہ تھا؟ اسے معلوم کرنے کے لئے آپ مولانا احمد رضا خاں کی اس عبارت پر غور کریں جو ان کے ملفوظات میں موجود ہے۔ جب شیخ صالح کمال مولانا احمد رضا خاں کی کتاب الدولة المکیة بالمادة الغیبیة لے کر شریف کے پاس گئے اور وہاں وہ کتاب پڑھی گئی تو اس کا حاضرین پر کیا اثر رہا۔ احمد رضا خاں کہتے ہیں۔
حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے ایک احمد فقیہ کہلاتا تھا دوسرا

عبدالرحمن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف ذی علم ہیں مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔ انہوں نے کتاب پر کچھ اعتراض کئے۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا آگے بڑھے انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۱۔۱۲)

اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ شریف کی مجلس میں یہ لوگ صاحب اثر تھے اور مولانا احمد رضا خاں کی باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہیں۔

۵۔ مولانا احمد رضا خان کو مکہ سے نکلنے کا حکم

شریف کی مجلس میں جو علماء بیٹھتے تھے اگر وہ وہابی ہوتے تھے تو فیصلہ کیجئے کہ وہاں ان دنوں کون سا رنگ چڑھا ہوا تھا پھر احمد رضا خاں کی تحریر سے یہ اندیشہ کہ یہ دربار کا رنگ بدل دے گی صاف بتلاتا ہے کہ اس وقت مکہ و مدینہ کے عرب ان عقائد کے ہرگز نہ تھے جو احمد رضا خاں کی اس کتاب میں تھا اور اسے وہ وہاں لے کر گئے تھے۔ شریف گو سیاسی طور پر انگریزوں سے ساز باز رکھتا تھا۔ لیکن وہ عقائد میں عیسائیوں کی طرف جھکا ہوا نہ تھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں کے عقائد مسیحی عقائد کے بہت قریب تھے یہی وجہ ہے کہ شریف نے مولانا کی وہ تحریر اپنے پاس ہی رکھ لی نہ اسے واپس کی نہ مولانا صالح کمال کو مولانا احمد رضا خاں اس کے پندرہ سال بعد بھی یہی کہتے ہیں۔

کتاب بغل میں لے کر بالا خانہ پر آرام کے لئے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک انہی کے پاس ہے۔ (ملفوظات ۲ ص ۱۱)

اگر شریف نے اس کتاب سے کچھ بھی موافقت کی ہوتی تو پھر مجلس علماء میں کیوں نہ پڑھی گئی۔ پھر اگر علماء نے اس کی نقلیں لیں تو احمد رضا خاں کے نسخہ سے کیوں لیں اس کتاب سے کیوں نہ لیں جو شریف نے کسی دوسرے کو نہ دی اپنے پاس رکھی۔ ان حالات میں یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ اس وقت مکہ و مدینہ کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں وہاں پھیلانا چاہتے تھے۔ وہ لوگ اہل سنت عقائد کے تھے اہل بدعت نہ تھے۔

اس صورت میں اس کے سوا کیا ہوسکتا تھا کہ شریف مولانا احمد رضا خاں کو جلد مکہ سے نکلنے کا حکم دے اور وہ جلد مدینہ سے فارغ ہو کر واپس ہندوستان چلے آئیں۔ آپ نے اس لئے انہیں گرفتار نہ کروایا کہ یہ لوگ اجنبی رعایا پر ہاتھ ڈالنا پسند نہ کرتے تھے۔ سو اب انہیں صرف مکہ سے نکلنے کا حکم دینا کافی تھا۔

۶۔ مفتی صالح کمال سے ملاقات

پھر یہ بات بھی معلوم ہونی ضروری ہے کہ شریف کی مجلس میں پہلے مولانا خلیل احمد کے عقائد زیر بحث آئے یا اس میں پہلے مولانا احمد رضا خاں کے عقائد پر سوالات کا سلسلہ اٹھا؟ مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی شیخ صالح کمال سے پہلی ملاقات شریف کی اس مجلس سے یقیناً بعد میں ہوئی جس میں مولانا خلیل احمد کے بارے میں ایک غلط رپورٹ دی گئی تھی اور حاضرین مجلس نے جن میں شریف بھی تھے اسی وقت اسے محض ایک الزام قرار دیا تھا کیوں کہ ان کے نزدیک ایسے عقائد کسی دعوے اسلام کرنے والے کے نہیں ہو سکتے تھے سو اس بہتان کی وہاں اسی مجلس میں اسی وقت تردید ہو گئی تھی۔ مولانا خلیل احمد تو صرف شیخ صالح کمال کو حقیقت حال بتانے کے لئے وہاں اس کی مجلس میں گئے تھے اور آپ نے انہیں صاف لفظوں میں کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ میرے یہ عقائد ہرگز نہیں ہیں۔

۷۔ مولانا احمد رضا خاں کی ہندوستان آکر غلط بیانی

مولانا احمد رضا خاں اپنے اس تکفیری پروگرام میں ناکام ہندوستان واپس لوٹے آپ نے واپس آکر کسی کو نہ بتایا کہ ان پر دیار عرب میں کیا گزری؟ وہ [illegible]ت کو چھپاتے ہی رہے پھر انہوں نے چودہ سال بعد جب دیکھا کہ اب لوگ ان کی اس رسوائی کو بھول چکے ہوں گے اچانک ۱۳۳۸ھ میں وہاں گزرے حالات کی ایک غلط کہانی وضع کی اور اسے الملفوظ حصہ دوم میں شائع کر دیا۔ پھر اس کے ستر سال بعد پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اسے اپنے الفاظ میں فاضل بریلوی دیار عرب میں پیش کیا یہ اتنی دیر کی کہانی اور وہ بھی صرف اپنی زبانی۔ کیا اس ایک گھڑی داستان کا پتہ نہیں دیتی؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مولانا حسین احمد نے جو ان دنوں وہیں مقیم تھے صحیح صورت حال لوگوں کو انہی دنوں بتلا دی تھی۔ اور پھر اسے الشہاب الثاقب میں شائع بھی کر دیا تھا تو اس وقت مولانا

احمد رضا خاں نے اس کی تردید کیوں نہ کی۔ایسا ہوتا تو ان کے اپنے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی تو اس غلط فہمی میں نہ پڑتے کہ شاید مولانا احمد رضا خاں نے اپنی غلط فہمی دور کرلی ہو اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے بیانات پر انہیں یقین آگیا ہو......ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا شاید حج قبول ہو گیا ہوگا اور انہوں نے اپنی اس بہتان تراشی سے توبہ کرلی ہوگی۔

۸۔علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز حجاز میں

علماء حرمین نے صحیح اقدام کیا کہ جو الزامات مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر لگائے تھے ان کے بارے میں خود علماء دیوبند سے براہ راست سولہ سوالات کئے ان کے جوابات پھر مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ہی لکھے جو اپنا مجمل بیان خود مکہ میں دے آئے تھے ان جوابات پر پھر پچیس ۲۵ علماء دیوبند نے دستخط کئے تھے جن میں شیخ الہند مولانا محمود حسن حکیم الامہ مولانا اشرف علی، مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور مفتی اقلیم ہند مفتی کفایت اللہ محدث دہلوی کے بھی دستخط تھے پھر اس کتاب پر حرمین کے بعض ان علماء کی بھی تصدیق تھی جن سے مولانا احمد رضا خاں پہلے حسام الحرمین پر دستخط لے چکے تھے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شریف تک مولانا احمد رضا خان کے غلط عقائد کی کوئی رپورٹ نہ پہنچی تھی اور علماء حرمین ویسے ہی احمد رضا خاں کا احترام کرتے رہے وہ اردو نہ جانتے تھے حقیقت حال تو بعد میں کھلی اور بلی تھیلے سے باہر آگئی۔

علماء دیوبند کے عقائد کی اس دستاویز کا نام المہند علی المفند ہے اور اس کا دوسرا نام التصدیقات لدفع التلبیسات ہے یہ ہندوستان میں ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئی اور پھر عرب ممالک میں بھی علماء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا کتاب عربی میں ہے اور اس کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔دس سوال اس کے بعد بھی ملے اب کل چھبیس سوالات کے جوابات ہیں۔

۹۔المہند علی المفند کے ہمہ گیر اثرات

المہند کے ذریعہ پورے عالم اسلام میں علمائے دیوبند کا عام تعارف ہو گیا اور مصر وشام کے اکابر علماء نے بھی المہند میں دیئے گئے عقائد کی پوری تصدیق کردی۔خود بریلوی حلقوں میں بھی یہ بات چل

نکلی کہ علمائے دیو بند عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور یہ کہ مولانا احمد رضا خاں کے ان پر عائد کردہ الزامات سب غلط ہیں اکابر علماء دیو بند ۱۸۵۷ء کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف نکلے تھے اس لئے انگریزی سیاست کا تقاضا تھا کہ انہیں جس طرح بھی بن پڑے ہندوستانی رعایا میں بدنام کیا جائے۔ لوگ انہیں گستاخ رسول سمجھتے ہوئے ان سے کنارہ کش رہیں اور انگریز حکومت کو اپنے خلاف آئندہ کسی عام بغاوت کا اندیشہ نہ رہے۔ انگریزوں کی یہ سیاست زیادہ دیر نہ چل سکی اور الحمد نے پوری دنیا میں علماء دیو بند پر عائد کردہ ان الزامات کو پوری طرح دھو دیا انگیریزوں کو اب اور دروازوں سے وفادار میسر آنے لگے اور علمائے دیو بند کے خلاف گستاخ رسول ہونے کی آواز یکسر دب گئی۔

بریلوی مکتب فکر کے جاں بلب ہونے کی ایک غیر جانبدار شہادت

مشہور مستشرق W.C. Smith اپنی کتاب "Modern Islam in India" میں بریلویوں کو ایک انحطاط پذیر طبقہ لکھتا ہے وہ انہیں ایک "decadent people" قرار دیتا ہے اس مکتب کے بارے میں وہ لکھتا ہے:۔

It expresses and sustains the social and religious customs of decadent people. It is society accomodating winting people at the drinking of the wine and the prevailing superstitions, saint worship and degradation.

The Brailwi clegy accepts the fiteous villages of India as they find them; and their Islam is not without qualification on criticism of the actual religion of these villages.

(MODREN ISLAM IN INDIA P-362-363, Ed, 1969)

(ترجمہ) یہ طبقہ پست رولوگوں کے معاشرے اوران کی مذہبی رسوم کو پیش کرتا ہے۔ اوراسی پستی کو وہ دامن میں لئے ہے۔ یہ مجلسی طور پر نچلے درجے کے لوگوں کو جو شراب پر جمع ہونے والے رہے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے۔ یہ لوگوں کے عصر حاضر کے توہمات جیسے پیر پرستی اور انحطاط پذیری کو اپنے دامن میں لئے ہے۔

بریلوی مذہبی قیادت ہندوستان کے پسماندہ دیہات کو اپنے تسلیم کرتی ہے اور ان کا اسلام ان دیہات میں کسی تنقیدی شان کے بغیر ہی چلتا ہے۔اوران کی اکثریت پر وہ بہت نازاں ہیں۔
اسمتھ کی اس فرد جرم میں بریلویوں پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں ان کی بناء پر وہ انہیں مسلمانوں کا ایک انحطاط پذیر گروہ بتلاتا ہے۔ وہ ان جہلاء کے توہمات، ان کی قبر پرستی، ان کی پیروں کی پرستش اور ہندوستان کے قابل رحم دیہاتیوں کو ان کے تمام معتقدات اور رسوم و رواج کے ساتھ اسلامی معاشرہ میں گوارا کرلیتا ہے۔
اسی سے ہم ہی اس نتیجہ پر نہیں پہنچے بریلویوں کا رسالہ معارف رضا کراچی بھی اپنے ۱۹۹۲ء کے شمارے میں لکھتا ہے:
اسمتھ نے تو بریلوی مکتب فکر کو جاں بلب یا قریب المرگ بتایا ہے
ہندوستان کے اونچے تعلیم یافتہ لوگوں میں شیخ محمد اکرام سے کون واقف نہیں انہوں نے بھی موج کوثر میں بریلویوں کو ایسی چند رسوم میں گھری ایک تنزل پذیر قوم بتایا ہے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔
وہ تمام رسوم فاتحہ خوانی، چہلم، برسی، گیارھویں، عرس، تصور شیخ، قیام میلاد، استمداد از اہل قبور اور ان کی نیاز دینے کے قائل ہیں۔
انسائیکلو پیڈیا آف اسلام پنجاب یونیورسٹی لاہور کی ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں بھی لفظ بریلوی کے تحت یہی کچھ لکھا ہے:۔
بریلوی جماعت کے نزدیک اولیاء اللہ کی نیاز دینا اور ان کے مزارات پر جاکر ان سے مدد مانگنا جائز ہے...... فاتحہ خوانی، تیجے، چالیسویں اور برسی پر مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے اچھے اچھے کھانوں پر ختم دلانا، قبر پر اذان دینا، مُردے کے کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارھویں دینا اور اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا جائز اور کار ثواب ہے (دائرہ معارف اسلامیہ جلد۴ ص ۴۸۷)
ان حالات میں ہم پروفیسر مسعود احمد کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ پڑھے لکھے طبقے میں کوئی مولانا احمد رضا خاں کو جانتا ہی نہیں اور جو لوگ انہیں جانتے ہیں انہیں جاہلوں کے پیشوا سے زیادہ کوئی

مقام نہیں دیتے۔

انسائیکلو پیڈیا کے ایک ڈائریکٹر کو کہا گیا کہ اس میں مولانا احمد رضا خاں کا کسی اچھے پیرایہ میں بھی ذکر آنا چاہئے تو انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی غیر جانبدار شہادت نہیں ملتی۔ ان کا کوئی اپنا معتقد ہی اس پر کچھ لکھے تو لکھے عام اہل علم تو انہیں جانتے تک نہیں اس پر پروفیسر مسعود نے کہا ان پر میں لکھتا ہوں میرے نام سے انہیں انسائیکلو پیڈیا میں جگہ دینے پر تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔

سو اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ بریلویت خود مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ہی انحطاط پذیر ہو چکی اور اب یہ صرف ایک لکیر ہے جس پر یہ جہالت پسند طبقہ خراماں و نازاں چلتا آ رہا ہے۔

ہم نے سراہے بریلویت کو دیکھا ہے مولانا احمد رضا خاں کی خلاف تہذیب اور گھناؤنی تحریرات کو دیکھنا کوئی آسان کام نہ تھا تاہم اس سے وقت کی ایک متوازی تحریک کا کچھ مطالعہ ضرور ہو گیا ہے یہ مطالعہ بریلویت ہے رد بریلویت نہیں محض بریلویت کی ایک تصویر ہے۔ ہم نے اپنا حاصل مطالعہ ان آٹھ جلدوں میں ہدیہ قارئین کر دیا ہے۔

بریلویت پر گزرے ایک سو سال

بریلویت اپنی ابتدا میں تو محض چند جھوٹے الزامات اور علماء اہل سنت کی چند عبارات کی تحریف کا نام تھا بریلویت اس پہلو سے تو ابتدا میں ہی دم توڑ گئی تھی علمائے حرمین کی حق پسندی سے حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹا اور علمائے دیوبند کے عقائد المھند کے نام سے برسرِ عام آ گئے لیکن اس رستے کے راہی انگریز حکومت کے زیر سایہ اپنی علیحدہ جماعت بندی پر مجبور تھے اہل سنت مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا انگریز حکومت کی ایک مجبوری تھی اور وہ اپنی اس پالیسی سے ہٹ نہ سکتی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں نے الزامات میں اپنے کو ناکام ہوتے دیکھا تو انہوں نے اپنے چند عقائد کو ایک نئی ترتیب دی اس پر ان کے عقائد خمسہ وجود میں آئے۔ تاہم کہیں کہیں انہوں نے صحیح عقائد کی بات بھی کر دی سو ان کے ان نئے عقائد کو بھی مسلمانوں نے زیادہ تر لفظی نزاع سمجھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں حقیقی طور پر اہل سنت کو دو حصوں میں تقسیم نہ کر سکے ہم ان عقائد خمسہ کا ذکر اس کتاب کی پانچویں

جلد میں کر آئے ہیں جن سے عام طور پر بریلوی پہچانے جاتے ہیں۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اپنے عوام کو علمائے دیوبند سے دور رکھنے کے لئے عملی بدعات کی ایک لمبی فہرست مہیا کر دی اور ان کو ان بدعات پر لگادیا تا کہ یہ ہمیشہ دوسرے عام مسلمانوں سے اپنے آپ کو جدا سمجھیں۔ ہم اس کتاب کی جلد ششم میں ان بدعات کا بھی کچھ ذکر کر آئے ہیں ہماری اسی جدو جہد کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کے علماء ان بدعات پر زیادہ مصر نہیں رہے ہاں بریلوی عوام ان بدعات کے رسیا ہو کر اہل سنت سے پوری طرح جدا ہو چکے ہیں پھر بھی عام مساجد میں یہ سب لوگ اکٹھے نماز پڑھتے دکھائی دیں گے۔ یہ صورت حال بتاتی ہے کہ بریلویت اپنے مقاصد میں اب دم توڑ چکی ہے اور عام پڑھا لکھا طبقہ کبھی ان دو حلقوں میں کوئی بنیادی اختلاف محسوس نہیں کرتا۔ مطالعہ بریلویت ان دونوں کو اور قریب کرنے کے لئے ایک تاریخی اور مصلحانہ کوشش ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ گہرا مطالعہ کرنے سے طبیعت ان کے ساتھ کچھ مانوس ہوگئی ہے جب کبھی ان کی کوئی یاد ستاتی ہے ایک جلد اور بڑھ جاتی ہے۔

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو

دیوبندی اور بریلوی حلقوں میں پھر سے اتحاد ہو جائے اور بعض مسجدوں پر بریلوی مسلک کے لگے ہوئے بورڈ یکسر اتر جائیں تو آج بھی ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل بن سکتا ہے اور اہل سنت پھر سے ایک ہو سکتے ہیں۔

عروج عالم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

ہم انشاء اللہ العزیز اس جلد میں اس پر بحث کریں گے کہ مولانا احمد رضا خاں پر دیار عرب میں کیا گزری اس المیہ سے ہمارے قارئین بھی کافی متاثر ہوں گے ہم اس پر بھی انشاء اللہ العزیز ایک مضمون سپرد قلم کریں گے کہ مولانا احمد رضا خاں نے حرمین کا رخ کیوں کیا۔ وہ آخر حرمین کو اپنا دینی مرکز سمجھتے تھے تبھی تو انہوں نے وہاں کا رخ کیا۔ اور ان حضرات کے فتووں کو اسلام کی سند سمجھا۔ کیا

آج بریلویوں کی حرمین شریفین سے وہ تاریخی عقیدت باقی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بریلویت کی ان مختلف منزلوں پر بھی ہم ایک مقالہ پیش کریں گے۔ اور آخر میں ہم انشاء اللہ العزیز پوری المھند کو بھی اپنے قارئین کے سامنے لے آئیں گے جس سے بریلویوں کی سیاسی عمارت اپنی ابتدا میں ہی دھڑام سے نیچے آگری تھی۔

یہ وہ سوالات تھے جو علماء دیوبند سے کئے گئے تھے

۱۔ حضور ﷺ (کے روضہ) زیارت کے لئے سفر کر کے جانا کیسا ہے؟

۲۔ اس سفر میں زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی حاضری کی بھی نیت کرلے؟

۳۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اپنی دعاؤں میں حضور ﷺ کا وسیلہ لینا کیسا ہے؟

۴۔ سلف صالحین سے انبیاء یا صدیقین سے یا شہداء وصالحین سے توسل لینا کیسا ہے؟

۵۔ حضور ﷺ کی قبر میں حیات کیا عام مسلمانوں کی طرح صرف برزخی ہے؟

۶۔ حضورؐ کی مسجد میں دعا کرنے ولا کیا روضہ مبارک کی طرف منہ کرسکتا ہے؟

۷۔ حضور ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا اور دلائل الخیرات پڑھنا کیسا ہے؟

۸۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا کس درجے میں ہے مستحب ہے یا واجب؟

۱۰۔ ائمہ اربعہ میں سے تم (اے علماء دیوبند!) کس کی تقلید کرتے ہو؟

۱۱۔ مشائخ کی بیعت اور صوفیہ کرام کے اختیار کردہ آداب بجالانا کیسا ہے؟

۱۲۔ شیخ محمد بن الوھاب کی طرح کیا تمہارا مسلک بھی پہلوں کو برا کہنا ہے؟

۱۳۔ کیا تم استواء علی العرش میں اللہ کے لئے جہت اور مکان کے قائل ہو؟

۱۴۔ استواء سے استیلاء مراد لینا اور ید سے قدرت مراد لینا کیسا ہے؟

۱۵۔ کیا تم کائنات میں سے کسی کو حضور اکرم ﷺ سے افضل مانتے ہو؟

۱۶۔ جو شخص خاتم النبیین کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کیسا ہے؟
اور کیا تم میں سے کسی نے کہا ہے کہ کوئی اور نبی بھی پیدا ہوسکتا ہے؟

یہ سولہ سوالات عربی میں کیئے گئے اور حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ان کے عربی میں جوابات دیئے ہم انہیں عربی میں مع ترجمہ اردو ہدیہ قارئین کریں گے ان پر پچیس ۲۵ علماء دیوبند کی تصدیقات بھی عربی میں ہیں۔ ضرورت ہے کہ یہ پوری کتاب ہر صاحب علم کے پاس رہے تاکہ کوئی مفتری ان علماء اہل سنت کے بارے میں کوئی بدگمانی پیدا نہ کر سکے۔

ہم ان بریلوی علماء کے بصمیم قلب شکرگزار ہیں جنہوں نے مطالعہ بریلویت کی چھٹی جلد کی آخری بحث کو کہ مساجد میں اس طرح محافل نعت نہ لائی جائیں کہ وہاں سنجیدہ علمی مجالس دب کر رہ جائیں یہاں تک کہ دور سے آنے والے نمازی اپنی نماز بھی اطمینان سے نہ پڑھ سکیں۔ اپنے ہاں پذیرائی دی۔ یہ مطالعہ بریلویت کی کامیابی کا ایک اہم نشان ہے بریلویوں کے بصیر پور کے ماہنامہ نورالحبیب میں ۱۴۲۲ھ کی ماہ صفر کی اشاعت میں یہ مضمون شائع ہوا۔

محافل نعت .... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش

یہ خود ایک بریلوی حلقے کا ان محافل نعت کے خلاف ایک احتجاج ہے جو ان دنوں آہستہ آہستہ ان کے وجوب کے درجہ کو پہنچ رہا ہے۔

ہم آگے کہیں بریلویوں کا یہ پورا مضمون بھی ہدیہ قارئین کریں گے ہم نے مطالعہ بریلویت میں بھی تو یہی کچھ کہا تھا کہ شرک و بدعت ہمیشہ محبت وعقیدت کی راہ سے ہی داخلہ لیتے ہیں۔ جاہل نعت خواں نہیں جانتے کہ وہ نعت کی لہروں میں کہاں کہاں ایمان کی دولت کھو بیٹھتے ہیں۔ ہم محافل نعت کے خلاف نہیں لیکن اپنے قارئین کو ان خطروں سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو یہ نعت خواں شریعت کی حدود میں نہ رہ کر تقریباً ہر محفل نعت میں پیدا کر دیتے ہیں۔ ان خطروں سے تحفظ کی بس ایک ہی راہ ہے کہ پڑھنے اور سننے والے اپنے عقیدہ توحید میں راسخ الاعتقاد ہوں۔ اولیاء کرام کی منقبت کی بھی ایک حد ہے کہ کہیں انہیں انبیاء کے درجہ میں نہ لے جائیں۔ نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایک حد ہے کہ کہیں آپ کو خدا کے درجے میں نہ لے جائیں۔

بریلوی نعت رسالت میں کس طرح افراط کی حدیں عبور کر گئے

ہمیں چاہئے کہ منقبت رسالت میں کہیں اس طرح آپے سے باہر نہ ہو جائیں کہ نعت کہنے والے کو خالق اور مخلوق میں کوئی فاصلہ ہی نظر نہ آئے اور وہ بے خودی میں یہاں تک کہہ دے۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

افسوس کہ حضورؐ کو مالک یوم الدین کے درجے میں لانے کے لئے یہاں تک کہہ دیا گیا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
فرق محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا

جب کسی مذہب میں افراط اس درجے میں آجائے کہ وہ خالق و مخلوق اور مالک و مملوک میں کوئی فرق نہ رکھ سکیں تو پھر یقین کیجئے کہ آخرت میں آگ کبھی ان کے سر سے نہ ہٹے گی۔

ہم اس پر اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں اور مطالعہ کی جلد ہشتم کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم پہلے یہاں مطالعہ جلد ہفتم کا ایک باب تلخیصاً پیش کرتے ہیں تا کہ ماقبل سے پھر ایک رابطہ ہو جائے اور یہ بات مزید نکھرے کہ خیر آبادی علماء ہرگز مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے پھر یہ مضمون سمجھنے میں بہت مدد ملے گی کہ مولانا احمد رضا خاں علماء حجاز کی نظر میں کیا ٹھہرے۔

وما توفیقی الا باللہ و علیہ توکلت و الیہ انیب

اللہ بس و ماقی ہوس
مولف عفا اللہ عنہ
حال وارد پاکستان

باب اوّل

خیرآبادی علماء بریلوی عقائد کے نہ تھے

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

بریلویت اپنے آپ کو خیرآبادی علماء کا وارث قرار دیتی ہے یہ محض اس لئے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے مولانا اسمٰعیل شہید سے مسئلہ امتناع نظیر پر کچھ علمی اختلافات ہوئے تھے لیکن یہ درست نہیں کہ مولانا فضل رسول بدایونی یا مولانا احمد رضا خاں مولانا فضل حق خیرآبادی کے علمی وارث ہوئے اس باب میں اس موضوع کی کچھ تلخیص پیش کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے باب میں اس پر [illegible] ہوگی کہ مولانا احمد رضا خاں پر دیار عرب میں کیا گزری۔ ہم ساتویں جلد میں علامہ معین الدین اجمیری خیرآبادی کی کتاب تجلیات انوار المعین جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف لکھی پوری پیش کر آئے ہیں ہم اس باب میں مولانا احمد رضا خاں کے کردار پر کچھ گفتگو کرتے ہیں کہ انہوں نے جس طرح محدثین دہلی اور علماء دیوبند پر جھوٹے الزامات لگائے اور انگریزی عملداری میں پاک وہند کے اہل سنت میں ایک تفرقے کے لئے تاریخی بنیادیں مہیا کیں اور اپنی تصدیق کے لئے علماء حرمین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے بھی استفسار چاہا۔ اور ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز پہنچے۔ ان پر کیا گزری۔

ملک کے اندر انہوں نے مولانا فضل حق خیرآبادی سے نسبت قائم کرنے کی بات کی اور اب تک ان کے پیرو مولانا فضل حق کے واسطہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تک پہنچتے ہیں۔ ہم مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں خیرآبادی سلسلہ کے مقتدر عالم مولانا معین الدین اجمیری کی دو کتابیں (۱) القول الاظہر (۲) اور تجلیات انوار المعین۔ جو انہوں نے خاص مولانا احمد رضا خاں کے رد میں لکھیں۔ ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔ جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بریلویوں نے غلط طور پر اپنے آپ کو مولانا فضل حق خیرآبادی کا وارث قرار دے رکھا ہے اور اس طرح وہ اپنے تاریخی جھوٹوں میں ایک اور جھوٹ کا اضافہ کئے ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا صرف علماء دیوبند سے ہی اختلاف نہ تھا خیر آبادی علماء بھی ہرگز بریلویت پر نہ تھے۔ ہندوستان میں جتنے بھی علماء کے حلقے تھے ان میں بدایوں کے علماء کے سوا کسی نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دیا تھا۔ اور علماء بدایوں سے بھی وہ کہاں تک نبھا سکے۔ اس کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ علماء بدایوں سے ان کا اختلاف عدالت تک پہنچ گیا تھا۔ سو علماء برصغیر کا کوئی گروہ ایسا نہ ملے گا جس سے مولانا احمد رضا خاں نے اختلاف نہ کیا ہو۔

علماء فرنگی محل، علماء رامپور، علماء لکھنو، علمائے دہلی، علمائے علی گڑھ میں سے کسی نے علماء دیوبند کی مخالفت میں ان کا ساتھ نہ دیا تھا اور آپ بھی آخر عمر میں اس اختلاف کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ تاہم جو طلبہ ان تاریخی حقائق میں جانا چاہتے ہیں ان کے لئے ہم ان کے اور خیر آبادی علماء کے تاریخی فیصلے پھر سے ہدیۂ قارئین کئے دیتے ہیں:۔

ہندوستان میں خیر آبادی علماء کی معقولات میں دور دراز تک شہرت تھی اور محدثین دہلی پورے ہندوستان میں علم قرآن، علم حدیث اور علم فقہ کے امین سمجھے جاتے تھے۔ مولانا حالی محدثین دہلی کو ہندوستان میں اسلام کا قلعہ کہتے تھے ان کا دہلی کے جہاں آباد کو سلام عقیدت ملاحظہ ہو:۔

اے جہاں آباد اے اسلام کے دارالعلوم　　　اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے ایک عالم میں دھوم
تھے ہنرور تجھ میں اتنے جتنے گردوں پر نجوم　　　تھا افاضہ تیرا جاری ہند سے تا شام و روم

زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا
نام روشن تجھ سے تھا غرناطہ و بغداد کا

علماء کے اختلافات صرف علمی حد تک محدود رہتے ہیں

معقول و منقول کے کچھ ظاہری تصادم میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا اسمٰعیل شہید میں امتناع نظیر کے مسئلہ میں اختلاف چلا۔ یہ کوئی ضروریات دین کا اختلاف نہ تھا۔ اور جس طرح بڑے علماء اختلاف کو ہمیشہ اس کے اپنے درجے پر رکھتے ہیں۔ اور وہ ہر اختلاف میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم نہیں کرتے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی اپنے اس اختلاف کو صرف

ایک علمی اختلاف کے درجہ پر رکھا تھا اور اسے اس کی حد سے آگے نہ بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کے درجے اور بڑھائے۔ اس وقت دونوں اپنے خیمے جنت میں لگائے ہوئے ہیں۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے اپنے موقف کی حمایت میں جو نکات اٹھائے شاہ محمد اسحٰق کے ایک شاگرد مولانا سید امیر احمد سہسوانی (۱۳۴۵ھ) نے نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسمٰعیل میں ان سب کے جوابات دیئے اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا مولانا فضل حق نے مولانا اسمٰعیل کی شہادت پر جو بیان دیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیرآبادی علماء ہرگز بریلوی عقائد کے نہ تھے۔ اور ان کا مولانا اسمٰعیل شہید سے فاصلہ کوئی قطعی درجے کا نہ تھا۔

لیکن افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نے ان کے ان اختلافات کو بہانہ بنا کر ایک پوری فرقہ بندی ترتیب دے دی۔ اور اپنے آپ کو مولانا فضل حق خیرآبادی سے غلط طور پر نسبت کیا، اس سے اب انہیں محدثین دہلی کے سلسلہ سے استفسار کی ضرورت نہ رہی انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بعد شاہ محمد اسحٰق اور اس سلسلہ کے جملہ محدثین سے ٹکر لے لی اور ان کے پیرو آج تک اس لکیر کو پیٹتے چلے آرہے ہیں۔ بریلوی علماء کی مولانا فضل حق سے عقیدت ملاحظہ ہو:۔

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہاشمی میاں کچھوچھوی کا یہ بیان دیکھئے:

حضرت علامہ (فضل حق خیرآبادی) اور آپ کے تمام ساتھی سنی بریلوی علماء نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ (ماہنامہ المیزان بمبئی۔ احمد رضا نمبر ص ۳۸۷)

بریلویوں کو آزادی ہند کی تحریک میں داخل کرنے کے لئے یہ مکڑی کا جالا بنا جا رہا ہے؟ محض اس لئے کہ کسی طرح مولانا احمد رضا خاں سے پروبرٹش ہونے کا لیبل اتارا جا سکے یاد رہے کہ جس وقت مولانا فضل حق نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا اس وقت مولانا احمد رضا خاں پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ نہ سنی بریلوی علماء کے نام سے اس وقت کوئی گروہ علماء موجود تھا۔

پھر اس امام احمد رضا نمبر کے آخری صفحہ پر ماہنامہ المیزان کا یہ اعلان بھی قابل مطالعہ ہے۔

المیزان کا آئندہ نمبر علامہ فضل حق نمبر ہوگا ص ۲۴۲

اس اعلان پر ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء کی تاریخ درج ہے اب ہم ۱۹۹۹ء سے گزر رہے ہیں۔ بریلویوں کے اس اعلان کو بائیس ۲۲ سال ہوگئے مگر وہ علامہ فضل حق نمبر ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ علامہ فضل حق کے یہ جعلی وارث ابھی تک انہیں بریلوی قالب میں نہیں لا سکے۔ اور نہ وہ کبھی انہیں بریلوی عقائد کا ثابت کر سکیں گے۔ مولانا اسمٰعیل کی شہادت پر انہوں نے جو بیان دیا وہ تاریخ کے اندھیروں میں روشنی کا مینار ہے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بھی اسی لئے ان دونوں بزرگوں کو اللہ کے ہاں اجر یافتہ کہتے تھے۔

ہم مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں خیر آبادی سلسلہ کے نامور عالم مولانا معین الدین چشتی اجمیری کی دو کتابیں (۱) القول الاظہر اور (۲) تجلیات، ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔ جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے رد میں لکھیں اور انہوں نے خاں صاحب کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ شاید آج تک بریلویت کے کسی مخالف نے ان کی اتنی تواضع نہ کی ہوگی۔

ان مولانا معین الدین اجمیری کا تعارف بریلویوں کے مذکورہ بالا المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر میں اس طرح دیا گیا ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ

حضرت مولانا معین الدین اجمیری بھی انگریزوں کی مخالفت میں اور برطانوی استبداد سے مسلمانوں کی آزادی میں مولانا فضل حق مرحوم کی تحریک آزادی کے ممتاز رہنما تھے۔ مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا۔ وہ آپ کی گرانقدر کتاب ہنگامہ اجمیر سے ظاہر ہے (المیزان ص ۳۹۶)

انہیں مولانا معین الدین اجمیری نے اپنی کتاب تجلیات انوار الیقین میں مولانا احمد رضا خاں کو ایک پہلو سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ رکھا ہے اور اسے آپ مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں دیکھ آئے ہیں۔

اب پیشتر اس کے کہ ہم ثابت کریں کہ مولانا احمد رضا خاں کا کوئی اعتقادی رشتہ مولانا فضل حق خیر

آبادی سے نہ تھا ہم پہلے خیرآبادی علماء کا ایک مختصر علمی شجرہ ہدیۂ قارئین کئے دیتے ہیں۔ اس ترتیب سے مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں خیرآبادی علماء کے خیالات معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

خیرآبادی علماء کا ایک مختصر علمی شجرہ

۱۔ مولانا فضل امام خیرآبادی

۲۔ مولانا فضل حق خیرآبادی

۳۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی (۱۳۱۸ھ)

۴۔ مولانا معین الدین اجمیری (۱۳۵۹ھ)

۵۔ مولانا برکات احمد بن دائم علی (۱۳۷۷ھ)

٦۔ حکیم محمود احمد برکاتی (کراچی) مؤلف حیات شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں حضرت شاہ محمد اسحٰق پر بھی اسی طرح برستے رہے اور ان کے خلاف کتابیں لکھتے رہے۔ جس طرح وہ مولانا اسمٰعیل کے خلاف لٹھ لئے پہلوان کا کردار ادا کرتے رہے تھے۔ اب ان خیرآبادی حضرات کا حیات شاہ محمد اسحٰق جیسی کتابیں لکھنا بتلاتا ہے کہ یہ حضرات ہرگز بریلوی عقائد کے نہ تھے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ آپ ان حضرات سے شروع سے کچھ تعارف کرتے چلیں۔

مولانا فضل امام خیرآبادی

سید قاسم محمود انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مولانا فضل امام کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جن کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے دہلی کے مفتی اور صدر الصدور کا منصب دیا تھا ۱۸۲۷ میں آپ اس عہدہ سے الگ ہو گئے اور ان کے تلمیذ خاص مفتی صدر الدین آزردہ ۱۸۸۵ء صدر الصدور کے منصب پر فائز ہوئے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ ۱۸۲۷ میں خود برطانیہ کے اس اتحاد سے نکلے تھے ایسا ہوتا تو ان کے خاص شاگرد کبھی اس منصب پر نہ آتے۔ اور پھر ان کے بیٹے مولانا فضل حق خیرآبادی کبھی کمشنر دہلی کے

سررشتہ دار کی حیثیت سے انگریزی ملازمت قبول نہ کرتے۔اسی انسائیکلو پیڈیا کے اگلے صفحہ پر مولانا فضل حق کے تذکرہ میں ہے:۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں کمشنر دہلی کے سررشتہ دار کی حیثیت سے ملازم رہے(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص۱۱۶۶)

مولانا فضل حق نے جب مولانا اسمٰعیل شہید کی مخالفت سے رجوع کیا تو انگریز آپ سے ناراض ہوگئے تاہم یہ سعادت آپ کے نام لکھی تھی کہ آپ مجاہد فی سبیل اللہ مولانا اسمٰعیل شہید کی مخالفت سے رجوع کریں۔اور علماء بدایوں کا ساتھ نہ دیں گے۔آپ طلبہ کو پڑھا رہے تھے کہ آپ نے بالاکوٹ میں مولانا اسمٰعیل شہید کے شہید ہونے کی خبر سنی آپ نے سبق پڑھانا چھوڑ دیا اور فرمایا:۔

اسمٰعیل کو ہم مولوی ہی نہیں مانتے تھے۔وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شئے ایسی نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دود چراغ کھا کر اور اسمٰعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد خداداد سے(الحیاۃ ص۱۱۰)

مولانا امیر شاہ خاں مفتی عنایت اللہؒ سے روایت کرتے ہیں۔وہ مولانا خیر آبادی سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:۔

مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا۔مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے۔یہ میرے اپنے اعمال کی سزا ہے۔(امیر الروایات ص۱۶)

وہ غلطی کیا تھی جو مولانا سے سرزد ہوئی تھی وہ انگریزوں سے تعلقات تھے بریلوی اسی پہلو سے اپنے آپ کو مولانا فضل حق کا پیرو کہتے ہیں لیکن ان کا یہ زعم درست نہیں یہ اس لئے کہ وہ تو اپنے اس اساسی موقف سے رجوع کر چکے تھے۔مولانا نے جب حق کی طرف رجوع فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حق گوئی کا یہ ثمرہ دیا کہ ان کے بیٹے مولانا علامہ عبدالحق خیر آبادی نے مولانا اسمٰعیل کی مخالفت کو جو علماء بدایوں ردوھابیہ کے نام سے کر رہے تھے ایک خبط کا نام دیا۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جب منطق پڑھنے کے لئے حضرت علامہ عبدالحق کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو ان کی جو ملاقات ان سے ہوئی اس کا ذکر بریلویوں کے ماہنامہ المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں اس طرح ہے:۔

(مولانا عبدالحق نے) پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس وتصنیف اور افتاء پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وھابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی رد وھابیت کرتے ہیں۔ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ (المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۳۲)

یہ مولانا فضل رسول کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی کی طرف اشارہ تھا جو دن رات بغیر سوچے کہ ہندوستان میں شیخ محمد بن عبدالوھاب کہاں سے آنکلے کہ یہ لوگ ردّ وھابیہ میں لگے رہتے تھے۔ یہ بات سوچنے کی ہے حالانکہ اس وقت تک ہندوستان میں کوئی وھابی نہ آیا تھا۔ کہ اس سے کسی فرقے کی ابتداء کی جاسکے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ علامہ عبدالحق خیرآبادی کے نزدیک مولانا عبدالقادر بدایونی ہوں یا احمد رضا خاں بریلوی یا کوئی اور جو ہندوستان میں شیخ محمد بن عبدالوھاب کے آنے اور وھابیت لانے کا دعویٰ کرے ایسا شخص علامہ عبدالحق کی نظر میں ایک خبطی سے زیادہ کسی بڑی پوزیشن میں نہیں آسکتا تھا۔

علامہ عبدالحق کو مولانا اسمٰعیل اور اپنے باپ مولانا فضل حق کے اختلاف کا بھی علم تھا۔اگر وہ اختلاف مخالفت کے درجے کا ہوتا تو علامہ عبدالحق احمد رضا خاں کے اس جواب سے خوش ہوتے معلوم ہوا ان کے ہاں یہ اختلاف محض ایک علمی درجے کا تھا۔ وہی مخالفت جو اس وقت علماء بدایوں نے کرادی تھی اس میں مولانا فضل حق خود اپنی غلطی کا اقرار کرچکے تھے۔اور اب ان کا دل مولانا اسمٰعیل شہید کے بارے میں بالکل صاف تھا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ مولانا احمد رضا خاں کی مولانا فضل حق خیرآبادی سے ہرگز کوئی علمی نسبت نہ تھی اور نہ مولانا احمد رضا خاں ان کے عقیدے کے تھے یہی وجہ ہے کہ آج بریلوی علامہ عبدالحق خیرآبادی کو بھی اہل سنت میں سے نہیں سمجھتے۔

ایک سوال: جس طرح بریلوی دیوبندیوں کے خلاف ہیں اسی طرح وہ خیرآبادی حضرات کے بھی خلاف ہیں وہ انہیں بھی اہل سنت میں سے نہ سمجھتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں مولانا علامہ عبدالحق خیرآبادی کو اہل سنت میں سے سمجھتے تھے یا نہیں اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں کا وہ جواب ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے ان سے منطق نہ پڑھ سکنے کے بارے میں دیا آپ نے کہا:۔

آپ کی باتوں کو سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علماء اہل سنت کی توہین ہے۔

اس میں اس بات کا صاف اقرار ہے کہ وہ خیرآبادی علماء کو علماء اہل سنت میں سے نہیں سمجھ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ مولانا احمد رضا خاں پھر ساری عمر کہیں منطق نہ پڑھ سکے۔ فتویٰ نویسی کا کام آپ نے درسی کتابوں کی تکمیل کے بغیر ہی شروع کر دیا تھا۔ ایسا نہ ہوتا تو ان کے فتاویٰ عام لوگوں میں ضرور مقبول ہوتے۔

علامہ عبدالحق خیرآبادی کے شاگردوں میں مولانا علامہ معین الدین اجمیری نے زیادہ شہرت پائی آپ سے مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کو کافر کہنے کی گذارش کی آپ نے اسے یکسر ٹھکرا دیا۔ اور علماء دیوبند کو برسر عام مسلمان کہا۔ آپ نے جس طرح تجلیات انوار المعین میں مولانا احمد رضا خان کی گت بنائی ہے یہ شاید ہی آپ کو کسی دوسری کتاب میں ملے۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی کے دوسرے نامور شاگرد مولانا برکات احمد ٹونکی تھے مولانا برکات احمد پر ان کے پوتے مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے برکات احمد کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

مولانا برکات احمد مولانا دائم علی کے بیٹے تھے آپ ۱۸۶۹ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے صحاح ستہ مولانا ایوب بن قمرالدین پھلتی سے پڑھیں۔ آپ غیر مقلدین کے سخت خلاف تھے تصوف میں آپ کی کتابیں الانہار الاربعہ فی التصوف اور القول الضابط فی تحقیق الوجود الرابط بہت مشہور ہیں آپ نے جامع ترمذی پر بھی ایک حاشیہ لکھا ہے آپ کے والد گرامی مولانا حکیم دائم علی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مخلص احباب میں سے تھے حکیم دائم علی ایک دفعہ اپنے بیٹے مولانا برکات احمد کو مولانا محمد قاسم کی زیارت کے لئے دیوبند لے گئے تھے۔ مولانا برکات احمد نے یہ قصہ اپنے بیٹے مولانا حکیم محمود احمد کو اس طرح سنایا:۔

''والد ماجد (مولانا حکیم دائم علی ۱۳۲۵ھ) مولانا محمد قاسم کے خواجہ تاش تھے (مولانا حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ تھے) اسی لئے ایک بار مجھے ان سے ملانے کے دیوبند لے گئے۔ جب ہم پہنچے تو مولانا چھتہ کی مسجد میں سو رہے تھے۔ مگر اس حالت میں ان کا قلب ذاکر تھا اور ذکر بھی بالجبر کر رہا تھا۔''

یہ مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی مولانا اسمٰعیل شہید کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

''شاہ محمد اسمٰعیل جید عالم تھے۔ ان کے ذہن میں حدت تھی حافظہ قوی تھا علوم مستحضر تھے۔ دماغ نکتہ رس تھا۔ بلند کردار اور متقی تھے اور ان کی پوری زندگی اخیار و صلحاء کی سی زندگی تھی۔ اپنی جان تو انہوں نے اس شان سے جان آفریں کے سپرد کی اور اس ذوق وشوق سے لیلائے شہادت کو لبیک کہا کہ ہر مومن کے دل سے آواز آتی ہے۔'' (یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہرگز خیرآبادی علماء کے ہم مسلک نہ تھے خیرآبادی علماء، علماء دیوبند سے کوئی زیادہ فاصلے پر نہ تھے یہ علماء دیوبند کو اہل سنت والجماعت میں سے سمجھتے تھے خیرآبادی علماء مولانا اسمٰعیل کو شہید فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں۔ اور سکھوں کو برا سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں ان سکھوں کو اہل خیر میں سے سمجھتے تھے۔ جنہوں نے مولانا اسمٰعیل کو بالاکوٹ میں شہید کیا۔ مولانا احمد رضا خاں کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:۔

وہ جسے وھابیہ نے دیا ہے لقب ذبیح وشہید کا
وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ قتیل تیغ خیار ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کس طرح کھلے طور پر سکھوں کو اہل خیر میں سے سمجھتے تھے۔

2 اس تفصیل کی روشنی میں یہ کہنا کہ بریلویت خیرآبادی علماء کے سائے میں آگے بڑھی ہے۔ یہ ایک بڑا

تاریخی جھوٹ ہے اور اس کا درجہ ان جھوٹوں سے کسی درجہ کم نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف گھڑے اور انہیں بیک وقت اسلام سے باہر لا کھڑا کیا۔

مولانا فضل امام خیرآبادی کے شاگرد صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ (۱۲۸۵ھ) میں مولانا اسمٰعیل شہید کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

مولوی اسمٰعیل کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا یہ لوگ ان میں سے ہیں جن کے بارے میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے پ۴ آل عمران میں فرمایا:

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايماناً و قالوا حسبنا الله (فضائل عالم باعمل ص ۵)

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں لوگوں نے کہا لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں ان سے ڈرو اس چیز نے ان کے ایمان کو اور بڑھایا اور انہوں نے کہا ہمارے لیئے اللہ کافی ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے جب مسئلہ امتناع النظیر میں مولانا اسمٰعیل کی مخالفت کی تو اس وقت بھی مولانا فضل حق کے کئی دوسرے شاگرد (جیسے مولانا سراج الدین لکھنوی) مولانا فضل حق کے ساتھ نہ تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل کے ساتھ تھے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ یہ ایک محض علمی اختلاف تھا یہ کوئی دو فرقوں کا اختلاف نہ تھا جیسا کہ بریلویوں نے اسے مشہور کر رکھا ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے زمانہ اختلاف میں جو دلائل امتناع نظیر پر دیئے تھے مولانا سید امیر احمد سہسوانی (۱۳۴۵ھ) نے اس کے جواب میں "نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ لسمٰعیل" لکھی۔ اور امکان و امتناع کا یہ اختلاف یکسر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب مولانا فضل حق خیرآبادی بھی مولانا اسمٰعیل کی عظمت کے اعتراف میں ان کے کسی دوسرے معتقد سے پیچھے نہ تھے۔

باب دوم

مولانا احمد رضا خاں سرزمین حجاز میں

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

ہندوستان میں علم کی مسند حضرت شاہ عبدالعزیز کے خاندان میں چلی آ رہی تھی کہ انگریز اس ملک میں داخل ہوئے آپ کے دادا شاہ عبدالرحیم اورنگ زیب کے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک رہے تھے۔ سو اس خاندان کی ایک علمی وجاہت تھی۔ ہندوستان میں جہاں بھی فقہ و حدیث کا درس تھا اس میں صرف اسی خاندان کا نام چلتا تھا یہ علماء عقیدہ میں اہل سنت کا مرکز سمجھے جاتے تھے اور ان کا فتویٰ سند تھا۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم اس گھر کو بیت علم الحنفیہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسحاق اسی خاندان دہلی کے چشم و چراغ تھے حضرت سید احمد شہید حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ تھے حضرت شاہ صاحب کے بعد آپ کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق آپ کے علمی جانشین بنے ہندوستان میں اس خاندان کے خلاف اوّلاً صرف شیعہ ریاستیں تھیں لیکن انگریزوں کے آنے پر بدایوں شہر کے اہل سنت کو بھی اس خاندان کے خلاف کر لیا گیا مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) سے ان اختلافات کا آغاز ہوا پھر ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی اور بریلی کے مولانا احمد رضا خاں نے مل کر اس محاذ کو سنبھالا۔ مولانا احمد رضا خاں نے پچاس سال اس محاذ پر لگائے یہاں تک کہ ہندوستان کے اہل سنت کے دو ٹکڑے ہو گئے ان کے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے بڑی بڑی کوششیں ہوئیں مگر افسوس کہ ان دو کے درمیان جو دیوار کھڑی ہو چکی تھی وہ ابھی تک پوری نہیں گری اور یہ صحیح ہے کہ جس تحریک کے پیچھے خود حکومت کا ہاتھ ہو وہ کبھی ٹھنڈا ہو نہیں پاتی۔

دہلی کے اس علمی خاندان کو بے وقار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا دہلی کے یہ علماء کرام انگریزوں کے سیاسی تسلط کے حق میں نہ تھے سو انگریزی دستبرد سے دہلی کی یہ مسند علمی اپنی جگہ پر نہ رہی اب اس

خاندان کے علمی جانشین دیو بند چلے آئے علماء دیو بند کی دوسری صف کا دور تھا کہ بریلی سے مولانا احمد رضا خاں ان کے خلاف اٹھے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اسلامیانِ ہند کے دل و دماغ سے دہلی اور دیو بند کے محدثین اور فقہاء کا اثر و رسوخ ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کسی ان سے بھی بڑے مرکز کو اپنے حق میں استعمال نہ کیا جائے ان سے بڑا مرکزِ اسلام مکہ اور مدینہ کے علمی مراکز تھے یہ وہ ضرورت تھی جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں سرزمین حجاز پہنچے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے علماء دیو بند کے خلاف وہ تلوار چلائی کہ اب ہندوستان میں اہل سنت دو حصوں میں منقسم ہو گئے اس تلوار کا نام مولانا احمد رضا خاں نے خود ''حسام الحرمین'' رکھا یعنی ''حرم مکہ اور حرم مدینہ میں سونتی گئی تلوار'' اور انہیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ یہاں تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ یہ ۱۳۲۴ھ کی بات ہے اب اس وقت ہم ۱۴۲۴ھ سے گزر رہے ہیں اور اب مولانا احمد رضا خاں کے اس سانحہ کو پوری ایک صدی گزر چکی ہے۔

حجاز میں پہلے سے دیو بند کے کون لوگ موجود تھے

۱۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی (۱۳۷۷ھ) کے والد ماجد مولانا سید حبیب اللہ اپنے آبائی وطن فیض آباد کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آباد ہو چکے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید احمد اور مولانا حسین احمد ۱۲۹۳ھ میں حج پر حجاز آئے اور مکہ اور مدینہ میں آپ کی خاصی علمی شہرت ہوئی حضرت مولانا حسین احمد اب یہاں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کا زیادہ وقت علماء و طلبہ میں گزرتا تھا۔

۲۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۳۲۳ھ میں دوسری بار سفر حج پر حجاز آئے اس سفر میں ہردوئی (ہندوستان) کے اور ایک مشہور بزرگ شاہ سراج الیقین سجادہ نشین درگاہ کرسی شریف آپ کے ساتھ تھے انہوں نے اپنے اس سفر کے حالات میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ تفصیل سے ذکر کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

میں نہیں کہہ سکتا ارباب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ میں جاری رہتا تھا حتیٰ کہ جب آپ عازمِ حرمِ محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھوں میں لئے ہوئے

اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ (زیارت خانہ زیارت اولیاء کاملین صفحہ ۲۳ فخر المطابع لکھنو طبع ۱۹۱۴ء)
سو حجاز میں علماء دیوبند پہلے پہنچے ہوئے تھے مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۳ھ کے اواخر میں حجاز آئے انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف علماء حجاز کو مغالطہ دینے کے لئے علماء دیوبند کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو ملایا اور دونوں کا اکٹھا ذکر کیا تا کہ علماء کو جو نفرت مرزا غلام احمد سے ہے اس سے علماء دیوبند کے خلاف دوری پیدا کرنے کی راہ ہموار کی جائے۔ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی کچھ اردو عبارات اپنے مطالب کے موافق عربی ترجمہ کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیں اور ان حضرات سے مشروط پیرائے میں ان کے خلاف فتویٰ کفر حاصل کیا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر ان علماء کے عقائد واقعی وہی ہیں جو سوال میں درج ہیں تو یہ لوگ واقعی کافر ہیں یہ شرطیہ پیرایہ جواب بتلاتا ہے کہ ان علماء حجاز کو ابھی تک علماء دیوبند کے عقائد و نظریات کی پوری تحقیق نہ ہو پائی تھی اور ان کے یہ جوابات سوالات کے مطابق تھے واقعات کے مطابق نہ تھے نہ علماء دیوبند کے یہ عقائد تھے حسام الحرمین میں جواب کی ایک عبارت ملاحظہ ہو:۔

هذا حكم هولاء الفرق ولا شخاص ان ثبت عنهم هذه المقالات الشنيعة
(حسام الحرمين صفحه ۲۲ ۔)
(ترجمہ) یہ حکم ہے ان فرقوں اور شخصوں کا اگر ان سے یہ شنیع باتیں ثابت ہوں۔
لفظ "اگر" پر دوبارہ نظر کریں' اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ علماء حرمین کا یہ فتوے کفر "اگر" سے مشروط ہے کہ واقعی یہ عقائد کفریہ ان حضرات سے ثابت ہوں جن کی طرف انہیں نسبت کیا گیا ہے اس شرط کے ثابت ہوتے ہوئے حسام الحرمین کے ان فتووں کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی اور یہ دیکھنا پھر سے لازم ہو جاتا ہے کہ کیا یہ عقائد واقعی ان حضرات کے ہیں جن کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے یا یہ صرف مولانا احمد رضا خاں کے اپنے شوق تکفیر کی چلبلاہٹ ہے جو انگریزی دور کی ایک تاریخی یاد بن کر رہ گئی ہے۔

ایک دوسرے عالم کا جواب بھی شرطیہ پیرائے میں

ایک دوسرے عالم عمر بن حمدان الحرسی المالکی بھی لکھتے ہیں:

فهؤلاء ان ثبت عنهم ماذکرہ هذا الشیخ من ادعاء النبوۃالقادیانی و انتقاص النبی صلی اللہ علیه وسلم من رشید احمد و خلیل احمد و اشرف علی المذکورین فلاشك فی کفرهم (ایضاً صفحه ۲۰۶)

(ترجمہ) ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہوں جو اس شیخ نے ذکر کیں جیسے قادیانی کا دعویٰ نبوت اور رشید احمد اور خلیل احمد اور اشرف علی کا حضور کی تنقیص کرنا تو کچھ شک نہیں ہوسکتا ان کے کفر میں۔

مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد بھی لکھتے ہیں۔

فانّ من قال بهذه الاقوال معتقداً لها کما هی مبسوطه فی هذه الرسالة فلا شبّهة انّه من الکفرة الضالین المضلین (ایضاً ص ۱۲۰)

(ترجمہ) سو جو شخص یہ باتیں ان کا اعتقاد رکھ کر کرے جیسا کہ یہ اس رسالہ میں مبسوط ہیں تو اس میں شک نہیں کہ وہ کافروں میں سے ہے۔ جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔

جلیل القدر مالکی عالم علامہ محمد علی بن حسین کا جواب بھی سنیئے:

فاذا هو کما قال ذلك الهمام یوجب ارتداد هم فهم یستحقون الوبال (ایضاً ص ۱۲۸)

(ترجمہ) سو جب وہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے تو اس سے انہیں مرتد قرار دینا واجب ٹھہرتا ہے۔ سو وہ سزا کے مستحق ہیں۔

اب مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے ان کی بات بھی سن لیں، لکھتے ہیں:۔

ان ائمة الضلال الذین سمیتهم کما قلت و مقالك فیهم بالقبول حقیق فیهم والحال ما ذکرت مار قون من الدین (حسام الحرمین ص ۱۴۲)

(ترجمہ) اور بے شک گمراہی کے وہ پیشوا جن کا تم نے نام لیا ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا تو تم نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا سزاوار قبول ہے وہ دین سے باہر ہیں (اور اسلام سے نکلے ہوئے ہیں)

یہاں بھی فتویٰ اسی شرط سے مشروط ہے کہ جو باتیں تم نے ان کے بارے میں کہیں قبول کی جاسکیں تو بے شک ان پر فتویٰ کفر ہے۔

ان فتویٰ دینے والوں میں سے ایک نے بھی نہیں لکھا کہ ہم نے علماء دیوبند کی یہ اصل کتابیں دیکھی ہیں اور ہم اردو جانتے ہیں اور ہم نے ان حوالوں کو ایسا ہی پایا ہے۔

یا یہ کہا ہو کہ ہم نے اس ترجمہ کے صحیح ہونے کی کسی دوسرے اردو دان سے تصدیق کرالی ہے اور مولانا احمد رضا خاں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ صحیح ہے۔

جب علماء حرمین کو علماء دیوبند کی اصل کتابوں کو دیکھنے اور ان کے ترجمہ کی تصدیق حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تو پھر ان مشروط فتووں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ یہ اب آپ ہی سوچیں۔

شیخ توفیق شبلی کی تقریظ حسام الحرمین کی آخری تصدیق ہے انہوں نے بھی صاف لکھ دیا ہے کہ جب وہ باتیں جو ان علماء کی طرف منسوب ہیں واقعی ان میں پائی جائیں تو ان پر حکم کفر لازم سمجھا جائے۔

فاذا ثبت و تحقق ما نسب الیٰ هولاء القوم و هم غلام احمد القادیانی و قاسم النانوتوی و رشید احمد الکنکوہی و خلیل احمد الا نبهتی و اشرف علی التانوی و اتباعهم مما هو مبین فی السوال فعند ذلك یحکم بکفرهم و اجراء احکام المرتدین علیهم (حسام الحرمین ۲۳۸)

(ترجمہ) پس جب ثابت ہو جائے اور تحقیق میں آجائے کہ جو عقائد ان لوگوں کی طرف (علمائے دیوبند کی طرف) منسوب کئے گئے ہیں وہ واقعی ان کے عقائد ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کئے گئے ہیں تو اس صورت میں ان کے کفر کا حکم کیا جائے گا اور مرتدوں کا جو حکم ہے ان پر جاری کیا جائے۔

اس آخری تقریظ نے ساری حسام الحرمین پر پانی پھیر دیا ہے اس سے پہلے کسی عالم نے جلدی میں اتنی وضاحت نہ بھی کی ہو تو یہ آخری تقریظ پہلی سب غلطیوں کو دھو گئی۔ اہل علم کے ہاں اعتبار آخری بات کا ہوتا ہے سو یہ علماء حرمین کے فتاویٰ آخر تک مشروط ہی رہے۔ جس نے بھی بغیر تحقیق ان پر حکم کفر کیا یہ آخری تقریظ ان سب کو بہا کر لے گئی ہے۔ موصوف اس پر یہ شرط لگانے کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

و انما قیدنا بالثبوت و التحقیق لان التکفیر فجاجة خطر و مهایعة و عرة

(ترجمہ) ہم نے ثبوت ملنے اور تحقیق ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ تکفیر ایک بڑی خطرناک راہ ہے اور ایسی راہ ہے جو بہت دشوار گزار ہے۔

یہ حضرات تو اپنے جوابات میں ان شرائط و قیود کو لانے میں اصل صورت حال کی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے لیکن جوں جوں یہ شروط و قیود سامنے آتی رہیں ان سوالات کے مطابق واقعات ہونے کا بوجھ مولانا احمد رضا خاں پر اور بڑھتا گیا رہی یہ بات کہ خاں صاحب کو اپنے اس جملہ تکفیر کی کیا ضرورت تھی اس کے لئے اس دور کے سیاسی پس منظر اور انگریزوں کی اس پالیسی کو جاننا بہت ضروری ہے کہ رعایا کو تقسیم کرو اور اپنے ہاتھ مضبوط کرو۔

وقت کا سیاسی پس منظر

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی علماء دیوبند کا موقف یہ تھا کہ جس طرح بھی بن آئے مسلمانوں میں خلافت ٹوٹنے نہ دی جائے سو وہ خلافت عثمانیہ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے ترکی اس بین الاقوامی جنگ میں جرمنی کے ساتھ تھا ترک اس لئے جرمنوں کے ساتھ تھے کہ کوئی تو یورپ سے انگریزوں کے خلاف اٹھا ہے ان کے پیش نظر اصل مخالفت انگریزوں کی تھی اور ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کو خوب سمجھتے تھے کسی مغالطے میں نہ تھے۔

دیوبندی ہندوستان میں

شیخ الہند مولانا محمود حسن تحریک خلافت کے سربراہ تھے اور خلافت عثمانیہ کو باقی رکھنے میں پورے ہندوستان کے قائد تھے ترکی دور حکومت میں آپ مکہ گئے مگر اب وہاں ترکوں کے خلاف بغاوت ہو چکی تھی اور آپ مالٹا میں قید کر لئے گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں خلافت عثمانیہ کے خلاف شریف مکہ کے حلیف تھے جس نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی اور خلافت کو توڑا تھا سیاسی دنیا میں اسی لئے ان کو پرو برٹش کہتے تھے جرمنوں کی شکست کے ساتھ ہی ترکی خلافت ٹوٹ گئی اور مکہ میں چند دنوں کے لئے شریف کی اپنی حکومت قائم ہو گئی مولانا احمد رضا کے بیٹے مصطفےٰ رضا خاں نے شریف کے حق میں "الحجۃ الواھرہ مطبع حسنی پریس بریلی ۱۳۴۲ھ" کے سرورق پہ یہ الفاظ لکھے تھے:

حضرت شریف بورك في شرفه

(ترجمہ) شریف کے شرف میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔

ڈاکٹر اقبال شریف مکہ کے سخت خلاف تھے اور اس بات کو بالکل ناپسند کرتے تھے کہ انگریزوں کی حمایت میں ترکوں کی مخالفت کی جائے، مولانا احمد رضا خاں کھلے طور پر ترکوں کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور آستانہ بریلی اس میں پیش پیش تھا اور ان کے سامنے صرف انگریزوں کا استحکام وقت کی سیاسی ضرورت تھی۔

کراچی کے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے مجلّہ معارف رضا کے شمارہ ۱۴۱۲ھ میں ہے:۔

امام احمد رضا خاں سے ترکی کے حکمرانوں کی حالت چھپی نہ تھی وہ اسے سلطان (جس نے غلبہ کیا ہو) تو سمجھتے تھے مگر خلافت اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہ تھے شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لئے شرائط ہیں (جیسے قریشی ہونا) اور اس کی اتباع وحمایت کے احکام جدا جدا ہیں۔ (ص ۱۸۷)

اس وقت موضوع خلیفہ کا انتخاب نہ تھا کہ شرائط کی بحث چلائی جائے موضوع وقت خلافت کا بقا تھا یہ خلافت اس جہت سے آ گئی تھی کہ آخری عباسی خلیفہ نے خود یہ ذمہ داری آل عثمان کے سپرد کی تھی اور وہ مدت سے خلافت کا پرچم اٹھائے چلے آ رہے تھے ایسے وقت میں خلافت کی شرائط کو چھیڑنا ایک سیاسی کاروبار تو ہوسکتا ہے کوئی مسلمان اسے کوئی علمی خدمت نہیں کہہ سکتا۔

جب مصطفےٰ کمال نے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کیا تو بریلویوں نے اس کا کس طرح خیر مقدم کیا اسے مجلّہ معارف رضا کے مذکورہ پرچے میں ہی دیکھئے:۔

ترکی کے اندر مصطفےٰ کمال نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ (ایضاً ص ۱۸۷)

یہ ترکی کی نشاۃ ثانیہ کیا تھی جس کا مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے خیر مقدم کر رہے ہیں یہ اذان اور تلاوت اور خطبہ کو عربی سے نکالنا ہے عربوں (شریف) نے ترکوں کو عرب سے نکالا مصطفےٰ کمال

نے اپنی سیاست کی ابتداعربی کو دین سے نکالنے سے کی۔ بریلویوں کا موقف یہی رہا تھا مصطفےٰ کمال نے آگ اور خون کے دریا کو عبور کرلیا ہے۔

ہم اس کی پوری تفصیل مطالعہ کی جلد دوم میں دے آئے ہیں یہاں بس اتنا یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے صاحبزادوں نے جس طرح خلافت عثمانیہ کی مخالفت کی اسلام کا کوئی بہی خواہ اس کی تائید نہیں کرسکتا وقت کے دانشور اور سب سیاسی عمائد اس وقت خلافت کی بقاء چاہتے تھے۔

ڈاکٹر اقبال نے خلافت کی مخالفت اور حمایت کا یہ حاصل بیان کیا ہے:۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰؐ خاک وخوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

اس وقت ان حالات میں حجاز کی سیاسی صورت حال مولانا احمد رضا خاں کے حق میں تھی شریف مکہ کو ترکوں کی طرف سے مکہ کا حکمران بنا تھا مگر اندر سے وہ انگریزوں کے ساتھ ملا ہوا تھا یہی وہ وقت تھا جب مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز پہنچے اور حکومت کے اثر ورسوخ کو علماء دیوبند سے نفرت پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ ہندوستان میں علماء دیوبند نے ترکوں کا ساتھ دیا شریف مکہ کا نہیں انگریز حکومت چاہتی تھی کہ ہندوستان میں جس طرح بھی ہو سکے علماء دیوبند کا اثر ورسوخ کم کیا جائے اور لوگ زیادہ سے زیادہ مولانا احمد رضا خاں کو اس صدی کا مجدد مان لیں قادیان میں مرزا غلام احمد نے نبوت کے منصب کو سنبھالا ہوا تھا اور وہ اس سے بھی آگے جا رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں خدا بنے دیکھا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اپنے پیروؤں کو کہا کہ میں بھی خدا کی طرف سے تمہاری پیشوائی کرنے آیا ہوں:۔

ولاهل السنة من الله احمد رضا

(ترجمہ) اور تمہارے لئے خدا کی طرف سے احمد رضا مقرر ہوا ہے۔ (رماح القہار علی کفر الکفار تاریخی نام ۱۳۳۸ھ صفحہ ۶ مطبع اہل سنت جماعت بریلی)

آ...نائی قیادت کے یہ دونوں ڈھویدار اپنے اپنے دائروں میں انگریزوں کی پوری پشت پناہی کررہے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں پذیرائی

مولانا احمد رضا خاں جب علماء دیوبند کے خلاف تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز گئے تا کہ وہاں کے علماء سے اس کی تصدیقات حاصل کر سکیں تو اس وقت وہاں شریف کا اقتدار تھا یہ وہی ہاشمی تھا جس پر ڈاکٹر اقبال نے تنقید کی تھی۔

علمائے حرمین نے شریف کے زیر اثر مولانا احمد رضا خاں کو بڑے بڑے القاب سے نوازا لیکن یہ بات ان کے سامنے نہ تھی کہ علماء دیوبند وہی عقائد رکھتے ہیں جو علماء حجاز کے ہیں سیاسی اختلاف نے مسلمانوں کے عقائد میں کوئی تقسیم روا نہیں رکھی سیاسی طور پر عرب گو ترکوں کے خلاف ہو رہے تھے۔ مگر وہ کسی قیمت پر توحید و سنت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء حرمین نے مولانا احمد رضا خاں کے شرکیہ عقائد کا ساتھ نہ دیا اور انہوں نے علماء دیوبند کے عقائد خود ان سے معلوم کئے اور مولانا احمد رضا خاں کے نقل کردہ حوالوں پر اعتماد نہ کیا۔ حقیقت حال کھلنے پر انہوں نے مولانا احمد رضا خاں سے کھلے طور پر بیزاری کا اظہار کیا۔ بلکہ بعض علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے شرکیہ عقائد پر وہاں کتابیں بھی لکھ دیں۔ ان میں مدینہ منورہ کے بڑے عالم حضرت الشیخ سید احمد برزنجی کی کتاب ''غایة المامول'' لائق مطالعہ ہے۔

علماء حرمین اور علماء دیوبند میں اعتقاد کی ہم آہنگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدت سے حجاز میں رہ رہے تھے اور مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔ آپ نے دیوبند میں سات آٹھ سال تعلیم میں گزارے تھے اور آپ نے علمائے دیوبند کو بہت قریب سے دیکھا ہوا تھا علمائے حرمین کے عقائد بھی آپ سے چھپے نہ تھے۔ آپ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:۔

حضرات علماء کرام مدینہ منورہ پوری طرح سے عقائد وغیرہ میں اہل السنۃ والجماعۃ اور اکابر اسلاف کے متبع ہیں اور حضرات اکابر علماء دیوبند سہارنپور کے جملہ عقائد میں موافق ہیں جزئیات وکلیات میں سر مو تفاوت نہیں اس صورت حال میں یہ ناممکن تھا کہ علماء دیوبند سے ان کے عقائد دریافت کرنے

گے بعد بھی ان میں اور علماء دیوبند میں کچھ تفاوت رہے اور ایسا ہی ہوا۔ (الشہاب بصفحہ ۱۹۹ طبع لاہور)

علماء دیوبند نے انہیں اپنے عقائد لکھ دیئے ان کی اس دستاویز کا نام "المهند علی المفند" ہے اس پر اکابر علماء دیوبند نے دستخط کئے اس سے حسام الحرمین کا طلسم کلیۃً ٹوٹ گیا اور سوائے شیعہ کے ان بریلویوں کی حمایت میں کوئی نہ رہا۔ مولانا ظفر علی خاں اس ــــ سے یوں پردہ ہٹاتے ہیں۔

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج	لکھنو میں ہے دونوں کا قارورہ مل گیا
کندھا دیا جنازہ ملت کو ایک نے	اور ایک جا کے قبر پہ پتھر کی سل گیا
کھوئی گئی ملت بیضا کی آبرو	اور سنت مطہرہ کا پایہ ہل گیا

علماء مدینہ کا پہلا ردعمل

شریف مکہ میں اور مولانا احمد رضا خاں ہندوستان میں انگریزوں کے دل سے وفادار تھے اور انگریز مشرق وسطیٰ میں شریف کو اندر سے اپنا ساتھی بنا چکے تھے مسلمانوں کی خلافت ٹوٹنے کے قریب تھی اس کے جلدی بعد مولانا محمود حسن مالٹا میں قید کر لئے گئے اس دوران ہندوستان میں علماء دیوبند کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کی سخت ضرورت تھی اسی لئے مولانا احمد رضا خاں اس لئے اس تکفیری دستاویز (علمائے دیوبند کو کافر قرار دینے کی سکیم) کو لے کر علمائے حرمین کے پاس پہنچے تھے آپ نے ۱۳۲۳ھ میں یہ سفر حج اختیار کیا اور حج کے بعد ربیع الاول تک وہیں اپنی سیاسی محنت میں لگے رہے آپ نے ایک دو علماء کو اپنے ساتھ ملایا اور ان کے ذریعہ دوسرے علماء حرمین کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ مکہ کے شیخ صالح کمال اس مہم میں مولانا احمد رضا خاں کے خصوصی وکیل بنے۔

حجاز میں ۱۳۲۴ھ کے حالات

علماء حرمین اصل معتقدات میں علماء دیوبند کے موافق تھے گو سیاسی وجوہ سے وہ مولانا احمد رضا خاں کی عزت کرتے تھے لیکن خاں صاحب کے شرک و بدعت کے خیالات کو وہ کسی طرح ماننے کو تیار نہ تھے

علماء کی اکثریت مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ہو چکی تھی انہوں نے خاں صاحب کے خلاف ایک طویل محضر نامہ تیار کیا انہوں نے وہ جناب شیخ محمد صاحب نقشبندی کو دیا کہ وہ اسے شریف تک پہنچا دیں ان حالات کا ایک چشم دید گواہ بیان کرتا ہے۔

اس محضر نامہ پر بہت سے علماء حضرات کے دستخط اور مہریں تھیں کہ فلاں بن فلاں، فلاں شہر کا رہنے والا وہاں (جس جگہ مولانا احمد رضا خاں بیٹھتے تھے) حاضر ہوتا ہے یہ محض اعلیٰ درجہ کی خواہشات نفسانی اور بدعات شیطانی میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں کی عموماً اور علماء کرام اور فضلاء عظام کی خصوصاً تضلیل و تفسیق کرتا ہے اپنی شہرت اور خیالات فاسدہ سے سینکڑوں علماء کی تکفیر اور سب وشتم میں رسالے لکھے ہیں اور عقائد فاسدہ لوگوں میں پھیلاتا رہتا ہے۔

جناب شیخ احمد صاحب نقشبندی رامپوری اور مولوی منور علی صاحب گو مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے لیکن وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ ہندوستان سے آئے ایک عالم کی برسر عام بے عزتی ہو۔ انہوں نے اسے اپنی قومی حمیت کے خلاف جانا۔

خانہ کعبہ کے کنجی بردار شیخ شیبی کو بھی اطلاع ہوگئی۔

حضرت آفندی عبدالقادر اور شیبی کو جب اطلاع ہوئی کہ ایک شخص حجاز میں اس قسم کے عقائد پھیلا رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے انہوں نے شیخ محمد نقشبندی سے وہ محضر نامہ لے لیا اور کہا میں خود اسے شریف تک پہنچاؤں گا وہ چشم دید گواہ بیان کرتا ہے۔

شریف مکہ کا اس محضر پر ردعمل

الحاصل وہ محضر شریف کی خدمت میں پہنچا شریف بھی نہایت غضبناک ہوئے اور ارادہ اس شخص (مولانا احمد رضا خاں) کو قید کرنے کا کیا مجھے متعدد صحیح خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ اس ارادے پر شریف اور شیبی صاحب عزم بالجزم کئے ہوئے تھے مگر جناب شیخ محمد نقشبندی اور مولوی منور علی صاحب نے شیبی صاحب کو بہت سمجھایا کہ آپ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے اس کے خیالات وعقائد دریافت کریں شاید کہ اس نے ان سے توبہ کر لی ہو۔

چنانچہ شریف نے کہا کہ ان کے عقائد کے بارے میں ان سے سوال کرو چونکہ کوئی رسالہ اس مجدد بریلوی کا اس وقت موجود نہ تھا اس لئے فقط اس تقریظ کی نسبت جو انہوں نے کسی لاہوری مولوی کے رسالہ کے اخیر میں لکھی تھی اس میں ان سے تین سوال قائم کئے گئے تھے۔ (رجوم المذنبین ص ۲۰۳)

مولوی منور علی کو اندیشہ تھا کہ اگر احمد رضا خاں گرفتار کرلیا گیا تو انگریز کہیں شریف کے خلاف نہ ہو جائیں جس طرح انگروں کو حجاز میں شریف کی ضرورت تھی ہندوستان میں ان کو احمد رضا خاں کی ضرورت تھی اس وجہ سے مولوی منور علی نے شریف کو احمد رضا خاں کے گرفتار نہ کرنے کا مشورہ دیا۔

سوال جو مولانا احمد رضا خاں سے کئے گئے

۱۔تم نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اول سے ابد تک کی جملہ چیزیں معلوم ہیں

۲۔تم نے یہ لکھا ہے کہ مثقال ذرۃ بھی آپ سے غائب نہیں ہے۔ (آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں)

۳۔تم نے آخر میں لکھا ہے صلی اللہ علی من ھو الاول ولآخر والظاہر والباطن

مولانا احمد رضا خاں کے جوابات

مولانا احمد رضا خاں نے ان سوالوں کے یہ تحریری جوابات داخل کئے

۱۔ازل وابد سے میری مراد وہ نہیں جو کتب دینیہ اور دفاتر کلامیہ میں لی جاتی ہے میری مراد ازل سے ابتدائے دنیا ہے۔ (جب سے یہ دنیا بنی) اور ابد سے انتہائے دنیا میری مراد ہے۔

۲۔ میں نے مثقال ذرہ نہیں کہا ہے ترجمہ اردو سے عربی میں غلط کیا گیا ہے اس عبارت میں لفظ ذرہ بھر تھا۔

۳۔عبارت میں چھاپہ والوں سے غلطی ہوئی ہے میں نے لکھا تھا "صلی اللہ علی من ھو مظہر الاول ولآخر" مگر لفظ "مظہر" کا رہ گیا ہے۔

یہ تینوں جواب علمی سطح کے نہ تھے اس لئے علماء مدینہ ان سے مطمئن نہ ہو سکے سو فیصلہ یہی رہا کہ اس شخص کو یہاں سے نکال دیا جائے یہ صحیح ہے کہ علماء پہلے اس کفر کی دستاویز پر دستخط کر چکے تھے لیکن ان کا یہ عذر معقول تھا کہ وہ اردو نہ جانتے تھے کہ ان عبارات کو اصل کتابوں سے ملا کر دیکھ سکیں اور

انہوں نے اس کے عربی ترجمہ پر اعتماد کرلیا تھا اور یہ نہ جانا تھا کہ یہ ترجمہ اس شخص کا اپنا کیا ہوا ہے جو یہاں کسی نیک ارادہ سے نہیں آیا اور اس نے یہ ترجمہ نیک نیتی سے نہیں کیا تاہم انہوں نے چاہا کہ براہِ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد پر سوالات کریں بہت سے علماء نے کہا ہم نے اس شخص کی دستاویز پر ایک شرط سے دستخط کئے کہ ان علماء (دیوبند) کے عقائد اگر ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس تحریر میں لکھا گیا ہے۔تو ان پر یہ فتویٰ کفر صحیح ہے اور ان علماء کی ان تحقیقات سے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین کا بالکل تیاپانچا ہوگیا۔

عربوں کی ذہنی سلامتی اور اعتقادی صلاحیت

عربوں کے اطوار اپنے اپنے ہوتے ہیں مختلف قوموں کے مختلف اطوار ہیں۔عربوں میں شرک و بدعت سے نفرت عام پائی جاتی ہے۔سیاسی سوچ میں یہ غلط ہوسکتے ہیں۔مزاج میں بھی کبھی یہ سخت اور کبھی اکھڑ ہوتے ہیں۔لیکن ان کی طبائع تاویل رکیک کو بہت کم قبول کرتی ہیں۔شرک و بدعت کی لائن تاویل کی زمین پر ہی بچھتی ہے۔سو بہت کم ہوگا کہ آپ کو کوئی عرب بریلوی ملے۔بریلوی زیادہ تر انہی لوگوں میں ملیں گے جن کے آباءواجداد ہندو تھے۔اہل حجاز میں آپ کو ایسے لوگ بہت کم ملیں گے۔شریف مکہ نے حجاز میں بے شک انگریزوں سے اندرونی مفاہمت کر رکھی تھی مگر وہ عقائد میں احمد رضا خاں کا ہم خیال ہونے کو تیار نہ تھا۔خاندان رسالت کا اثر تھا کہ اس کی فطرت مولانا احمد رضا خاں کے شرک و بدعت کو برداشت نہ کرسکی۔اور اس نے حکم دیا کہ مولانا احمد رضا خاں مکہ سے نکل جائیں مولانا احمد رضا خاں کا خیال غلط نکلا کہ انگریزوں کی حمایت میں مشترک ہونے کی وجہ سے شریف عقائد میں بھی ان کی راہ پر آجائے گا۔خدا کا شکر ہے کہ شریف اپنی اعتقادی صلاحیت میں نہ ڈگمگایا اور مولانا احمد رضا خاں اسے اپنے دام تزویرین میں نہ لاسکے۔

اس صورت حال میں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزری

مولانا احمد رضا خاں نے چلتے چلتے ایک اور بات چلادی اپنے وکیل شیخ صالح کمال کی معرفت شریف کو پیغام بھیجا: افسوس مجھ پر اس طرح لے دے ہورہی ہے میں خواص اہل السنۃ والجماعۃ سے ہوں لیکن ایک شخص

یہاں ایسا موجود ہے جو خدا کو جھوٹا' شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہتا ہے اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا (رجوم ص ۲۰۶)

جب شریف کو یہ بات پہنچی وہاں شیخ شعیب اور شیخ احمد فقیہ بھی موجود تھے دونوں شیخ صالح کمال پر برس پڑے کہ کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا شریف نے بھی یہی کیا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کی سکیم بالکلیہ ناکام ہو کر رہ گئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کو جب یہ خبر پہنچی تو ایک دن آپ شیخ شعیب اور حنفی صالح کمال کو خود آ ملے اور کہا۔ شریف کی مجلس میں جس شخص کے بارے میں غلط بیانی کی گئی ہے وہ میں ہی ہوں میں ہرگز ان باتوں کا قائل نہیں جو میری طرف منسوب کی گئی ہیں۔ شیخ شعیب نے کہا میں یہ باتیں سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ افتراء پردازی ہے مولانا خلیل احمد نے اس پیرائے میں اپنے عقائد بیان فرمائے کہ شیخ صالح کمال کو بھی حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا یہ وہی بزرگ تھے جنہیں مولانا احمد رضا خاں نے آلہ کار بنا رکھا تھا کہ ان کے واسطے سے شریف تک بازیابی حاصل کر سکیں اب جب یہ بھی ساتھ نہ رہے تو مولانا احمد رضا خاں کو بوجہ اپنے شرکیہ عقائد کے شریف حکومت کے ہاں رسائی نہ ہو سکی عرب اپنے سیاسی تقاضوں میں تو کئی دفعہ مفاد پرست ہو جاتے ہیں لیکن اپنے عقائد میں وہ شرک و بدعت سے فطرۃً نفور ہیں سیاسی نقطہ نظر سے شریف اور احمد رضا خاں دونوں انگریزوں کے ساتھ تھے لیکن عقائد میں شریف احمد رضا خاں کو کسی درجے میں باریابی نہ دے سکا۔ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے بیٹے مصطفٰے رضا خاں نے علی الاعلان شریف کے لئے دعائیں کیں ان کی خوشامد میں کوئی کمی نہ کی اس کی حمایت میں دوام العیش جیسی کتابیں لکھیں پرورش ہونے کے طعنے برداشت کئے لیکن پھر بھی شریف کے ہاں انہیں کچھ عزت نہ ملی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک مولانا احمد رضا خاں شیخ کمال کے ذریعہ سے بعض علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف کفر کے مشروط فتوے (کہ سوال میں بیان کردہ عقائد اگر واقعی ان کے ہوں) حاصل کر چکے تھے وہ علماء اردو نہ جانتے تھے اور ان کے لئے شیخ کمال کی سفارش بھی کچھ کم وزنی نہ تھی

تاہم انہوں نے سوالوں کے مطابق فتاوے صادر کر دیئے۔ وقائع کی پڑتال انہوں نے نہ کی اور جونہی انہیں حقیقت حال کا پتہ چلا وہ کہنے لگے۔ ہم نے علماء دیوبند کے خلاف مطلق فتویٰ کفر نہیں دیا سوالات میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس کے مطابق ہم نے جوابات لکھے ہیں۔ اگر وہ سوالات واقعات کے مطابق نہ ہوں تو ان فتووں کو نافذ نہ سمجھا جائے۔ اور نہ انہیں کچھ اہمیت دی جائے انہیں حرمین کا فتویٰ تبھی کہا جائے کہ اس پر حکومت کی مہر ہو اور حکومت کا مفتی اعظم ان کے مطابق واقع ہونے کی تصدیق کرے۔

ہم اس پر کچھ حوالے پیچھے درج کر آئے ہیں کہ ان علماء نے فتویٰ دیتے ہوئے یہ شرط ذکر کر دی کہ اگر یہ بیان کردہ عقائد واقعی ان کے ہوں تو ان پر کفر کا حکم عائد کر دیا جائے مسجد نبوی کے فاضل جلیل شیخ عمر بن حمدان الحرسی المالکی کے الفاظ پھر ملاحظہ ہوں ہیں:۔

فهؤلاء ان ثبت عنهم ما ذكره هذا الشيخ من ادعاء النبوة للقاديانى و انتقاص النبى صلى الله عليه وسلم فلا شك فى كفرهم (۲۰۶)

(ترجمہ) اگر ان لوگوں سے ثابت ہو جائے جو احمد رضا خاں نے کہا ہے تو پھر ان کے کفر میں شک نہیں علماء دیوبند عالمی سطح پر کوئی غیر معروف حلقہ علم نہ تھا اگر یہ واقعی ان کے عقائد ہوتے جو حسام الحرمین میں ان کے ذمہ لگائے گئے تو ان کی کچھ نہ کچھ شہرت پہلے بھی تو یہاں پہنچی ہوتی تمام علماء دیوبند کے شیخ و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی برسوں مکہ میں قیام پذیر رہے ان کے پاس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی بھی حاضری ہوئی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بھی حاضری ہوئی۔ اور آپ وہاں کئی مہینے مسجد صولتیہ میں مراقب رہے پھر حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدینہ منورہ میں سالہا سال درس حدیث دیتے رہے اگر یہ حضرات واقعی غلط عقائد کے تھے تو کیا ان کی خبر علمائے حرمین کو اور مختلف ذرائع سے بھی تو ہوئی ہوتی۔ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں علم تھا کہ ہندوستان میں یہ شخص نئے ملحدانہ عقائد پر اٹھا ہے اور وہ اپنے لئے امام زمان ہونے کا مدعی ہے مولانا احمد رضا خاں نے یہ ہوشیاری کی کہ علماء دیوبند کی تکفیر کو مرزا غلام احمد کی تکفیر سے جوڑ دیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر غلط عقائد کا الزام لگانے سے پہلے مرزا غلام احمد کا بھی ذکر کیا تا کہ اسی مغالطہ میں علماء دیوبند کو بھی کچھ نئے عقائد کا حامل سمجھ لیا جائے حرمین میں مولانا احمد رضا خاں کے آنے سے پہلے علماء دیوبند کے بارے میں کسی غلط عقیدہ کی کوئی افواہ نہ تھی مولانا احمد رضا خاں نے ہی علماء حرمین کو ان نئے آوردہ عقائد کی اطلاع کی۔ اس سے پہلے علماء کے کسی حلقہ میں ان عقائد کا کوئی وجود نہ تھا نہ کوئی مسلمان یہ باتیں سوچ سکتا ہے جو احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے ذمہ لگائیں حرمین کے ہر تقریظ نگار نے اس مسئلہ میں اپنا ماخذ علم مولانا احمد رضا خاں کو ہی ٹھہرایا اور ان عقائد کی پہلی اطلاع اس مفتری سے پائی اتنے کھلے الحاد کا کسی مدعی اسلام کے بارے میں تصور ہی نہیں کیا جا سکتا آپ کتاب حسام الحرمین میں ان علماء عرب کی یہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیں کہ ان کو ان نئے آوردہ عقائد کی اطلاع مولانا احمد رضا خاں سے ہی ہوئی۔

۱۔فان من قال بهذه الاقوال معتقداً لها كما هي مبسوطة في هذه الرسالة لا شبهه انه من الكفرة الضالين المضلين (۱۲۰)

۲۔الولي احمد رضا خان اطلعني على وريقات بين فيها كلام من حدث في الهند من ذوي الضلالات وهم غلام احمد قادياني و رشيد احمد و خليل احمد (ص ۱۴۸)

۳۔فاني قد اطلعت على كلام المضلين الحادثين لان في بلاد الهند (الخ ۱۵۶)

۴۔من وجوه هولاء الاصناف الذين حكى عنهم حضرة الفاضل احمد رضا (الخ ۱۷۲)

۵۔فقد اطلعت على ماحرره العالم النحرير والدراكة الشهير (الخ ۱۸۶)

۶۔فقد اطلعت على ماتضمنه هذا السوال مع الامعان (الخ ۱۸۶)

۷۔فقد اطلعت على ما سطره العلالة النحرير والدراكة الشهير (۲۰۸)

۸۔ان شئت عنهم ماذكره هذا الشيخ من ادعاء النبوة للقادياني والتفاضر النبي (۲۰۶)

۹۔انی قد وقفت ایھا العلامہ النحریر والعلم الشھیر (الخ ۲۱۴)

۱۰۔ فقد طالعت ما حررہ فی ھذہ الرسالۃ السنیۃ (الخ ۲۲۴)

یہ عبارات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ عرب میں ان عقائد ضالہ کی اطلاع مولانا احمد رضا خاں سے ہی ہوئی کسی اور ذرائع سے انہیں ہندوستان میں اٹھنے والی ایسی کسی تحریک کا علم نہ ہوا تھا نہ اس سے پہلے ان لغو عقائد کا دنیا میں کہیں وجود تھا۔ چہ جائیکہ کسی جگہ اہل علم کا ایک پورے کا پورا گروہ ان خرافات و ضلالات کا نہ صرف موجد ہو بلکہ ان کے وہ عام حلقہ بائے درس جاری کرے۔

علمائے دیوبند کے خلاف یہ سب افتراء و بہتان انگریز حکومت کو خوش کرنے کے لئے علماء دیوبند کے کھاتہ میں ڈالا گیا تھا اور یہ سارا غیظ و غضب محض ان سیاسی حالات کی وجہ سے تھا کہ ہندوستان میں علماء دیوبند ترکوں کے ساتھ مل کر خلافت کی گرتی دیوار کو کیوں سہارا دے رہے ہیں۔

یہ تو خدا کا کرنا ہوا کہ مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ان دنوں اپنے دوسرے سفر حج پر وہاں پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے براہ راست شریف کو پیغام بھیج دیا تھا کہ جس شخص کے خلاف احمد رضا خاں آپ کو غلط باتیں پہنچا رہا ہے وہ میں ہی ہوں اور آپ کی اس مملکت میں حاضر ہوں۔

مولانا احمد رضا خاں کے انہیں ناتمام فتوؤں کی دستاویز کا نام حسام الحرمین ہے جس پر آج بریلویت کی تمام عمارت قائم ہے آپ ابھی حجاز میں ہی تھے کہ ان کی اس تلوار (حسام الحرمین) کا بھرم کھل گیا اور مولانا خلیل احمد نے ان کی ہر ادا کو ناکام بنا دیا۔ آپ کے لئے اب حجاز میں حسام الحرمین کا نام لینے کی بھی ہمت اور جرأت نہ تھی اب بلی تھیلے سے باہر آ چکی تھی۔

خاں صاحب اپنا پول کھلتے ہی ہندوستان واپس آ گئے

مولانا احمد رضا خاں کو جب شریف کے ہاں باریابی نہ ہوئی نہ علماء مدینہ کے ہاں ان کا کوئی وقار رہا اور وہ علماء جو پہلے از راہِ اخلاقِ حسنہ ان کے لئے عزت کے کلمات استعمال کرتے تھے اب انہیں ان کی جڑ سے جان گئے تو اب مولانا احمد رضا خاں کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا اور وہ اسی سال ربیع الثانی میں ہندوستان واپس آ گئے ایک مدت تک انہوں نے اپنے اس تکفیری کارنامے کو ہندوستان میں

چھپائے رکھا تا کہ لوگ مزید صورت حال جاننے کے لئے علماء حرمین سے مراجعت نہ کرسکیں علماء دیوبند اور سہارنپور میں سے جن حضرات کو ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ کے ان واقعات کا علم تھا انہوں نے سمجھا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں اپنے کئے پر نادم ہو گئے ہیں اور اب وہ یہ جھگڑے چھوڑ چکے ہیں ان کا پہلا حج تھا شاید قبول ہو چکا ہو اب کیا ضرورت ہے کہ ہم ان کے ان سیاسی کاموں کا عام تذکرہ نہ کریں یہ ان کے عالی ظرف کا تقاضا تھا ورنہ بحوائے

لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم (پ ۲ النساء ۴۸)

انہیں بحیثیت مظلوم اس ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا پورا حق تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری مہم کی خبریں ہندوستان میں

مولانا احمد رضا خاں پر یہاں جو گزری تھی کیا اس کی خبریں ہندوستان بھی پہنچ رہی تھیں؟ اس کے ایک عینی گواہ حضرت مولانا حسین احمد خاں ان دنوں مدینہ منورہ قیام پذیر تھے آپ حرمین کے ان حالات کے عینی گواہ تھے آپ لکھتے ہیں:۔

مولانا شیخ محمد معصوم نقشبندی اور مولانا منور علی محدث لاہوری ہندوستان میں اپنے ملنے والوں کو اس مجدد بریلوی کے احوال لکھ چکے تھے اور ہندوستان کے ان لوگوں نے ان کے جملہ واقعات کو اخباروں میں شائع کر دیا تھا۔ (الشہاب ص ۱۰۲ طبع لاہور)

تاہم یہ صحیح ہے کہ شرک و بدعت کی یہ تحریک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آندھی کی طرح آئی اور بگولے کی طرح لوٹ گئی مولانا احمد رضا خاں ہندوستان پہنچ کر بھی اس کے حق میں کوئی آواز نہ اٹھا سکے اور دو سال تک اسی طرح چپ سادھے رہے گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔

حسام الحرمین کیوں دو سال معرض خفاء میں رہی

حسام الحرمین ۱۳۲۴ھ میں تیار ہوئی مگر حقیقت حال کھلنے کی وجہ سے اس کا چھپنا جلد نہ ہو سکا دو سال تک یہ ایک مخفی خزانہ رہا یہاں تک کہ ۱۳۲۶ھ آ گیا مولانا احمد رضا خاں نے اب ایک اور زقند لگائی اور اسے ایک دوسرا نام دیا ''مبین احکام و تصدیق اعلام''۔ یہ تاریخی نام تھا مگر اس کے اعداد ۱۳۲۵

بنتے تھے اور ۱۳۲۵ میں بھی آپ اسے شائع نہ کر پائے تھے اور اب ۱۳۲۶ ہو چکا تھا پھر آپ نے اسے ایک اور نام دیا ''تمہید ایمان بآیات القرآن''۔اس کے اعداد ۱۳۲۶ بنتے ہیں چلو وہ نہ سہی یہی سہی ہمیں اسے چلانے سے غرض ہے بات بنے نہ بنے۔

حضرت مولانا حسین احمد، احمد رضا خاں کو اس تدبیر پر کہ دو سال تک اس دستاویز کو چھپائے رکھا ان الفاظ میں داد دیتے ہیں:۔

واہ رے ہوشیاری جب دیکھا کہ لوگ ان باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور وہ اخبارات بھی ضائع ہو چکے ہیں تب اس زہر کو اُگلا جس کو وہ اپنے ہمراہ وہاں سے لائے تھے اور جس کے واسطے یہ سفر مبارک طے کیا تھا اور ہزاروں روپے اس کوشش میں برباد کئے تھے۔(الشہاب الثاقب ص ۲۰۱)

مولانا احمد رضا خاں دو سال تک اس وادی حیرت میں سرگرداں رہے شیعہ حضرات تو پہلے سے تقیہ کی چادر زیب تن کرتے آرہے ہیں اب مولانا احمد رضا خاں نے بھی اسی چادر میں امان پائی اس دوران انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی حتیٰ کہ ان کے بعض اپنے پیر دبھی سمجھے کہ مولانا احمد رضا خاں اب اس تکفیری شغل سے باز آگئے ہیں شاید آپ نے توبہ کر لی ہے۔

اب ۱۳۲۷ھ بھی آگیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد لکھتے ہیں:

۱۳۲۷ھ میں یہ احقر اپنی بعض ضروریات ذاتیہ کے لئے وارد دیار ہندیہ ہوا تھا دیکھا کہ وہی مجموعہ دشنام وتکفیر اکابر مع ان مہروں کے طبع کیا ہوا چند جہلاء ادھر ادھر لئے پھرتے تھے عام مسلمانوں کو اہل حق کی طرف سے ورغلاتے اور بدعقیدہ کر رہے تھے اور اپنے لقمہ چرب حاصل کرنے کی طرح طرح سے فکر کر رہے تھے اس کے دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ میرا پہلا خیال اصلاح کا بہ نسبت مجدد التکفیر بالکل غلط تھا بلکہ وہ

'' فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً '' میں برابر مبتلا ہیں۔(الشہاب ص ۲۰۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تکفیری دستاویز ۱۳۲۶ھ ہی میں کسی وقت چھپی ہے مگر یہ ۱۳۲۶ھ میں اہل

علم کے کسی حلقے میں نہیں ملتی۔ ۱۹۲۷ میں بھی یہ چند جہلاء کے ہاتھوں میں ہی دیکھی گئی ہندوستان میں اس وقت بڑے بڑے اہل علم موجود تھے مگر حسام الحرمین کی چند جہلا کے سوا اور کہیں پذیرائی نہ ہو سکی ۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا انوار اللہ حیدرآبادی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ معین الدین اجمیری میں سے کسی پر حسام الحرمین کا پرکاہ کے برابر اثر نہ ہوا جس طرح یہ جماعت اپنی ابتداء میں چند جہلاء کے ہاتھ میں تھی۔ آج بھی آپ کو چند جہلاء کے سوا اس کا کوئی مدح سرا نہ ملے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان میں اپنی اس تکفیری محنت سے اہل سنت والجماعۃ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا بڑی درسگاہوں میں اور درگاہوں کے علماء اور مشائخ نے تو ان کا ساتھ نہ دیا لیکن انہوں نے اپنے گرد اپنے چند مرید اور شاگرد ضرور کھڑے کر لئے جو عوام اہل سنت میں ایک بڑی تفریق کا سبب بنے یوں سمجھئے کہ ہندوستان کے اہل سنت میں ایک لمبی دیوار کھڑی کر دی گئی جن میں چند رسوم کو حد فاصل بنا کر دو نئے فرقوں کا آغاز کر دیا گیا مولانا احمد رضا خاں کا سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی لکھتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔ (سوانح اعلیحضرت ص ۸)

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی جدوجہد سے کس طرح سواد اعظم اہل سنت والجماعۃ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کس طرح اپنے سفر حجاز میں ناکام ہوئے اور باوجود مکہ شریف مکہ سیاسی طور پر انگریزوں کے ساتھ تھا اور یہ حضرت بھی ترکوں کے خلاف خلافت عثمانیہ توڑنے کے درپے تھے پھر بھی حجاز میں مولانا احمد رضا خاں کو اپنے شرکیہ عقائد کی وجہ سے پذیرائی نہ ہوئی سرزمین عرب اب شرک وبدعت کے لئے کبھی ہموار نہیں کی جا سکتی۔ ہندوستان میں آپ نے بے شک اہل سنت مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے اس عمل میں پھولے نہیں سماتے تھے کہ میں نے وہ کام کیا جو پہلے لوگوں میں سے کوئی نہ کر سکا شیعہ لوگوں نے کتنی کوششیں کی کہ کسی طرح اہل سنت کی مرکزی طاقت کمزور کریں مگر وہ نہ کر سکے مولانا احمد رضا خاں نے ہمیشہ کے لئے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے مولانا احمد رضا خاں خود فرماتے ہیں:۔

زمانے میں میں گرچہ آخر ہوا　　　وہ لاؤں جو پہلوں سے ممکن نہ تھا

(حسام الحرمین)

مولانا احمد رضا خاں اسی اساس پر بریلویوں کے ہاں چودھویں صدی کے مجدد سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور مجددین کی فہرست میں شاید میں آخری ہوں۔

شاعر لوگ اپنے دور کی آواز ہوتے ہیں اس دور کے بڑے قومی شاعر بھی یہ دو تھے، (۱) ڈاکٹر محمد اقبال اور (۲) مولانا ظفر علی خاں۔ یہ دونوں مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے ڈاکٹر محمد اقبال مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے تو شریف مکہ کے بھی خلاف تھے اور ترکوں کے حق میں تھے۔ آپ کا یہ شعر آپ نے بار بار سنا ہے:۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دینِ مصطفیٰ　　　خاک وخوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

ڈاکٹر صاحب پر مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری نے کفر کا فتویٰ لگایا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا:۔

گر فلک در الور انداز د ترا　　　اے کہ مے داری تمیز خوب و زشت

گو ئمت در مصرعہ برجستہ　　　آنکہ بر قرطاس دل باید نوشت

آدمیت در زمین او مجو　　　آسماں ایں دانہ درالور نہ کشت

(ترجمہ) اگر قسمت تجھے الور لے جائے تو اے وہ شخص جو اچھے برے کی تمیز رکھتا ہے تجھے میں ایک مصرعہ میں وہ بات کہتا ہوں جو دل کی تختی پر لکھنے کے لائق ہے کہ الور کی زمین میں انسانیت کی تلاش

نہ کرنا قسامِ ازل نے انسانیت کا بیج اس زمین میں بویا ہی نہیں۔ (روزگارِ فقیر جلد۲ ص۲۲۴)
یہ الور کی زمین کہاں ہے جہاں سے مولانا دیدار علی، مولانا احمد رضا خاں سے خلافت لے کر لاہور آئے تھے اور مسجد وزیر خاں سے اپنے اس پروگرام کو شروع کیا تھا اسے بھی جاننے کی ضرورت ہے۔
ابوالبرکات مولانا سید احمد الوری اور آپ کے شاگرد مولانا ابوطیب داناپوری کی پوری زندگی کس طرح اس تحریک تفریق میں گزری اور ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح پر کس طرح ان لوگوں نے کفر کے گولے برسائے یہ چیز کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اب آئیے بریلویت پر مولانا ظفر علی خاں کی رائے بھی سن لیجئے۔

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج   لکھنو میں ہے دونوں کا قارورہ مل گیا

اور سنئے:۔

اوڑھ کر حامد رضا خاں آئے بدعت کا لحاف   ذات ان کی ہے مجدد بات ان کی لام و کاف

علمائے عرب کی جوابی کاروائی بہ طور تحقیق

چودھویں صدی میں سرزمین عرب بری طرح انگریزی استبداد کا شکار تھی شریف مکہ کی بغاوت سے خلافت عثمانیہ ٹوٹی اور انگریزی سیاست سے عرب سلطنت کتنے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہوگئی شریف مکہ بھی وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے پھر آل سعود نے وہاں قبضہ کر لیا ملک عبدالعزیز آل سعود ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے شریف کو شکست ہوئی (جس راہ سے ملک عبدالعزیز مکہ میں داخل ہوئے تھے وہ راہ اب تک شارع ستین کہلاتی ہے) آل سعود اور آل شیخ نے مل کر وہاں حکومت قائم کی وہاں کی سیاسی قوت آل سعود ہیں اور علمی قیادت آل شیخ کرتے آرہے ہیں۔
آل شیخ عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور فقہی پیرائے میں حنبلی مذہب ہیں۔ شریف کے وفاداروں نے ان پر بہتان باندھا کہ یہ مذاہب اربعہ کو برا کہتے ہیں اور تقلید ائمہ کو برا سمجھتے ہیں یہ اس لئے کہ شاید اس پروپیگنڈا سے وہ آل سعود کو کمزور کرسکیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کھل کر اس کی تردید کی اور آپ نے لکھا:۔

ان الرجل افتری علی اموراً لم اقلها و لم یأت اکثرها علی بالی (منها) قوله انی مبطل کتب المذاہب الاربعة وانی اقول ان الناس من ستمأة. لیسوا علیٰ شئی وانی ادعی الاجتہاد وانی خارج عن التقلید وانی اقول ان اختلاف العلماء نقمة وانی اکفرمن توسل بالصالحین

(مولفات الشیخ الامام محمد بن عبدالوھاب جلد ۱۱ص ۶۴)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پرکئی افتراء باندھے ہیں میں نے ان میں سے کوئی بات نہیں کی اور نہ ان میں سے بیشتر کی کوئی ذمہ داری مجھ پرآتی ہے ان میں سے ایک افتراء یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو جھٹلاتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کتاب وسنت کی راہ سے اکھڑے ہوئے ہیں ایک الزام مجھ پر یہ بھی ہے کہ میں خود مجتہد ہونے کا مدعی ہوں (ائمہ اربعہ کی) تقلید سے نکلا ہوا ہوں مجھ پر ایک الزام یہ ہے کہ میں اختلاف علماء کو مصیبت سمجھتا ہوں (اختلاف فقہاء کے رحمت ہونے کا قائل نہیں) اور مجھ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ میں اسے کافر کہتا جو اللہ کے حضور صالحین امت کا وسیلہ لائے۔

جب مولانا احمد رضا خاں حجاز گئے تھے تو ابھی وہاں آل سعود کا قبضہ نہ ہوا تھا یہ شریف کا دور تھا۔

سعودی قبضہ سے پہلے علماء حرمین نے احمد رضا خاں کے الزامات کی تحقیق کے لئے براہ راست علماء دیو بند سے سولہ سوالات کیے۔ شارح ابی داؤد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ان کے جوابات لکھے اور ان پر چھبیس علمائے دیو بند نے دستخط کیے یہ رسالہ ''المہند علی المفند'' اور ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' کے نام سے موسوم ہے اور بارہا چھپ چکا ہے۔

اس پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء اعلام کے بھی تصدیقی دستخط ہیں ان میں بعض ان حضرات کے بھی دستخط ہیں جنہوں نے پہلے غلط فہمی میں حسام الحرمین پر دستخط کر دیئے تھے سو یہ بات اسی دور میں کھل گئی تھی کہ حسام الحرمین کے جوابات سوالات پر ہیں واقعات پر نہیں اور یہ عقائد علمائے دیوبند کے ہرگز نہیں جو حسام الحرمین کے سوالات میں مذکور ہیں۔

علمائے عرب میں احمد رضا خاں کا پہلا اعزاز و اکرام
حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹنے سے پہلے

علمائے عرب میں مولانا احمد رضا خاں کا اعزاز و اکرام صرف ایک اخلاقی کاروائی تھی۔ عرب مہمان نوازی میں وسیع دل واقع ہوئے ہیں عالموں کے لباس میں جو ان کے ہاں مہمان بنے وہ اس کی بہت عزت و اکرام کرتے ہیں۔ سو عرب علماء کے کسی کا اعزاز و اکرام کرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ شخص واقعی ان کے ہاں کوئی معزز شخصیت ہے۔ مہمان نوازی اہل عرب کی فطرت ہے۔

مدینہ منورہ کے مفتی شافعیہ شیخ شریف احمد برزنجی پہلے از راہ اخلاق فاضلہ مولانا احمد رضا خاں کو کیا سمجھ بیٹھے تھے اسے حسام الحرمین کی تقریظ میں دیکھیں۔ ان کے آپ سے القاب و خطاب ملاحظہ ہوں:۔

ایها العلامة النحریر والعلم الشهیر ذو التحقیق والتحریر والتدقیق والتجیر عالم اهل السنة و الجماعة جناب الشیخ احمد رضا خان بریلوی ادام الله توفیقه و ارتفاعه (ص ۲۱۴)

پھر جب ان پر خان صاحب کی قلعی کھلی تو احمد رضا خاں ان کے ہاں یہ ایک عام مجہول شخص ہو گئے جیسے کوئی نہ ہو آپ اپنے رسالہ غایۃ المامول میں لکھتے ہیں:۔

ثم بعدذلك ورد الی المدینة المنورة رجل من علماء الهند یدعی احمد رضا خان فلما اجتمع بی اخبرنی اولاً بانّ فی الهند اناساً من اهل الکفروالضلال منهم غلام احمد القادیانی ومنهم اشرف علی التهانوی القائل ان صح الحکم علی ذات النبی بعلم الغیبات کما یقول به زید فا لمسئول عنه انه ماذا اراد بهذا ؟ بعض الغیوب ام کلهاثم بعد ذلك اطلعنی احمد رضا خان المذکور علی رسالة له ذهب فیها الی انه صلی الله علیه وسلم علمه محیط بکل شئي حتی المغیبات الخمس و انه لا تستثنی من ذلك الا العلم المتعلق بذات الله تعالی وصفاته المقدسة--- فلم یرجع من

ذلك و اصرر عاند ولما كان زعمه هذا غلطاً و جراة على تفسير كتاب الله بغير دليل اجبت الآن ان اجمع كلاماً مختصراً فيه بيان بطلان استدلاله لئلا يظن من اطلع على تقريظنا المذكوره اننا وافقناه في هذا المطلب ـ

(ترجمہ) پھر ہندوستان سے ایک شخص احمد رضا خاں نامی مدینہ منورہ آیا جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے بتلایا کہ ہندوستان میں کچھ لوگ اہل کفر وضلال اٹھے ہیں۔ ان میں مرزا غلام احمد بھی ہے۔ اور اشرف علی تھانوی بھی جو اس بات کا قائل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کل مغیبات کے جاننے کا حکم کرنا اگر بقول زید صحیح ہوتا ہے تو پھر بتایا جائے کہ اس سے اس کی مراد کل غیوب ہیں یا بعض...... اس کے بعد مجھے احمد رضا خاں نے اپنا ایک رسالہ دکھایا کہ آنحضرت ﷺ کا علم ہر چیز کو محیط ہے یہاں تک کہ مغیبات خمسہ بھی آپ کے علم میں ہیں آپ کے علم سے صرف وہ علم باہر ہے جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات مقدسہ کا ہے۔ اس نے اپنے اس عقیدہ سے رجوع نہ کیا اور وہ اس پر برابر مصر رہا اور عناد پر آ گیا چونکہ اس کا یہ عقیدہ غلط تھا اور وہ بغیر دلیل قرآن کی تفسیر پر جرأت کئے ہوئے ہے میں نے چاہا کہ ایک مختصر رسالہ قلمبند کروں جس میں احمد رضا خاں کے استدلال کا بطلان واضح کیا جائے اور وہ شخص جو میری تقریظ پر جو حسام الحرمین پر میں نے لکھی، مطلع ہو تو وہ یہ گمان نہ کر سکے کہ ہم احمد رضا خاں سے اس مسئلہ پر موافقت رکھتے ہیں۔

شیخ احمد برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کیا تھے

مفتی مدینہ منورہ شیخ سید احمد برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کس مرتبہ علمی کے مالک تھے۔ اسے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین میں ملاحظہ فرمائیں۔

صورة ماكتبه حائز العلوم النقليه و فائز الفنون العقلية الجامع بين شرف النسب و الحسب وارث العلم والمجد اباًعن جد المحقق الالمعى والمدقق اللوذعى مفتى الشافعيه بالمدينة المحمية مولانا السيد الشريف احمد برزنجى عمت فيوصنه كل رومى وزنجى (حسام الحرمين ٢١٢)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان کس قدر اس عالم باعمل کے حق میں تھے اور انہیں کس درجہ کا عالم دین جانتے تھے لیکن جب شیخ برزنجی نے مولانا احمد رضا خاں کو سمجھ لیا کہ وہ کس قبیل کے آدمی ہیں تو انہوں نے احمد رضا خاں کی اس مدح سرائی سے کچھ اثر نہ لیا جو انہوں نے شیخ برزنجی کے بارے میں لکھی تھی۔

اب دیکھئے حضرۃ الشیخ البرزنجی نے احمد رضا خان کو رجل من علماء الھند کے معمولی الفاظ میں ذکر کر کے ان سے پورا پردہ اٹھا دیا ہے آپ نے یہ کب کیا؟ جب ان پر مولانا احمد رضا خاں کا غلط عقیدہ کھلا اور آپ نے اسے بدعت میں ڈوبا ہوا پایا آپ کے اس رسالہ غایۃ المامول پر پھر علامہ عبدالقادر شبلی مدرس مسجد نبوی کی بھی تقریظ ہے۔ پھر اس پر شیخ فالح بن محمد ظاہری نے بھی اور علامہ تاج الدین الیاس مفتی مدینہ منورہ نے بھی مہر تصدیق ثبت کی ہے اس پورے پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کو کسی درجے میں اہل سنت مسلمانوں کی دینی قیادت کرتے نہ پائیں گے انگریزوں نے ان سے تفریق بین المسلمین کا کام لینا تھا لے لیا۔ سانپ نکل گیا اب ہم کب تک لکیر پیٹتے رہیں گے۔ پھر اس رسالہ غایۃ المامول پر ان بارہ علماء اعلام کی تصدیقات اور مہریں ثبت ہیں ہم یہاں ان کے نام دیئے دیتے ہیں۔

ان میں آٹھ وہ حضرات بھی ہیں جن کی تقریظات مولانا احمد رضا خاں نے بڑے القابات کے ساتھ حسام الحرمین کے لے لی تھیں دیکھئے یہ حضرات مولانا احمد رضا خاں سے بغاوت کر گئے اور اسی عالم بے بسی میں مولانا احمد رضا خاں کو حجاز سے ہندوستان آنا پڑا۔

۱۔ شیخ محمد سعید بن سید محمد
۲۔ سید محمد امین بن سید احمد رضوان
۳۔ سید عبداللہ اسعد
۴۔ عباس بن سید محمد رضوان
۵۔ عمر بن حمدان المالکی مدرس مسجد نبوی
۶۔ احمد بن محمد خیر العباسی الشادی
۷۔ محمد عزیز الوزیر التونسی
۸۔ موسیٰ علی الشامی الازہری
۹۔ محمد بن احمد العمری
۱۰۔ محمد مہدی بن احمد
۱۱۔ السید احمد الجزائری
۱۲۔ خلیل بن ابراہیم خربوتی

اس فہرست میں بھی نمبر ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۱، ۱۲ کو لیجئے

مولانا احمد رضا خاں کی یہ ناکامی اس دور میں ہوگئی جس میں انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف لکھی تکفیری دستاویز تصدیق لینے کے لئے علمائے حرمین کے سامنے رکھی تھی علماء حرمین پر جب مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی کھلی تو انہوں نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد کے بارے میں سولہ سوالات کئے ہم انشاء اللہ العزیز آخر میں انہیں بھی ایک مقدمہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کریں گے۔

حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹنے سے مولانا احمد رضا خاں کا کتنا گراف گرا

حسام الحرمین جب تک ایک حقیقت سمجھی گئی عرب علماء نے مولانا احمد رضا خاں کو ایک بڑا عالم سمجھا اس کی بڑی عزت کی اور اسے بڑے بڑے القابات دیئے لیکن جب ان پر حسام الحرمین کی حقیقت کھلی کہ اس میں علمائے حرمین کے فتاوے سوالات کے مطابق ہیں واقعات کے مطابق نہیں اور علمائے دیوبند کے وہ عقائد ہرگز نہیں جو اس کتاب میں ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں یہ جوابات صرف ان منسوب کردہ عقائد پر ہیں نہ کہ ان کے اصل عقائد پر۔ تو اس سے کتاب (حسام الحرمین) کا طلسم ٹوٹ گیا اور مولانا احمد رضا خاں ان عزت کے القاب سے نکل کر ایک عام مجہول شخص کے پیرائے میں دھکیل دیئے گئے اور غایۃ المامول میں ان کا ذکر رجل من علماء الھند کے الفاظ سے کیا گیا۔

اس سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ علمائے عرب نے انہیں بڑے بڑے القابات سے محض حسن ظن کی بناء پر نوازا تھا نہ یہ کہ مولانا احمد رضا خاں واقعی ان کے ہاں کوئی بڑے عالم تھے۔ یہ پروفیسر مسعود احمد صاحب کی غلطی ہے کہ انہوں نے محض القابات کے سہارے مولانا احمد رضا خاں کو ایک بہت افاضل سمجھ لیا اور اس پر ایک کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" قلمبند کر ڈالی۔ پھر ان کا ہندوستان آکر دو سال تک چپ رہنا اور کسی کو یہ ماجرا نہ بتلانا کہ وہاں ان پر کیا گزری بتلاتا ہے کہ واقعی وہ اپنے اس کردار پر نادم اور شرمندہ تھے آپ کا ایک پرانا معتقد خلیل احمد برکاتی آپ کی اس خاموشی سے استدلال کرتا ہے کہ آپ بریلویت سے رجوع کر گئے ہیں۔ (دیکھئے انکشاف حق

تصنیف مولانا خلیل احمد برکاتی)
ہم مولانا خلیل احمد برکاتی کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتے صرف یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے جھوٹے الزامات سے توبہ کی ہو کیونکہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے عمدہ کھانوں کی جو فہرست بنائی کہ یہ مجھے ہفتہ میں ایک دو بار بھیج دیا کریں وہ بتلاتی ہے کہ آپ بریلویت سے عملاً رجوع نہ کر پائے تھے اور اسے ہی آپ اپنا دین و مذہب سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے اپنے اس نئے دین کا اس طرح ذکر کیا ہے:۔
میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔
(وصایا شریف ص۱۰ طبع آگرہ)
سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ آخر دم تک بریلوی رہے اپنے ترکوں کی مخالفت اور انگریزوں کی حمایت آپ کا سیاسی کردار تھا اور اس پر آپ کے بیٹے بھی آپ کے بعد غیر جانبدار اور انگریز مورخ بھی آپ کو پرو برٹش لکھتے ہیں۔ یہی ان کی علمائے دیوبند سے مخالفت کی اصل وجہ تھی گو آپ کے حمایتیوں نے اسے عشق رسول کا نام دے رکھا تھا جہلاء کے حلقے میں بریلویت اب اسی کو سمجھا جاتا ہے۔
اس سے یہ بات آپ کو برابر سمجھ آ گئی ہوگی کہ عرب ممالک میں بریلویت کا وجود کیوں نہیں وہاں اور سارے فرقے ہیں مگر بریلوی فرقہ وہاں کہیں نہیں سنا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں بریلویت لے کر عرب پہنچے تو وہ اپنے پروگرام میں بالکل کامیاب نہ ہو سکے عرب فطرۃً توحید پر ہیں۔ اور ان کے لئے شرک کسی طرح لائق پذیرائی نہیں۔ رہیں بدعات تو یہ ہر ملک کی اپنی اپنی ہوتی ہیں۔ جہاں جہالت ہو یہ پھیلتی ہیں۔ اور جہاں جہالت کے اندھیرے اٹھتے جائیں نور سنت خود روشن ہوتا جاتا ہے یہ دین فطرت ہے اور فطرت روشنی چاہتی ہے اندھیرا نہیں۔ سو اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے دورۂ حجاز میں ناکام رہے اور عرب دنیا میں جس طرح آج بریلویوں کا کوئی پرسان حال نہیں مولانا احمد رضا خاں کا وہاں گرفتاری سے بچ نکلنا بھی ان کی ایک بڑی خوش قسمتی تھی۔

بریلویت کا چودہ سالہ دور فترت

بریلویت کا نقطہ آغاز حسام الحرمین سے ہوا۔ یہ وہ تکفیری دستاویز ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیو بند کے خلاف لکھی اور اس پر تصدیقات لینے کے لئے وہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ پہنچے۔ حج کے بعد انہوں نے اپنے اس پروگرام کا آغاز کیا۔۱۹۲۴ ربیع الثانی میں آپ ناکام واپس لوٹے کچھ تصدیقات آپ لے چکے تھے آپ کی مخالفت شروع ہوگئی وہ تصدیقات جواب آپ کو حسام الحرمین میں ملتی ہیں صرف حسن ظن پر دی گئی تھیں بیشتر وہ حضرات اردو نہ جانتے تھے اور نہ ان زیر بحث عبارتوں کا عربی ترجمہ کسی غیر جانبدار اردو دان عالم سے لیا گیا تھا۔

ان حالات میں وہاں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزری یہ آپ پڑھ چکے ہیں حضرت مولانا حسین احمد مدنی جو وہاں (سرزمین حجاز میں) موقع کے گواہ تھے انہوں نے ۱۹۲۷ میں الشہاب الثاقب لکھ کر مولانا احمد رضا خاں پر وہاں گزرے حالات کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا علمائے حجاز نے براہ راست علماء دیو بند سے ان کے عقائد معلوم کئے اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ۱۹۲۵ میں المہند کے نام سے ان کے نہایت اطمینان بخش جواب دیئے۔ اس سے مولانا احمد رضا خاں کا پورا دریائے سراب خشک ہی خشک نظر آیا۔ سوان کا یہ دور فترت ۱۹۲۴ سے ہی شروع ہوگیا تھا پھر پورے چودہ سال بعد مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اپنے وہاں کے حالات پر قبولیت اور پذیرائی کی ایک نئی داستان ترتیب دی۔ جو ان کے ملفوظات حصہ دوم کے ص   سے ص   تک درج ہے۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بھی فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں انہی معلومات سے لکھی ہے جو انہیں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات سے ملے اور وہ بھی بڑے بڑے القابات سے نہ کہ حقائق و واقعات سے

اور ان میں بھی مولانا احمد رضا خاں نے بار بار اپنے بھولنے کا ذکر کیا ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ انسان کب بھولتا ہے؟ جو کوئی پرانا گزرا واقعہ اسے بیان کرنا ہو اس میں وہ بہت رک رک کر چلتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بہت مدت کے گزرے واقعات کو اب پہلی بار بیان کر رہے ہیں اور ساتھ وہ اپنے حافظہ کی کمزوری بیان کر رہے ہیں۔ اس چودہ سالہ فاصلے سے

آپ نے ایسی داستان گھڑی کہ شریف مکہ جس نے مولانا احمد رضا خاں کو مکہ سے جلد نکلنے کا حکم دیا تھا اب چودہ سال کے بعد ان کا مرید ہوگیا ہے۔ یہ چودہ سال بعد کی وضع کردہ داستان کہاں تک قابل یقین ہوسکتی ہے یہ آپ خود فیصلہ فرمائیں خصوصاً جب کہ پہلی تمام شہادتیں قاطبۃً اس کی تردید کررہی ہیں۔

۱۳۲۴ھ میں مکہ میں گزرے حالات کے دو چشم دید گواہ

۱۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۳۴۴ھ شارح سنن ابی داؤد و مصنف المھند علی المفند

۲۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی (۱۳۷۷ھ) مدرس حدیث حرم نبوی المدینہ المنورہ۔

دونوں نے اپنے اپنے معلومات کو ۱۳۲۵ میں اور ۱۳۲۷ھ میں عوام کے سامنے رکھ دیا۔ ان حضرات نے متعدد کچھ اور لوگوں کے نام بھی بطور گواہ ذکر کیے ہیں جو ان مجالس میں وہاں بیٹھے ہوتے تھے سو یہ باتیں خبر واحد کے درجہ میں نہیں خبر مستفیض ہوگئی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے پہلی مرتبہ اپنے وہاں کے گزرے حالات کو ۱۳۳۸ھ میں اپنے تذبذب اور بھول جانے کے اندھیرے میں بیان کیا۔ اب آپ ہی غور کریں کہ یہ چودہ سالہ دور فترت کے بعد کی بنائی بات تحقیق کے معیار پر کیسے اتر سکتی ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کی حکایت غلط ہونے کا ایک اور قرینہ

مولانا احمد رضا خاں حج کے بعد مکہ میں ٹھہرے تو اس ارادہ سے تھے کہ جس طرح بھی ہوسکے علماء دیوبند کے خلاف فتوے تکفیر حاصل کریں ان کے اپنے عقائد تو وہاں زیر بحث نہ تھے۔ یہ کیسے ہوا کہ وہاں ان کے پہنچتے ہی ان کے اپنے عقائد زیر بحث آگئے۔

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے
کروں حال دل میں کیا بیاں میرا غم سے سینہ فگار ہے

حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے اپنے عقائد کے بارے میں تین سوالات کیے گئے آپ نے ان کے جو جوابات دیئے ان سے وہاں کے علماء اور شریف مطمئن نہ ہو پائے پھر کہیں جا کر علمائے دیوبند کے عقائد پر بحث چلی یہ ترتیب خود بتاتی ہے کہ وہاں پر گزرے حالات پر مولانا احمد رضا خاں کی وہاں کے حالات پر اپنی وضع کردہ حکایت ہرگز درست نہیں۔

اب تم ہی کہو کس کی صدا دل کی صدا ہے

یہ مولانا احمد رضا خاں کے حافظہ اور یادداشت کی ایک دلسوز داستان ہے جو ان کے ملفوظات حصہ دوم کے ص پر درج ہے ہم آگے انشاء اللہ العزیز ان کے علم و دیانت کا بھی کچھ حال گزارش کریں گے۔ یہاں آپ پہلے یہ معلوم کریں کہ وہاں پہلے کن کے عقائد زیر بحث آئے۔

مکہ مکرمہ میں کس کے عقائد اولاً زیر بحث آئے

احمد رضا خاں کے یا مولانا خلیل احمد کے؟

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۳ھ میں حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے یہاں وہ ایک خفیہ دستاویز ساتھ لائے جس پر وہ وہاں کے علماء سے فرداً فرداً تصدیقات لینا چاہتے تھے۔ علمائے دیوبند یہاں پہلے سے موجود تھے مولانا حسین احمد مرحوم مدینہ میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ ان کے عقائد و نظریات حجاز میں کسی سے چھپے ہوئے نہ تھے سالہا سال کے اس درس عام میں ان کے کسی عقیدے پر کبھی کوئی سوال نہ اٹھا تھا۔ پھر مولانا خلیل احمد بھی مولانا احمد رضا خاں سے پہلے وہاں موجود تھے اور علماء عرب میں ان کا درس حدیث خاصا مقبول تھا۔ علماء دیوبند کے عقائد سر مو بھی اہل سنت عقیدہ سے مختلف نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو وہ وہاں ۱۳۲۳ھ سے پہلے ہی کھل چکے ہوتے۔ مولانا احمد رضا خاں کے وہاں آتے ہی وہاں ان کے عقائد پر لے دے شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ معاملہ شریف تک پہنچا شریف کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے عقائد پوچھے گئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنا جواب لکھ کر شریف کو بھجوایا۔ ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی شب وہ جوابات شریف کو سنائے گئے مولانا احمد رضا خاں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ (ملفوظات حصہ ۲ ص ۱۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں علماء دیوبند کے عقیدہ پر بات بعد میں چلی مولانا احمد رضا خاں کے عقائد پہلے زیر بحث آئے تھے اور ان کے شرکیہ ہونے کی آواز عام لگ چکی تھی۔ اور یہ خود مولانا

احمد رضا خاں کے اپنے ملفوظات کی شہادت تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقائد اگر اہل سنت کے عقائد ہوتے تو ان کے مکہ آتے ہی ان سے ان کے عقائد کے بارے میں باز پرس نہ ہوتی اور یہ عقائد حکومت کی سطح پر نہ پوچھے جاتے اور نہ انہیں حکم دیا جاتا کہ وہ جلد سے جلد مکہ سے چلے جائیں جونہی ان کے شرکیہ عقائد کا علماء مدینہ کو پتہ چلا تو ان کے مفتی اعظم علامہ سید احمد برزنجی نے احمد رضا خاں کے خلاف ''غایة المامول فی تتمه سنهج الوصول فی تحقیق علم الرسول'' ایک مستقل کتاب لکھ دی۔

پروفیسر مسعود احمد اس پر پردہ ڈالنے کے لئے تاریخ میں یہ تحریف کرتے ہیں کہ وہاں مولانا احمد رضا خاں پہلے پہنچے تھے اور مولانا خلیل احمد ان کے تعاقب میں بعد میں گئے۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

جب دوسری بار حج پر تشریف لے گئے تو غیر معمولی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔ غالباً مخالفین کو اس کا پہلے سے اندازہ تھا اس لئے انہوں نے اپنا کام شروع کیا اسی زمانہ میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی بھی وہاں تشریف لے گئے۔ فاضل بریلوی کے زمانہ قیام میں موصوف کا وہاں جانا معنی خیز معلوم ہوتا ہے (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۹۹)

معلوم نہیں پروفیسر صاحب تاریخ بدلنے میں کیوں اس قدر کوشاں ہیں کاش کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کا یہ بیان ہی پڑھا ہوتا آپ فرماتے ہیں۔

اس بار سرکار حرم میں میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے وہ حکمت الہیہ یہاں آکر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے وہاں آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھوی اور بعض وزراء ریاست اور دیگر اہل ثروت بھی ہیں (ملفوظات حصہ ۲ ص ۸)

حضرت مولانا حسین احمد سالہا سال سے وہاں مقیم تھے آپ لکھتے ہیں کہ جب شریف کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد زیر بحث آئے تو شریف نے انہیں نئے عقیدے پر پایا اور انہیں عقائد اہل

سنت سے دور جانا آپ اس مجلس کی جس میں احمد رضا خان کے عقائد پڑھے گئے اس طرح اطلاع دیتے ہیں۔شریف کا ردعمل ملاحظہ کیجئے:۔

انہوں نے فرمایا کہ اس شخص کو جلد یہاں سے نکال دینا چاہئے تا کہ عوام پر اس کا کوئی اثر قبیح نہ پڑ جائے چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف کو جو طیش اور غضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں۔مگر بخوف انتشار عوام دوم بغرض رعایائے اجنبیہ مناسب جانا کہ اس سے تعارض کرنا بہتر نہیں اس تمام قصہ کو احقر نے مجملاً عرض کیا ہے۔(الشہاب الثاقب ص)

وہاں ان دنوں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی کتاب موجود نہ ملی صرف ہندوستان کے مولوی سلامت اللہ رامپوری کا ایک رسالہ ''اعلام الاذکیاء'' دستیاب ہوا اس پر مولانا احمد رضا خاں کی تقریظ تھی جس کے آخر میں لکھا تھا وصلی اللہ علیٰ من هو الاول ولآخر والظاہر والباطن ۔اس میں مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حضورؐ کے ازلی ابدی ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔حالانکہ ازلی اور ابدی ہونا تو اللہ رب العزت کی شان ہے مولانا احمد رضا خاں سے تین سوال پوچھے گئے تھے۔یہ سوالات مفتی صالح کمال نے ۲۵ ذوالحجہ کو کتب خانہ حرم میں مولانا احمد رضا خاں کو حکومت کی طرف سے دیئے تھے۔ محافظ کتب خانہ سید اسمٰعیل خلیل بھی وہاں موجود تھے۔مولانا احمد رضا خاں نے جو جوابات لکھے وہ اطمینان بخش نہ تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد نے اپنے بیان کی تصدیق کے لئے شریف کی اس مجلس کے یہ گواہ بھی پیش کئے: جس کا جی چاہے تفصیل وار شیخ شعیب مالکی مدرس شریف مکہ معظمہ یا شیخ احمد فقیہ یا شیخ عبدالقادر الشیبی یا شیخ محمد معصوم یا مولوی منور علی محدث رامپوری سے یا ان لوگوں سے جو شریف کے اس زمانہ میں مصاحب تھے پوچھ لیوے۔(ایضاً ص ۲۰۵)

اس واقعہ کو سو سال ہونے کے قریب ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ اب تک کسی نے ان گواہوں پر کوئی جرح نہیں کی۔

دیوبند کے عقائد پر وہاں کسی بحث کی ضرورت نہ تھی

دیوبند کے عقائد وہاں کے لئے کوئی نئے نہ تھے اہل علم کے کسی حلقے سے یہ پوشیدہ نہ تھا کہ مولانا حسین احمد دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں۔ان کا مسجد نبوی میں حدیث کا درس عام یہ بات جاننے کے لئے کافی تھا کہ علماء دیوبند عقیدۃً اہل سنت ہیں کسی نئے مذہب کے داعی نہیں۔شیخ صالح کمال نے جب شریف کی احمد رضا خاں کے عقائد پر ناراضگی دیکھی تو انہوں نے صرف وزن بیت کے طور پر مولانا خلیل احمد کے عقائد کی بحث چھیڑ دی جسے اسی وقت رد کر دیا گیا۔شریف کو اس میں کسی تحقیق کی ضرورت نہ تھی۔ یہ وہاں کے بعض علماء کی ایک اپنی رائے تھی کہ دیوبند کے عقائد کا خود مدرسہ دیوبند سے براہ راست استفسار کر لیا جائے تا کہ ان کے ہاتھ عقائد دیوبند کی ایک تاریخی دستاویز آ جائے۔

مولانا خلیل احمد پر غلط عقائد کا جھوٹا الزام

شریف کی مجلس میں ۲۹۔۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ کو مولانا احمد رضا خاں کے عقائد قابل اعتراض ٹھہرے اور وہ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے الفاظ میں وہاں پڑھے گئے تھے۔شیخ صالح کمال نے جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے وزن بیت پورا کرنے کے لئے وہاں مولانا خلیل احمد کے عقائد کی بحث چھیڑ دی اور اسی مجلس میں کہہ دیا گیا کہ کوئی مسلمان ایسے عقائد رکھنے والا نہیں ہوسکتا یہ سب جھوٹ معلوم ہوتا ہے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا گیا یہ نہ کہا گیا کہ اس سے بھی اس کے عقیدے پوچھو۔شیخ صالح کمال خاموش ہو کر رہ گئے۔یہ مولانا خلیل احمد کی اپنی اچھلتی سچائی تھی کہ مولانا شیخ کمال کو خود ملنے گئے۔

بریلویوں کے پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

مولوی خلیل احمد صاحب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صفائی پیش کرنے شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیلات شیخ کمال .رجہ ذیل مکتوب سے معلوم ہوتی ہیں۔ جو موصوف نے سید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم کو تحریر فرمایا تھا۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

یہاں ایک غیر جانبدار مبصر یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب شریف کی مجلس میں ان کے عقائد پر جو بات چلی وہ محض زبانی تھی۔ اور مولانا خلیل احمد نے بھی شیخ صالح کمال سے جو بات کی وہ بھی محض

زبانی تھی تو اب شیخ صالح کمال کو کیا ضرورت پڑی کہ انہوں نے اپنی ملاقات کی تفصیلات سید اسمٰعیل کو زبانی کہنے کی بجائے خط کے ذریعہ بتلائیں۔ اور اگر انہوں نے واقعی ان کے (مولانا خلیل احمد کے) عقائد میں کوئی غلط پہلو دیکھا تھا تو انہوں نے اس کی اطلاع شریف کو دینے کی بجائے اسے سید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب خانہ حرم کو لکھنے پر ہی کیوں اکتفا فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے یہ کہانی کوئی بعد کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ جسے ایک خط کے پیرائے میں اب سامنے لایا گیا ہے۔ اور یہ خط جعلی ہے۔

یہ خط حسب تحریر ۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس خط پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ کہاں تک یہ کوئی اصلی دستاویز ہے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کو یہ اطلاع ملی کہ شریف کی مجلس میں ان کی طرف کچھ عقائد ضالہ منسوب کیے گئے۔ تو وہ خود مولانا صالح کمال سے ملنے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا نہیں۔ اس مقام پر یہ چند امور قابل غور ہیں۔ اور فریقین کے اس حرم کے اختلاف میں فیصلہ کن ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں نے مولانا خلیل احمد صاحب کے جو عقائد مولانا صالح کمال کو بتا رکھے تھے اگر وہ واقعی ان کے عقائد ہوتے تو وہ (مولانا خلیل احمد) چپکے سے ان ارکان حکومت سے بھاگتے۔ آپ قصوروار ہوتے تو آپ بھی وطن لوٹنے کی سوچتے۔ ہر مجرم اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے عقائد ضالہ سمیت ہندوستان روانہ ہوجاتے۔ کیا کوئی مجرم خود ہی حکومت کے سامنے پیش ہونے کی ہمت کرتا ہے؟ اور کہتا ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں آپ کو یہ اطلاعات پہنچائی گئی ہیں؟ ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا آپ کا خود انہیں ملنے جانا اس بات کی شہادت ہے کہ حضرت محدث سہارنپوری کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کی طرف منسوب کئے تھے اور شیخ صالح کو بتا رکھے تھے۔

۲۔ محدث سہارنپوری شیخ صالح کمال کے پاس ان کے اپنی طرف منسوب شدہ عقائد پر دلائل پیش کرنے نہ گئے تھے۔ بقول پروفیسر محمد مسعود اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے گئے تھے۔ یعنی کہ یہ میرے عقیدے نہیں ہیں۔ سو آپ کا صفائی پیش کرنا اس بات پر برھان قاطع تھے کہ آپ کے وہ

عقائد ہرگز نہیں جو ان کی طرف احمد رضا خاں نے منسوب کئے تھے ورنہ آپ کا صفائی پیش کرنا چہ معنی دارد؟ یہ صفائی تو اسی بات کی ہوتی ہے جو کسی نے کسی کو کوئی غلط بات بتا رکھی ہو یہ بات صحیح ہے کہ ان کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو خاں صاحب نے بطور الزام ان کی طرف منسوب کئے تھے اور ان پر ان کا بہتان باندھا تھا۔ اب اگر مولانا خلیل احمد صاحب المہند نہ بھی لکھتے تو ان کا یہ جرأت مندانہ عمل کہ یہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے خود حکومت کے ریڈر کے پاس چلے گئے۔ آپ سے اس تہمت کو اٹھانے کے لئے کافی ہے۔ آپ خود پیش ہو کر اپنے خلاف ان تمام الزامات کو دھو گئے۔ جب آپ پیش ہوئے تو آپ نے صاف صاف کہا:۔

جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی افتراء ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں۔ (ملفوظات احمد رضا ۲ ص ۱۴)

یہ خود مولانا احمد رضا خاں کی اپنی شہادت ہے کہ مولانا خلیل احمد نے ان عقائد سے صاف طور پر لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

۴۔ کیا شیخ صالح کمال نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی کی؟ بالکل نہیں آپ کے جوابات سے وہ بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا حسین احمد جو ان دنوں حجاز میں تھے لکھتے ہیں۔

اس وقت تک جناب مولانا خلیل احمد کی شیخ شعیب احمد صاحب سے کوئی ملاقات بھی نہ ہوئی تھی چنانچہ جب یہ خبر مولانا کو پہنچی تو ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر شیخ شعیب اور مفتی صالح کمال کے پاس گئے اور ہر ایک سے مل کر گفتگو کی۔ مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی اولاً مفتی صاحب بوجہ ان باتوں کے جو ان کو جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے۔ مگر جب مولانا نے حقیقت حال کا انکشاف فرمالیا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو وہ کبیدگی مبدل بہ فرح و سرور ہو گئی۔ اور جملہ تقریرات حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم فرمایا اور خوش ہوئے۔ (الشہاب ص ۲۰۶)

اس بیان میں مفتی صالح کمال کا حضرت محدث سہارنپوری کے بیان سے مطمئن ہو جانا صراحت سے

مذکور ہے۔اب مفتی صاحب کو ان پر کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔اور اسی لئے آپ نے ان کے خلاف حکومتی سطح پر کوئی کاروائی نہ کی۔

اب اگر کوئی شخص مولانا حسین احمد کے اس بیان پر اعتماد نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ یہ یکطرفہ شہادت ہے اس پر کوئی دوسرا گواہ نہیں تو ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تمہیں اختلاف صرف شیخ صالح کمال کے مطمئن ہونے سے ہے یا یہ کہ مولانا خلیل احمد مفتی صالح کمال سے ملے ہی نہیں؟ محدث سہارنپوری کا خود شیخ صالح کمال کے پاس جانا اور اپنے عقائد پر گفتگو کرنا اور اپنی صفائی پیش کرنا یہ تو پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بھی ذکر کیا ہے اور ہم اس پر ان کا اپنا حوالہ پیش کر آئے ہیں سو یہ شہادت یکطرفہ نہ رہی پہلی بات کہ مولانا صالح کمال حضرت کے جوابات پر مطمئن ہوئے؟ اس میں اگر وہ بات صحیح نہیں جو حضرت مولانا حسین احمد نے لکھی ہے تو بتلایا جائے کہ اگر شیخ صالح کمال کی نظر میں محدث سہارنپوری واقعی توہین رسول کے مرتکب تھے تو آپ نے انہیں اس وقت جانے کیوں دیا گرفتار کیوں نہ کیا۔اسلام میں توہین رسالت کے مرتکب کو کھلا چھوڑا جاسکتا ہے؟ کہ وہ آرام سے جدہ چلا جائے۔مفتی صالح کمال اگر یہ ہاں میں فتوے دیں تو کوئی دوسرا مفتی ان سے اس بات پر اتفاق نہ کرسکے گا۔

اگر کہا جائے کہ انہوں نے مفتی صالح کمال سے توبہ کا وعدہ کیا تھا تو ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا مرتد کو توبہ کرنے میں اتنی مہلت دی جاسکتی ہے کہ وہ جدہ چلا جائے۔یا اسے علی الفور توبہ کرانی ضروری ہے اگر توبہ کا ارادہ کرنے والا مرتد بلا توبہ مرجائے تو کیا اس کا گناہ مفتی صالح کمال پر نہ آئے گا۔کیا ایسا عالم جو بقول مولانا احمد رضا خاں مکہ معظمہ کا سب سے بڑا عالم ہو فتویٰ و قضاء میں اتنی بڑی غلطی کرسکتا ہے؟ ایسی غلطی کی تو فقہ کے کسی ادنیٰ درجہ کے طالب علم سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔ ناظرین کچھ غور کریں یہ صرف اسی صورت میں تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مفتی صالح کمال واقعی ان سے ہر طرح سے مطمئن ہو چکے ہوں۔

پروفیسر مسعود احمد کی مولانا خلیل احمد کے خلاف غلط بیانی

ہم پیچھے مولانا صالح کمال کے حوالہ سے ایک خط کا ذکر کر آئے ہیں۔ جو خود مولانا احمد رضا خاں نے ترتیب دیا ہے اور اسے ۱۳۳۸ھ میں اپنے ملفوظات میں جگہ دی ہے۔ بریلوی حضرات اس میں عجیب الجھن کا شکار ہیں۔ جب وہ ہماری گرفت سے کسی جہت سے نکل نہ پائے تو پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اپنی بات بنانے کے لئے اس جعلی خط کا سہارا لیا ہے۔ آپ اس کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

شیخ صالح کمال کا مطمئن ہونا درکنار موصوف تو مولانا خلیل احمد سے کلمات کفریہ کا اقرار کرا کے ان سے توبہ کرانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ اس لئے ممکن نہ ہوسکا کہ مولانا خلیل احمد دوسرے ہی روز جدہ تشریف لے گئے۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں)

ان الفاظ پر غور کریں ''موصوف تو ان سے کلمات کفریہ کا اقرار کرانا چاہتے تھے۔'' یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفتی صاحب ان سے کلمات کفریہ کا اقرار نہ کرا پائے تھے۔ وہ صرف چاہتے ہی رہے کہ کسی طرح یہ عقائد ضالہ ان پر لازم کئے جاسکیں مگر وہ انہیں ان کی کتابوں سے ثابت نہ کر سکے۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے ان عقائد ضالہ کا کھلے طور پر انکار کیا اقرار نہ کیا۔ اور نہ مولانا صالح کمال ان سے کسی کفر کا اقرار کروا سکے۔ بات حقیقت میں یہ ہے کہ مفتی صاحب ان سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حکومت کی طرف سے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ نہ انہیں جدہ جانے سے روکا۔

سو اگر حضرت مولانا حسین احمد کے مندرجہ بیان میں کوئی بات غلط ہوتی تو مولانا مفتی صالح کمال کا کوئی عمل تو مولانا خلیل احمد صاحب کے خلاف ہوتا۔ ان کا عمل بتا رہا ہے کہ وہ واقعی ان سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے ہم اس پر کچھ گفتگو پہلے بھی کر آئے ہیں۔

مولانا خلیل احمد کی مولانا صالح کمال سے ملاقات کب ہوئی تھی

مفتی صالح کمال مولانا احمد رضا خاں کے جوابات (جو ان سے ان کے اپنے عقائد کے بارے میں پوچھے گئے تھے) لے کر شریف صاحب کی مجلس میں کب گئے؟ اور کب یہ جوابات اس مجلس عالی

میں پڑھے گئے؟ یہ جوابات ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی رات شریف کی مجلس میں پڑھے گئے اور پھر ابھی تک مفتی صاحب کی مولانا خلیل احمد سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ورنہ وہ دیانتاً اپنی ملاقات کا وہاں ضرور ذکر کرتے۔

سو یہ بات یقینی ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کا مفتی صالح کمال کے پاس اپنی صفائی کے لئے جانا یہ ۲۸ ذوالحجہ کے بعد ہی کسی تاریخ کو ہوسکتا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ اسے اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا واقعہ نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ لازماً ۲۸ تاریخ کے بعد کا ہی کسی تاریخ کا واقعہ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں اس بات کے مدعی ہیں کہ جب مولانا صالح کمال نے ان سے اپنی مولانا خلیل احمد صاحب سے ملاقات اور بات کا ذکر کیا تو انہوں نے (مولانا صالح کمال نے) اس کی اطلاع حرم شریف کے کتب خانہ کے محافظ سید اسمٰعیل خلیل کو ایک خط کے ذریعہ دی۔ پروفیسر مسعود صاحب اب اس خط کے سہارے اپنے جواب کو مکمل کرتے ہیں (دیکھئے فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

مولانا صالح کمال کے نام سے یہ جعلی خط وضع کیا گیا

اس خط میں جس کاروائی کا ذکر ہے وہ ۲۹ تاریخ کے بعد کی ہے اب اس کا ذکر ۲۸ کو کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جب کہ اس خط پر ۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ جب یہ خط ۲۸ تاریخ کو لکھا گیا تو مفتی صالح کمال کی مولانا خلیل احمد صاحب سے یہ ملاقات یقیناً اس سے پہلے ہی کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ مفتی صالح کمال کا شریف کی مجلس میں جو یقیناً ۲۸ اور ۲۹ ذوالحج کی درمیانی شب ہوئی۔ مولانا خلیل احمد صاحب کا اس طرح ذکر کرنا گویا وہ انہیں جانتے نہیں۔ نہ انہوں نے ان سے خود کبھی عقائد پوچھے ہیں بتلاتا ہے کہ وہ خط بالکل جعلی ہے جو مفتی صالح کمال کے نام سے اس واقعہ کے چودہ سال بعد ۱۳۳۸ھ میں گھڑا گیا۔ اور اسے مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات حصہ دوم پر اس طرح جگہ دی گئی ہے۔

مفتی صالح کمال کے نام سے تیار کردہ جعلی خط

مولانا احمد رضا خاں نے عربی میں یہ خط وضع کیا:۔

صاحب الفضيلة والمحبة الجميلة حضرت السيد اسمعيل آفندی محافظ الكتب! حضر عندنا قبل تاريخ رجل من اهل الهند، يقال له خليل احمد مع بعض علماء الهند المجاورين بمكة يستعطف خاطرنا عليه لانه قد بلغه انی شديد الغيظ عليه و انا لا اعرفه شخصاً و قال يا سيدی بلغنی انكم واجدون علی و ذلك بسبب انی ذكرت ماوقع منه فی البراهين القاطعة لدی حضرة الامير حفظه الله واردت ان احضرها و احضر من يفهم ذلك اللسان لا قرره وما فيها و استتبيه لكنه فی ثانی يوم من مجيئه عندنا هرب الی جده ولا حول ولا قوة الا باالله اجبنا اعلامكم بذلك ما دمتم ......محمد صالح كمال ۲۸ ذی الحجه ۱۳۲۳ھ

(ملفوظات احمد رضا خاں ۲ ص ۱۶)

(ترجمہ) جناب سید اسمٰعیل آفندی محافظ الکتب!

ہمارے پاس اس سے پہلے ایک ضدی شخص جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے بعض دوسرے علماء جو مکہ میں رہتے ہیں کی معیت میں آیا تا کہ ہمیں اپنے اوپر کچھ نرم کر سکے کیونکہ اسے یہ بات پہنچی تھی کہ میں اس پر بہت غصے میں ہوں اور میں اسے ذاتی طور پر نہیں جانتا اس نے کہا:۔

"میرے آقا! مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ مجھ پر بہت ناراض ہیں اور یہ اس لئے تھا کہ میں نے اس کی وہ بات جو اس نے براہین قاطعہ میں کہی ہے حضرت امیر کے سامنے کہہ دی ہے۔ اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اسے پیش کروں اور اسے بھی جو اس زبان کو سمجھ پائے یہ اس لئے کہ میں اس سے اقرار کراؤں اور اسے اس سے توبہ کے لئے کہوں لیکن وہ اس سے اگلے دن ہی جدہ کو بھاگ گیا ہم نے مناسب جانا کہ آپ کو اس کی اطلاع کر دیں۔"

محمد صالح کمال

۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳

اس خط پر اٹھنے والے سوالات

۱۔ اس خط پر پہلا سوال یہ ابھرتا ہے کہ خط لکھنے والا (مفتی صالح کمال) اور جس کو یہ خط لکھا گیا (مولانا سید اسمٰعیل خلیل صاحب) جب دونوں مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں اور دونوں کی روزانہ عام ملاقات بھی ہو جاتی ہے اور نمازوں میں بھی وہ اکثر ملتے رہتے ہیں تو اب کیا ضرورت پڑی تھی کہ مفتی صالح کمال انہیں بالمشافہ مولانا خلیل احمد سے ملاقات کی اطلاع نہیں دیتے بذریعہ ڈاک انہیں مطلع کرتے ہیں اور عرب میں ڈاک کا انتظام کتنا باقاعدہ ہے اس کی ہر حج کرنے والے کو خبر ہے خصوصاً حج کے موسم میں۔

بات کرنے کی بجائے بذریعہ خط اطلاع دینا کیا کسی خاص کاروائی کی نشاندہی نہیں کرتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار یہ کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

۲۔ مولانا خلیل احمد کی جب مفتی صالح کمال سے ملاقات ہوئی اور مفتی صاحب نے اس کی اطلاع اگلی صبح مولانا احمد رضا خاں کو بھی کردی تو اس پر مولانا صالح کمال کا بیان ہے کہ مولانا خلیل احمد رات ہی جدہ کو چلے گئے، کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں مولانا مفتی کمال نے چاہا کہ کسی اردو جاننے والے کو بلائیں اور انبیٹھی صاحب کو براہین قاطع دکھائیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی جدہ کو فرار ہو گئے۔ (ملفوظات ۲ ص ۱۴)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کو اس ملاقات کی اطلاع ۲۹ کے بعد ہی کسی تاریخ کو ہوئی اس پر یہ سوال ابھرتا ہے کہ اس ملاقات کا یہ ذکر ۲۸ ذوالحج کے خط میں کیسے آ گیا؟ یہ خط اس اندرونی شہادت سے بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ مفتی صالح کمال کی جو گفتگو مولانا احمد رضا خاں سے اس واقعہ کے دوسرے روز صبح کے وقت ہوئی اس میں بھی یہی ہے کہ مولانا خلیل احمد رات ہی جدہ چلے گئے لیکن اس جعلی خط میں مفتی صالح کمال کا بیان یہ ہے:۔

لیکن جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز وہ (مولانا خلیل احمد)

بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۴)

پہلے دعویٰ سے یہ تھا کہ مولانا خلیل احمد اسی روز جدہ چلے گئے اس خط میں ہے کہ اگلے دن گئے۔ اب بتایئے کون سی بات صحیح ہے؟ کیا یہ کھلا تعارض نہیں۔ بات کس کی غلط ہے؟ ہم سمجھتے ہیں بات اس خط کی غلط ہے اس سے واضح ہوتا کہ یہ خط اس وقت کا نہیں ہے کسی بعد کے وقت میں تیار کیا گیا ہے یہ خط ۲۸ ذوالحج کا کسی طرح نہیں ہوسکتا ہے۔

۴۔ اس خط میں مفتی صالح کمال کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے۔

آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۸ ذوالحج، جس تاریخ کو یہ خط لکھا جارہا ہے اس سے کئی دن پہلے مولانا صالح کمال کی حضرت مولانا خلیل احمد سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر یہ اس سے صرف ایک دن پہلے کی بات ہوتی تو مفتی صاحب نے اسے یوں لکھا ہوتا۔

''کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جس کا نام خلیل احمد تھا''

اس کی تائید پروفیسر مسعود احمد صاحب کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس عبارت سے سمجھا۔ وہ مفتی صالح کمال کی یہ بات اپنے الفاظ میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

چند روز ہوئے خلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاور علماء ہند کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔

(فاضل بریلوی ص ۱۷۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صالح کمال اور مولانا خلیل احمد کی یہ ملاقات اس خط کے لکھنے سے چند روز پہلے کہیں ہوئی ہے اس خط پر ۲۸ ذوالحج کی تاریخ دی گئی ہے تو اس کی رو سے یہ ملاقات ۲۵ یا اس سے پہلے کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس مفتی صالح کمال کی شریف سے ملاقات یقیناً ۲۸ اور ۲۹ ذوالحج کی درمیانی رات کو ہوئی اور اس وقت تک مفتی صالح کمال کی مولانا خلیل احمد سے کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی۔

۵۔ مفتی صالح کمال نے وہ سوالات جو حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے عقائد

کے بارے میں کئے گئے تھے۔ ۲۵ ذوالحج کو بعد نماز عصر کتب خانہ حرم میں دیئے تھے وہاں محافظ کتب خانہ مولانا اسمٰعیل بھی یقیناً موجود ہوں گے۔ یہ واقعہ ۲۵ تاریخ کا ہے (دیکھئے ملفوظات مولانا احمد رضا خاں ۲ ص ۹) ان سوالوں کے جوابات ۲۸۔ ۲۹ تاریخ کی درمیانی رات شریف کی مجلس میں پڑھے گئے۔ لیکن پورے نہ پڑھے جا سکے اور شریف نے انہیں کسی دوسرے وقت دیکھنے کا کہا اب جوابات مکمل دیکھے بغیر مولانا احمد رضا خاں وہاں سے نہ جا سکتے تھے۔ انہیں دیکھنے کے بعد انہیں مکہ سے نکلنے کا حکم دے دیا گیا تاہم یہ حقیقت ہے کہ آپ جلدی مدینہ منورہ نہ جا سکے۔ آپ ۲۴ صفر کو مدینہ گئے۔

اس تاریخ کو اس زیر بحث خط کا مکتوب نگار (مفتی صالح کمال) اور مکتوب الیہ (مولانا اسمٰعیل خلیل) دونوں حرم میں موجود تھے۔ بلکہ مولانا احمد رضا خاں بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اسی تاریخ کو (۲۵ ذوالحج) مولانا خلیل احمد مفتی صالح کمال کو ملنے آئے ہوں۔ اور اس روز مفتی صالح کمال نے مولانا خلیل احمد صاحب سے اپنی ملاقات کی خبر تک مولانا اسمٰعیل کو نہ ہونے دی ہو نہ اس پر ان کے سامنے کوئی بات کی ہو۔ بلکہ اس کے لئے ہی خط لکھا گیا ہو جب کہ دونوں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ مکہ معظمہ میں ہی رہتے تھے۔ کیا کوئی عقلمند ان دونوں میں کسی درجہ میں خط و کتابت کی ضرورت محسوس کرسکتا ہے؟

ان تفصیلات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس خط کی تحریر ہرگز درست نہیں۔ یہ خط کسی بعد کے وقت میں بنایا گیا ہے جس میں مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں گزری حالت زار پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس میں اس غلط بیانی کو جگہ دی گئی ہے کہ شریف مولانا احمد رضا خاں کا مرید ہوگیا تھا۔

نستغفر الله من ذلك الكذب القبيح

سو یہ بات کسی طرح باور کرنے کے لائق نہیں کہ مولانا خلیل احمد ۲۹ یا ۳۰ ذوالحج کو چھپے طور پر جدہ چلے گئے ہوں اور وہاں سے ہندوستان لوٹ آئے ہوں پروفیسر مسعود احمد صاحب کا یہ پیش کردہ خط ہرگز لائق پذیرائی نہیں یہ سراسر ایک جعلی کاروائی ہے۔

یہ مولانا احمد رضا خاں تھے جو اس وقت حکومت کے عتاب میں تھے اور انہیں جلد مکہ مکرمہ سے نکل

جانے کا حکم ہو گیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں اب یکم محرم سے ۲۴ صفر تک کس حال میں چھپے رہے اسے ان کے کے ملفوظات میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ ۲۴ صفر کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ آپ ان دونوں حضرات کے اپنے اپنے وقت جدہ روانہ ہونے کا تقابلی مطالعہ کریں۔

مولانا خلیل احمد کے جدہ جانے کی صورت واقعہ

اگر محدث سہارنپوری واقعی چھپے جدہ کی طرف نکلے ہوں جیسا کہ اس جعلی خط میں مرقوم ہے تو شیخ صالح کمال نے مدینہ منورہ میں ان کا تعاقب کیوں نہ کیا۔ مدینہ منورہ آپ کس عزت و احترام سے رہے اس کے لئے ہم شاہ سراج الیقین قادری سجادہ نشین درگاہ کری شریف ضلع ہردوئی (بھارت) کی ایک غیر جانبدارانہ عصری شہادت پیش کرتے ہیں۔ موصوف اس حج میں آپ کے رفیق سفر رہے اور مدینہ منورہ میں حضرت محدث سہارنپوری نے آپ کو اپنی قیام گاہ میں ہی ٹھہرایا تھا۔ آپ نے وطن جا کر زیارت نامہ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں آپ لکھتے ہیں:۔

مکہ معظمہ سے تا مدینہ منورہ برابر آپ کے حالات فقیر کے پیش نظر رہے اور مدینہ منورہ میں آپ نے اپنی ہی قیام گاہ پر فقیر کو جگہ عنایت فرمائی اسی وجہ سے ہر وقت آپ کے حالات فیض سمات پیش نظر رہتے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ارباب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ منورہ میں جاری رہتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ جب عازم حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھوں پر لئے ہوئے اسباق پڑھتے جاتے تھے اور بے تکلف آپ کا درس جاری رہتا تھا۔ (زیارت نامہ ص۲۲ فخر المطابع لکھنو)

اب آپ ہی غور فرمائیں کیا یہ اس شخص کا حال ہو سکتا ہے جو مکہ مکرمہ سے بھاگ نکلا ہو پروفیسر مسعود احمد کے پیش کردہ خط میں صداقت ہوتی تو محدث سہارنپوری اس عزت و احتشام سے مدینہ منورہ میں درس حدیث دیتے نظر نہ آتے۔

مدینہ میں غلط کار لوگ چھپے نہیں رہ سکتے

چھپ کر مدینہ رہنے والے غلط لوگوں کو مدینہ منورہ کی پاک مٹی خود مدینہ سے نکال باہر کرتی ہے۔ مگر

محدث سہارنپوری سے وہ اتنا انس پا چکی تھی کہ بالآخر مدینہ منورہ نے ۱۵ ربیع الثانی کو مولانا **خلیل احمد** کو اپنی آغوش میں جگہ دی اور آپ کی نماز جنازہ روضہ رسول کے قریب باب جبریل کے باہر ادا کی گئی اور آپ کو جنت البقیع میں امہات المومنین کے مزارات کے قریب دفن کیا گیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مولانا احمد رضا خاں کے جدہ پہنچنے کی صورت حال

مولانا احمد رضا خاں کی بھی خواہش تھی کہ جنۃ البقیع میں جگہ ملے مگر آپ بریلی میں اپنی جائیداد چھوڑ کر نہ جانا چاہتے تھے۔ آپ کو اپنی خواہش پورا کرنے میں یہ جائیداد ہی لے بیٹھی۔ آپ کے آخری الفاظ ملاحظہ ہوں۔ انگریزوں کی حمایت سے جو دولت حاصل ہو وہ خیر کی ساری راہیں روک لیتی ہے آپ کے آخری لمحات ملاحظہ ہوں:۔

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور جنت البقیع میں دفن نصیب ہو مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ (اعزہ و اقارب) کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک پہنچنے ہی نہ دیں گے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۱۶)

مدینہ منورہ میں دفن ہونا ہر کسی کا نصیب نہیں مدینہ منورہ کے شیخ احمد الجزائری مالکی کی تقریظ حسام الحرمین میں لکھے گئے ان الفاظ کو دیکھیں مولانا احمد رضا خاں نے بھی کہیں حاشیہ میں انہیں رد نہیں کیا سو اس مسئلہ میں کسی کو تردد نہیں ہو سکتا۔ نہ مولانا احمد رضا خاں اس کا انکار کر سکتے تھے۔ شیخ الجزائری لکھتے ہیں:۔

الا و ان بمكة بلد الله الامين طائفة منهم شياطين فليحذر العوام من مخالتهم بالكلية فانها اشد من مخالطة المجذوم فى الاذية و منهم بالمدينة النبوية شرذمة قليله مستترة بالتقيه فان لم يتوبوا فعن قريب تنفيهم المدينة عن مجاروتها لما هو ثابت فى الحديث الصحيح من خاصيتها (حسام الحرمين ص)

مدینہ منورہ میں چند گنتی کے افراد تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ (یہ مہلت خدا نے اس لئے ان کو دے رکھی ہے کہ شاید توبہ کرلیں) اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ منورہ ان کو اپنی مجاورت سے نکال باہر کرے گا۔ اس کی یہی خاصیت ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (تقریظ بر حسام الحرمین ص)

مدینہ منورہ کے ایک اور بڑے عالم علامہ سید احمد آفندی برزنجی نے مولانا احمد رضا خاں کے عقیدہ علم غیب پر ایک متعلق کتاب "غایۃ المامول" لکھی۔ جس کی بہت شہرت ہوئی ان حالات میں آپ کے لئے وہاں رہنا بہت مشکل تھا۔ پھر حکومت کی طرف سے بھی وہاں آپ کی پذیرائی نہ تھی جلد نکلنے کا حکم تھا۔

مکہ معظمہ میں حکومت کو ۲۹۔۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ آپ کے عقیدہ علم غیب کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اور بالآخر آپ کو مکہ سے نکلنے کا حکم ہو چکا تھا۔ لیکن مکہ مکرمہ میں آپ یکم محرم سے اواخر محرم تک ایسے چھپ کر رہے کہ حرم شریف کی نماز میں بھی آپ نہ ہوتے تھے۔ اس ایک مہینے کی کہانی ذرا غور سے سنئے اور غور کیجئے کہ کیا واقعی آپ بیمار تھے۔ اوائل محرم سے ختم محرم تک وہ اس قدر شدید بیمار رہے کہ کئی ہفتہ مسجد حرام میں نماز تک پڑھنے نہ جاسکے اور جس بالا خانے میں موصوف مقیم تھے چالیس زینے کا تھا۔ اس سے نیچے اتر کر آنا بھی ان کی قدرت سے باہر ہو گیا تھا۔ (ملفوظات ۲ ص ۲۴)

محرم کے بعد پھر ۲۴ صفر تک آپ پر کیا گزری اسے بھی آپ سن لیں۔

مولانا احمد رضا کتنا عرصہ لوگوں سے چھپے رہے

مولانا احمد۔ رضا خاں فرماتے ہیں:۔

جب اواخر محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہایا باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ بارش میں ہی سات پھیرے طواف کیا پھر بخار عود کر آیا۔ (ملفوظات ۲ ص ۲۷ مجموعہ ص ۱۶۷)

یہ بخار کب اترا؟ معروف بریلوی عالم بدرالدین رضوی لکھتے ہیں:۔

مکہ شریف میں اعلیٰ حضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک رہا (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۷۹)

بہت سے لوگ مدینہ منورہ سے فارغ ہوکر ہندوستان واپس جا چکے تھے اور وہاں یہ بات عام پھیلی ہوئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کو وہاں سے نکلنے کا حکم ہو چکا ہے۔ آپ نے جدہ پہنچتے اپنے چند آدمیوں کو خطوط لکھے کہ یہاں ان کی بہت پذیرائی ہوئی ہے اور حضرت شریف بھی آپ کے ارادتمند ہوگئے ہیں۔ جب یہ خبریں بریلی اور رام پور پہنچیں تو وہاں کے لوگوں نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے شیخ عبدالقادر شیبی (کلید بردار خانہ کعبہ) کو خط لکھا کہ اصل صورت حال پر مطلع فرمائیں۔ حضرت شیخ نے انہیں صحیح صورت حال سے مطلع کر دیا اس سے وہاں بریلویت پر اوس پڑ گئی۔ مولانا احمد رضا خاں ہندوستان آکر دو تین سال بالکل خاموش رہے تا کہ لوگ اس بات کو اور مکہ کی ان واردات کو بھول جائیں یہ نہ جان پائیں کہ مکہ معظمہ میں ان پر کیا صورت حال گزری تھی۔ بریلی کے بہت سے لوگوں نے شیخ عبدالقادر شیبی سے استفسار کیا اور رام پور سے مولانا محمد طیب مدرس مدرسہ عالیہ رامپور نے بھی آپ سے یہی استفسار کیا شیخ نے مولانا محمد طیب کو پوری صورت حال لکھی ۔ساکنان بریلی کا وہ سوال اور شیخ کا مولانا محمد طیب مکی کو جواب یہ دونوں خطوط مولانا محمد اسحق بلیاوی نے اپنی کتاب ''قاطع الورید من المبتدع العنید ''میں شائع کر دیے ہیں۔ ہم وہیں سے ان کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے حواری داستان ۱۳۲۸ھ میں وضع کی۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں یہ اتنی مدت کیوں خاموش رہے۔ اس وقت ہم یہ دونوں خطوط آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

معززین بریلی کا خط شیخ عبدالقادر شیبی کے نام (عربی مع ترجمہ)

اہل بریلی کا خط اور ''شیخ عبدالقادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ'' کے نام

خلاصة حال و تشکر من جانب ساکنان بریلی۔ الحمد لله العلی العظیم و الصلوة والسلام علیٰ نبیه الکریم و علیٰ آله وصحبه ذوی الجاه العمیم۔ اما

8
25

بعد فهذا تشکر من اهالی بریلی واسترحام من دولة سیدنا نائب خلیفة المسلمین فی بلدالله الامین۔

یترجون من سیدنا و سید الجمیع ان یشرفهم بمرسوم من مجلسه السامی یتضمن شرح ما حکمت به دولته المتسورة علی احمد رضا لیکون مکذبا لما اشاعه فی مکاتیبه حیث زعم ان دولة سیدنا قد جنحت الی معتقده۔

وایضاً لا یخفی علی سعادة دولة سیدنا ان التقریظ الذی کتبه بعض العلماء علی کتابه الذی ردفیه علی المسیح القادیانی سیحرفه هذا الملبس الی ما یرید فانه دجال مکار یصور الامهار و ربما الصق ورقة التقریظ بکتاب غیر الکتاب وهذا الرجل لیس بادنی من المسیح القادیانی۔ ذاك یدعی الرسالةظاہراً وهذا یتستر بالمجددیة والحاصل ان الاسلام انما عرف من بیتکم وانتم اعوانه والسلام۔

(ترجمہ) اہل بریلی کی طرف سے شریف مکہ کی خدمت میں عرض حال۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے اہل بریلی کی طرف سے نائب خلیفۃ المسلمین شریف مکہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ از راہِ مہربانی ہم کو اس حکم نامہ سے مطلع فرمایا جاوے جو حضور نے مجلس شوریٰ میں احمد رضا پر صادر فرمایا۔ اس لئے کہ اس نے یہاں اپنی بعض تحریرات (مکاتیب) میں شائع کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں حضور شریف صاحب نے میرے اعتقاد سے خوشی اور موافقت ظاہر فرمائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ حضور کے حکم نامہ سے احمد رضا کی تحریرات کی تردید وتکذیب کی جائے اور اس کا جھوٹ کھول دیا جائے۔ نیز حضور پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ احمد رضا کے اس رسالہ پر جو اس نے مسیح قادیانی کی تردید میں لکھا ہے مکہ معظمہ کے بعض علماء نے جو تقریظ لکھی ہے عنقریب احمد رضا دغا باز اس کو بدل کر اپنے غرض ومطلب کی طرف لے جاوے گا۔ کیونکہ یہ شخص دجال ومکار ہے۔ طرح طرح کی مہریں بنا لیتا ہے اور ایک کتاب کی تقریظ کو دوسری کتاب میں شامل کر دیتا ہے اور یہ شخص مسیح

قادیانی سے کسی طرح کم نہیں اس لئے کہ قادیانی پیغمبری کا مدعی ہے اور احمد رضا مجددیت کا۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام آپ ہی کے گھر سے پھیلا ہے اور آپ ہی اس کے مددگار ہیں۔ والسلام۔

نقل کرامت نامہ مولانا الشیخ عبدالقادر شیبی کلید بردار کعبہ شریفہ

جو اہل بریلی کی عرضداشت کے جواب میں بنام مولوی محمد طیب صاحب مکیؒ مدرس مدرسہ عالیہ رام پور صادر ہوا

قدوة الفضلاء وعمدة العلماء جنابه الفاضل محبنا الشيخ محمد طيب سلمه الله وابقاه۔ أمين۔ و بعد السلام التام مع التحية ولاكرام۔

اول السوال عن كمال صحتكم نرجوا دوامها و ثانيا قد وصلنا كتابكم وفي طيه رسالتكم المفلحة للشيخ النارى وبواسطة مولانا الشيخ محمد معصوم فهمنا حقيقة الرجل اى المولوى احمد رضا خان البريلوى و عرضنا علىٰ دولة سيدنا الشريف و وصدرامره على مفتي الاحناف ان لا يجيبه بشئى فى كل ما يسأل وقد حصل وسأل الشيخ على تقريظة فى قول "انه صلى الله عليه وسلم يعلم ما كان ومايكون من الازل الى الابد وهو بكل شى ء عليم" فاذكر ذالك ووجه لها توجيهات اظهرت عناده وضلالته۔

و بعد ها اظهر رسالته فيها رد على المدعى ان عيسىٰ فى الهند فقرظوا رسالته بعض العالم وكانت بالغفلة عن اطلاعنا وعندسماعنا اطلعنا دولة الامير و كان عزم علىٰ اخذها ولكن تحققت ان ما فيها يخل بالشرع ابقاها فى يده ولأن خرج الى المدينه لمنورة۔

دستخط

عبدالقادر الشيبى

فاتح بيت الله الحرام

الثانى ربيع الاول ۱۳۲۳ھ

(ترجمہ) محب مکرم شیخ محمد طیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مع الاکرام کے بعد اول آپ کی صحت و تندرستی کی کیفیت دریافت کی جاتی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیشہ تندرست رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ کا خط پہنچا اور اس کے ساتھ وہ رسالہ جو آپ نے شیخ ناری کے رد وقدح میں لکھا ہے۔ موصول ہوا۔ ہم کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی اصلی حالت مولانا شیخ محمد معصوم کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ ہم نے اس کو شریف مکہ کے حضور میں پیش کر دیا۔ وہاں سے مفتی احناف کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ اس کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔ مولوی احمد رضا خاں نے شیخ محمد معصوم کے روبرو اپنا وہ رسالہ پیش کیا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ عالم الغیب تھے ازل سے ابد تک جس قدر امور ہو چکے ہیں اور ہوں گے ان سب کو آپؐ جانتے تھے۔ اور تقریظ لکھنے کی درخواست کی۔ شیخ محمد معصوم نے اس سے انکار کر دیا۔ اور اس مسئلہ کے متعلق چند باتیں بیان کیں۔ جن سے ظاہر ہوا کہ مولوی احمد رضا گمراہ اور دشمن دین ہے۔ اس کے بعد احمد رضا نے اپنا دوسرا رسالہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے قادیانی پر رد کیا ہے۔ سو اس پر بعض علماء نے تقریظ لکھ دی۔ اور یہ اس سبب سے ہوا کہ ہم سے انہیں اطلاع کرنے میں غفلت ہوئی۔ ہم نے جب یہ بات سنی تو شریف مکہ کو اس سے مطلع کیا۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ رسالہ مذکورہ کو احمد رضا سے لے لیں۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ اس رسالہ میں شرع کے خلاف باتیں ہیں تو انہوں نے نہیں لیا۔ اور اسی کے پاس چھوڑ دیا اس لئے بھی کہ اب وہ مدینہ کی طرف چلا گیا ہے۔

ناظرین کرام! ان دونوں خطوں کو ملاحظہ فرما کر نتیجہ نکال لیجئے کہ احمد رضا بریلوی کہاں تک سچا ہے اور اس کے معاونین کیسے راست باز ہیں۔ (قاطع الوريد من المبتدع العنيد ص ۶۷ تا ۷۰ مطبوعہ ۱۳۳۳ھ)

امید ہے کہ قارئین کرام اس ساری صورت حال کے سمجھ لینے کے بعد شیخ صالح کمالؒ کی طرف منسوب جعلی خط کی تیاری کے پس منظر سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے۔

ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں (۱۳۴۰ھ) کو سخت ضرورت تھی کہ مکہ معظمہ سے آمدہ ان اطلاعات کے جواب میں وہ انہی دنوں کے حوالہ سے کوئی تحریر تیار کریں۔ جس سے مولانا احمد رضا

خاں کا مکہ معظمہ اکرام واحترام اور مولانا خلیل احمد کا جدہ بھاگ جانا وہ ثابت کرسکیں۔اسی کشاکش میں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات شائع ہونے کا وقت آگیا۔ ۱۳۳۸ھ میں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات شائع ہوئے الملفوظ کے عدد ۱۳۳۸ بنتے ہیں اس میں مولانا احمد رضا خاں زندہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس شیخ صالح کمال کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کرا پنے ملفوظات حصہ دوم میں ڈالدیا۔ اس وقت نہ صالح کمال زندہ تھے کہ وہ اس کی تردید کرسکیں نہ مکتوب الیہ مولانا اسمٰعیل خلیل محافظ کتب خانہ حرم کہ وہ کہیں یہ خط تو میں نے دیکھا تک نہیں۔ نہ میں مولانا احمد رضا خاں اور مولانا خلیل احمد کے ساتھ ان اختلافات میں کسی درجہ شریک تھا۔اب یہ کاروائی میرے نام سے کیوں کی جارہی ہے۔شیخ صالح کمال اس وقت دنیا سے جاچکے تھے اس کے ثبوت کے لئے مولانا احمد رضا خاں کا یہ خط ملاحظہ ہو۔شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔(مکتوبات مولانا احمد رضا خاں حصہ ۲ ص ۲۲)

بہر حال اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کاروائی ۱۳۳۸ھ میں کی اور ایک جعلی خط مفتی صالح کمال کے نام سے لکھ کر ملفوظات مولانا احمد رضا خاں میں ڈال دیا گیا۔خاں صاحب نے اسی سے اپنے ملفوظ حصہ دوم کا آغاز کیا ہے اس کے ص ۱۶ کے آخر میں لکھا ہے۔محمد صالح کمال...... ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کلید بردار کعبہ شیخ عبدالقادر شیبی نے مولانا احمد رضا خاں پر مکہ معظمہ میں گزرے جن حالات کی اطلاع محمد طیب کی مدرسہ عالیہ رام پور کو بذریعہ خط خبر دی تھی۔ یہ جواب ۲ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔ساکنان بریلی کا وہ استفسار اور مولانا محمد طیب کا وصول کردہ جواب یہ دونوں مولانا محمد اسحٰق صاحب بلیاوی کے پاس محفوظ رکھے تھے۔آپ نے انہیں ۱۳۳۳ھ میں قاطع الورید من المبتدع العنید کے نام سے شائع کردیا۔اور اختلافات کی جو آگ آٹھ برس سے سرد پڑی ہے پھر سے بھڑک اٹھی بریلوی حضرات پانچ سال اس پر بہت پریشان رہے کہ مولانا احمد رضا خاں پہ مکہ میں گزرے حالات اب منظر عام پر کیوں آگئے۔انہوں نے وزن بیت پورا کرنے کے لئے مولانا صالح کمال

کے نام سے ایک خط ترتیب دیا اور اسے ۱۳۲۸ھ میں شائع کر دیا۔

حرمین سے واپسی پر احمد رضا خاں پر چودہ سال کیسے گزرے؟

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی حقیقت کھلنے سے پہلے حرم کے جن علماء و مشائخ سے ان کی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حسام الحرمین پر کچھ دستخط حاصل کر لئے تھے گو ان میں بہت سے اس شرط سے مشروط تھے کہ اگر علمائے دیوبند کی عبارات ایسی ہی ہوں جیسا کہ یہ شخص بتلا رہا ہے تو ان پر فتوے کفر ہے ہندوستان آ کر دو سال بعد مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وہ تکفیری دستاویز شائع کر دی اور گمان کیا کہ ان پر وہاں کے گزرے حالات کو لوگ بھول چکے ہوں گے۔ اس کتاب کی اشاعت پر علمائے دیوبند کی طرف سے اس کا جواب ''المهند علی المفند'' ۱۳۲۹ھ میں دیا گیا ہے۔

اس پر اور تصدیقات بھی حاصل کیں۔ اس سے مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۹ھ میں بالکل ٹھنڈے پڑ گئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جان گئے تھے کہ علمائے دیوبند کے صحیح عقائد وہی ہیں جو المهند میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بریلویت کے اس چودہ سالہ دور فترت کی یاد ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پھر مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اچانک اپنی فتح کا اعلان کر دیا اور شریف کو اپنا مرید بنالیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب شریف اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی کیسے کھلی؟

محدثین کے ہاں اسباب جرح متعدد ہیں مگر وہ سب ان دو امور کے گرد گھومتے ہیں (۱) علم و حافظہ اور (۲) صدق و دیانت۔ اس دور میں بھی ہم انہیں انہی دو جہات سے علماء کو جانتے ہیں۔ ہم نے مولانا احمد رضا خاں کو ہندوستان اور حجاز دونوں جگہ ان دائروں میں کیسے پایا اسے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ علم و حافظہ کی رو سے

مولانا احمد رضا خاں اپنے سفر حجاز میں گزرے واقعات کو کیسے یاد رکھ سکے اسے انہیں کے چند فقرات میں ملاحظہ فرمائیں (۱)۔ اس سفر حجاز میں کوئی ان کی یادداشتوں کو قلمبند کرنے والا نہ تھا آپ اپنے حرمین میں گزرے واقعات کے بارے میں اس طرح حسرت کے ہاتھ ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔

یہ تمام وقائع ایسے نہ تھے کہ ان کو میں اپنی زبان سے کہتا۔ ہمراہیوں کو توفیق ہوتی اور آتے جاتے اور ایام قیام ہر دو سرکار کے واقعات روزانہ تاریخ وار قلمبند کرتے تو اللہ اور رسول کی بے شمار نعمتوں کی عمدہ یادگار ہوتی ان سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہو گیا جو یاد آیا بیان کیا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص۴۲، ۱۸۲)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

اس قسم کے وقائع بہت تھے کہ یاد نہیں اگر اسی وقت منضبط کر لئے جاتے محفوظ رہتے۔ مگر اس کا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ تھا۔ (ملفوظات حصہ دوم ۲۶ ص۱۶۶)

آپ کا حافظہ واقعی بہت کمزور تھا حافظہ کی کمزوری آپ کی دوسری کتابوں میں بھی جلی طور پر دکھائی دیتی ہے۔ چند شواہد ہم یہاں بھی پیش کر دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے حافظہ کا ایک سرسری جائزہ

کمزوریٔ حافظہ

بریلوی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی یہ بھول چوک صرف واقعات میں ہوتی تھی۔ حدیث وفقہ میں نہ بھولتے تھے نہ وہ ان میں یہ غلطیاں کرتے تھے ہم کہتے ہیں محدثین کے ہاں جو راوی سئ الحفظ (برے حافظے والے) ہوتے ہیں وہ واقعات کی غلط بیانی سے ہی پہچانے جاتے تھے جو اس طرح سئ الحفظ قرار دیے گئے اور ان کی روایات قابل قبول نہ ٹھہریں کیا ان کی واقعات کی غلطی ان کے سئ الحفظ ہونے کا سبب نہ ٹھہری؟ بریلوی حضرات کچھ انصاف کریں۔

لیجئے ہم حدیث اور فقہ میں بھی آپ کو مولانا احمد رضا خاں کے کمزور حافظہ کا پتہ دیے دیتے ہیں:۔

۱۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے والد بت خانہ لے گئے اور بتوں کی طرف اشارہ کر کے آپ کو کہا۔

هولاء الهتك الشم العلیٰ فاسجدلهم (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول ص۱۲ بحوالہ معالی الفرش)

روایت کے اصل الفاظ یہ تھے

هذه الهتك الشم العلیٰ فاسجدلها

علامہ قسطلانی نے یہ روایت ارشاد الساری جلد ٦ ص ۱۸۸ میں درج کی ہے انہوں نے اسے کتاب معالی القرش الی عوالی العرش سے لیا ہے مولانا احمد رضا خاں نے خذہ کو ھولاء سے بدلا فاسجد لھا کو فاسجد ھم لھم بنا دیا اور کتاب کا نام عوالی العرش بتلایا۔

۲۔خانصاحب نے ایک حدیث اس طرح بیان کی ہے

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر من نور الله (ملفوظات حصہ اول ۱۰۸)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله (الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا ص ۹)

مولانا احمد رضا خاں نے ینظر بنور اللہ کو ینظر من نور اللہ سے بدل دیا اردو میں سے کا ترجمہ من سے کیا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں یہاں اردو محاورے میں بہہ گئے اور حدیث کے اصل الفاظ بھول گئے۔

۳۔حضور ﷺ نے ایک دفعہ شدت حرارت میں موذن سے کہا ابرد (وقت ذرا ٹھنڈا پڑ جائے)

حضرت ابوذر نے اسے اس طرح روایت کیا ہے

ثم اراد ان یوذن فقال له ابرد حتی ساوی الظل التلول (صحیح بخاری جلد ا ص ۸۸)

مولانا احمد رضا خاں نے تلول کو جمع دیکھ ظل کو بھی ظلال بنا دیا حضورؐ کے الفاظ کو اپنے الفاظ سے بدلنا کتنی بڑی جسارت ہے۔

فقال ابرد حتى ساوى الظلال التلول (ملفوظات حصہ اول ۳۴)

۴۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا

غيروا هذا بشئی واجتنبوا السواد (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۹)

(ترجمہ)

خاں صاحب نے اس حدیث کے بیان میں یہ غلطی کی ہے:۔

غيروا هذا الشيب ولا تقربوا السواد (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ ۲ ص ۹۲)

مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا

یأتی ناس یخضبون باسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحة الجنة (ملفوظات حصہ۲ ص ۹۷)

(ترجمہ)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے:۔

قوم یخضبون بهذا السواد آخرالزمان کحواصل الحمام لایریحون رائحة الجنة (سنن نسائی جلد۲ ص ۲۷۷)

لفظ قوم کی یاتی ناس سے اصلاح کردی بھذا السواد کو بالسواد سے بدلا اور حدیث کے آخرالزمان کے الفاظ کو یکسر اڑادیا۔

۶۔ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا:۔

من عقد لحیته فاخبروه ان محمداً صلی الله علیه وسلم منه بری (ملفوظات حصہ۲ ص ۱۰۵)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے جنہیں خاں صاحب نے اس ڈھٹائی سے بدلا حضورؐ نے ایک صحابیؓ حضرت رویفع کو کہا تھا کہ لوگوں کو خبر کردو۔

فاخبرالناس انه من عقد لحیته اور تقلد وتراً او استنجیٰ برجیع دابة او عظم فان محمداً بری منه

(ترجمہ) جس نے اپنی ڈاڑھی باندھی یا کسی چوپائے کی ہڈی سے یا لید سے استنجا کیا تو میں اس سے پوری طرح بےزار ہوں۔

۷۔ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سود ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ خاں صاحب نے حضورؐ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

الربوا ثلث وسبعون حوباً السیرهن ان یقع الرجل علی امه (ملفوظات حصہ۲ ص ۱۰۶)

(ترجمہ) ربا میں تہتر گناہ ہیں جن میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے:۔

الربا سبعون حوباً الیسرھا ان ینکح الرجل امہ (جمع الفوائد جلد ۱ ص ۳۳۲)

خاں صاحب نے یہ الفاظ کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کر کے بیان کئے ہیں:۔

من اکل درھم ربو وھو یعلم انہ ربوا فکانما زنیٰ بامہ ستاً و ثلثین مرۃً (ملفوظات حصہ ۲ ص ۱۰۶)

یہ زنا کے الفاظ ہمیں اصل حدیث میں نہیں ملے۔

۸۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث بھی اپنے ملفوظات میں بیان کی ہے

تداووا عباداللہ فان الذی انزل الداء انزل الدواء لکل داء (ملفوظات حصہ سوم ص ۳۹)

(ترجمہ) اے اللہ کے بندو! دوا کرتے رہو وہ ذات جس نے بیماری بنائی ہے اس نے اس کی دوا بھی اتاری ہے ہر بیماری کی۔

یہ حدیث ہمیں ان الفاظ میں کہیں نہیں ملی خاں صاحب نے اس میں تین حدیثوں سے الفاظ لے کر ایک عبارت بنادی ہے اس کے لئے قارئین سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۸۵ سنن ترمذی ۲ ص ۲۵) اور کنوز الحقائق جلد ۱ ص ۱۰۵ کا مطالعہ کریں سیٔ الحفظ راوی اسی طرح حدیثوں میں اختلاط کرتے ہیں۔

۹۔ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے نشہ آور اور فاتر کرنے والی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و تقر (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۶۳)

مولانا احمد رضا خاں نے اسے حضورؐ کے نام سے اس طرح ترتیب دیا ہے:۔

انی حرمت کل مسکر ومنقر (ملفوظات حصہ ۲ ص ۴۲)

۱۰۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک حدیث ان لفظوں سے بیان کی ہے۔

صدقۃالسر تدفع میتۃ السوء وتطفئی غضب الرب (ملفوظات حصہ ۳ ص ۴۹)

یہ حدیث ان الفاظ میں کہیں نہیں ملی صدقة السر تطفئی غضب الرب کے الفاظ جامع صغیر جلد ۲ ص ۴۴ میں ملتے ہیں اسی طرح ایک روایت میں الصدقة تطفئی غضب الرب وتدفع میتة السوء کے الفاظ بھی ملتے ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث جن الفاظ میں نقل کی ہے وہ الفاظ ہمیں کہیں نہیں ملے۔ یہ سب صورتیں اس لئے ہوئیں کہ مولانا احمد رضا خان کا حدیث کا ضبط بہت کمزور تھا ان کی زبان سے صحیح حدیث بہت کم نکلتی تھی۔

ہم نے بریلوی علماء سے کئی دفعہ نیازمندانہ پوچھا کہ فتح القدیر میں یہ عبارت اس طرح کہاں ہے وہ مل کر بھی مولانا احمد رضا خاں کو غلط حوالے کے اس بوجھ سے فارغ نہیں کر سکے۔

بر سر مطلب آمدیم

ہم مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل پر بحث نہیں کر رہے اس موضوع سے ہم مطالعہ کی دوسری جلد میں فارغ ہو چکے وہاں ہم نے کنز الایمان کی متعدد غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور اب تک کوئی بریلوی عالم اس میں احمد رضا خاں کی صفائی نہیں دے سکے اس کے برعکس کئی بریلوی علماء کنز الایمان کی ان بنیادی غلطیوں میں خود کنز الایمان کے خلاف ہو گئے ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کے علم کو نہیں تول رہے یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا حافظہ کمزور تھا انہوں نے حجاز سے ہندوستان واپس آ کر مدتوں ان اختلاف پر چپ تان لی یہاں تک بعض حلقوں میں یہ بھی سمجھا گیا کہ مولانا احمد رضا خاں بھی علم دیوبند کی اس صفائی سے جو انہوں نے المہند میں پیش کی ہے مطمئن ہو چکے ہیں۔

سو صحیح یہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں پر وہاں گزرے حالات کے بارے میں جو لکھا ہے وہ ان کے کمزور حافظے کی بنیاد پر زیادہ لائق اعتبار نہیں اور وہاں ان دنوں کے حالات جو مولانا خلیل احمد مصنف المہند اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی مصنف الشہاب الثاقب نے لکھے ہیں۔ وہ زیادہ لائق اعتبار ہیں یہاں صرف یادداشت کی ہی بحث نہیں مولانا احمد رضا خاں صدق و دیانت کے پہلو سے بھی ثقہ درجے کے راوی نہیں ہیں۔

بریلویوں کا ایک جواب

مولانا احمد رضا خاں کے حدیث بیان کرنے کے یہ چند حوالے ایک دفعہ ہم نے ان کے ایک معروف عالم کو دکھائے تو انہوں نے کہا خاں صاحب تصنیف کرتے حدیث کی کتابیں سامنے نہ رکھتے تھے محض یادداشت سے لکھتے تھے؟ ہم نے کہا اسی لئے تو ہم نے ان کے کمزور حافظے کے ذیل میں لا رہے ہیں اگر وہ حدیث کی کتابیں سامنے رکھ کر حدیثیں اس طرح لکھتے تو ہم اسے ان کی کمزور نظر کی دلیل بناتے ہم اسے ان کی کمزور یادداشت کے ذیل میں اسی لئے لا رہے ہیں کہ وہ اپنے کمزور حافظے کی وجہ سے نقل احادیث میں غلطیاں کر جاتے تھے اور ممکن ہے اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ انہوں نے حدیث باقاعدہ کسی استاد سے نہ پڑھی تھی ان کے حلقے کے لوگ ان کے علم لدنی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یقین کئے ہوئے ہیں کہ آپ چھ سال کی عمر میں فصیح عربی میں تقریر کرتے تھے کتاب پڑھتے جب انہیں کوئی سبق نہ آتا تو والد محترم تسلی دیتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پڑھا دیں۔

احادیث ہی نہیں فقہ میں بھی یہی حال تھا

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ان کے کتب فقہ سے دیئے چند حوالے بھی ہدیہ ناظرین کر دیں۔

۱۔خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ عقیقہ کا گوشت ماں باپ، نانا نانی، دادا دادی، ماموں چچا وغیرہ کھا سکتے ہیں؟ خاں صاحب نے کہا۔

سب کھا سکتے ہیں۔

عقود الدریہ میں ہے:۔

احکامها احکام الاضحیه

(ترجمہ) عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ہیں۔

یعنی جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا ہے۔

عقود الدریہ علامہ شامی کی کتاب ہے اس میں عبارت یہ ہے۔

حکمها کا حکام الاضحیة (عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۱۳)

احناف کے ہاں قربانی واجب ہے مگر عقیقہ واجب نہیں اور اگر عقیقہ کے سارے احکام قربانی کے ہوں تو عقیقہ بھی ہر صاحب نصاب پر واجب ٹھہرتا ہے۔ خاں صاحب کو حکمھا کے الفاظ احکامھا سے مزید لینے چاہییں تھے مولانا احمد رضا خاں نے رافضیوں کے کفر کا فتویٰ دیا ان کی فتاوی عالمگیری سے پیش کردہ یہ عبارت ہمیں فتاویٰ عالمگیری میں نہیں ملی معلوم نہیں خاں صاحب کو اس عبارت میں گڑبڑ کرنے سے کیا ملا؟ سوائے اس کے کہ بس عادت پوری کرلی ہو۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں:۔
آج کل کے روافض تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا، عالمگیریہ میں ظہیریہ ہے احکامھم احکام المرتدین
اسی میں ہے:

لایجوز نکاح المرتد مسلمة ولا کافرة اصلیة ولا مرتدة و کذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد (ملفوظات ۲ ص ۱۶)

اب فتاویٰ عالمگیری کی اصل عبارت دیکھئے اور مولانا احمد رضا خاں کے حافظے پر سر دھنئے۔

ولا یجوز للمرتدون ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة و کذلك لا یجوز نکاح المرتدة مع احد (فتاویٰ عالمگیری جلد۱ ص ۲۸۳)

اب یہ آپ دیکھیں کہاں کہاں سے عبارت ملی ہوئی ہے اور کہاں کہاں سے کٹی ہوئی ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد　　　پنبہ کجا کجا نہم

۲۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے صدق و دیانت کے آئینہ میں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی اس تکفیری دستاویز (حسام الحرمین) میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی جو عبارت تحذیر الناس کے حوالہ سے لکھی ہے۔ وہ عبارت تحذیر الناس میں ہمیں کہیں نہیں ملی۔ مولانا احمد رضا خاں نے مختلف مقامات سے ان کی تین عبارتیں اٹھائی ہیں اور انہیں بڑی محنت سے ایک عبارت بنایا ہے۔ آپ نے انہیں اس طرح ایک عبارت بنایا کہ اس سے ختم نبوت زمانی کا انکار سمجھا جائے اور ظاہر ہے کہ ختم نبوت زمانی کا انکار کفر ہے مولانا احمد رضا خاں نے تحذیر الناس کے

حوالے سے یہ عبارت اس طرح ترتیب دی ہے کہ ان کی علمی دیانت بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے انہوں نے درمیان کی عبارت کو شروع میں رکھا اور آخری عبارت کو درمیان میں لائے اور شروع کی عبارت کو آخر میں رکھ کر ایک اچھے درجے کی کفری عبارت ترتیب دے لی۔

جب حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے وہ عبارت تحذیر الناس سے تین مقامات سے لی ہوئی وہاں کے علماء کو دکھائی جسے ایک عبارت بنالیا گیا تھا تو مولانا احمد رضا خاں کے وہاں ہوتے ہی ان کے علم و دیانت کی قلعی کھل گئی۔ آپ نے شروع کی عبارت جو آخر میں لگائی تو اس کے ترجمہ میں بھی ایک اور کمال دکھایا جس سے یہ بات بنی کہ ختم نبوت زمانی میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

تحذیر الناس کی ص ۳ سے یہ عبارت ملاحظہ ہو:۔

''اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے''

اس میں اس بات کی نفی نہ تھی کہ اس تاخر زمانی میں بالعرض بھی کوئی فضیلت نہیں آپ کی نبوت کو اس لئے تاخر زمانی میں رکھا گیا کہ اسے کسی پہلے دور میں رکھ کر ادنیٰ سے اعلیٰ کا نسخ لازم نہ آئے لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اپنے حسن ترجمہ سے اس عبارت میں بھی تحریف کر دی اور یہ ترجمہ کیا

مع انّه لا فضل فيه عند اهل الفهم اصلاً (حسام الحرمين ص)

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں لفظ اصلاً اپنی طرف سے لا کر اسے مولانا محمد قاسم کے ذمہ لگا دیا اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ تاخر زمانی میں بالکل کوئی فضیلت نہیں اب تک بریلوی مذہب کی اصل خیانت سے ہی چلی آ رہی ہے۔ یہی جرح کے دو بنیادی وجوہ ہیں (۱) حافظہ (۲) دیانت۔ ہم مولانا احمد رضا خاں کی یہ دونوں کمزوریاں آپ کے سامنے لا چکے ہیں (۱) حافظہ کی کمزوری اور (۲) دیانت کا نہ ہونا

مطالعہ بریلویت کی پہلی جلد میں ہم اس پر کئی مثالیں پیش کر آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کن کن علماء پر بہتان کے بند باندھے اور پھر آرام سے ان پر کفر کا لیبل چسپاں کر دیا۔ یہاں ہم صرف یہ بتا رہے ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی حجاز میں ان کے ہوتے ہی کھل گئی تھی اور آپ وہاں سے بری طرح ناکام ہو کر ہندوستان واپس لوٹے تھے۔ ہندوستان آ کر دو سال تک انہوں نے

ایسی چپ سادھی کہ بریلی کے آس پاس بھی کہیں ان علماء دیوبند کے خلاف کوئی بات نہ سنی گئی۔ وہ اپنے کیے پر بری طرح نادم معلوم ہوتے تھے۔

ان کی اس خاموشی پر ہم پہلے کچھ بحث کر آئے ہیں۔ ان کی اس خاموشی سے کچھ ان کے اپنے دوستوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ علمائے دیوبند کے خلاف اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر چکے ہیں ان کے پرانے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی کو ہم اس کی تصدیق کے لئے بجا طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

ہندوستان میں بریلویت سے بغاوت کرنے والے

مطالعہ بریلویت کی جلد چہارم میں ہم نے ایک رسالہ ''اعلیٰ حضرت کے باغی'' کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس میں ہم نے اس موضوع پر خاموشی اختیار کرنے والے اعلیٰ حضرت کے باغیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تاثر مولانا احمد رضا خاں کے ہندوستان واپسی پر یہی رہا کہ آپ اپنے کیے پر بہت نادم رہے اور پھر علماء دیوبند کے خلاف اور المھند کے خلاف آپ نے ایک لفظ بھی نہ لکھا۔

مولانا خلیل احمد خاں برکاتی نے مولانا احمد رضا خاں کے تمام متوسلین سے مطالبہ کیا کہ حجاز سے واپس لوٹنے پر مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف کبھی کفر کا فتویٰ دیا ہو اس پر کوئی شہادت پیش کریں تو پورا آستانہ بریلی اس پر کوئی شہادت پیش نہ کر سکا۔ مولانا خلیل احمد برکاتی آخر تک اس توقف پر رہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے المھند کی اشاعت کے بعد علماء دیوبند کی تکفیر سے یکسر رجوع کر لیا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کے ایک خط سے جو انہوں نے ڈیرہ غازی خاں (پاکستان) کے مولانا محمد یٰسین کو لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان اپنی ان تحریروں کو جو انہوں نے اختلاف پر لکھیں وہ آخر عمر میں انہیں پسند نہ کرتے تھے وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میری اختلافات پر لکھی گئی تحریروں کو تو پڑھتے ہیں لیکن میری علمی کتابوں کو نہیں دیکھتے۔ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا یہ کھلا اقرار ہے کہ ان کی اختلافات پر لکھی تحریریں ہرگز کوئی علمی تحقیقات نہ تھیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کی تحریرات ۱۹۳۱ھ کی ہیں انہیں پبلشر نے اب ۱۹۳۹ بنا دیا ہے۔

۱۹۲۰ء میں مولانا وفات پا گئے ۱۹۳۱ کو ۱۹۳۹ بنانے کی یہ کاروائی محض اس لئے کی گئی کہ بریلوی حلقوں میں یہ بات قائم رہے کہ مولانا احمد رضا خاں آخر دم تک اپنے فتویٰ تکفیر پر قائم رہے اور المھند کی اشاعت کے بعد ان کا اتنی مدت خاموش رہنا کسی مصلحت کے لئے تھا۔ کچھ بھی ہو اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ المھند کی اشاعت کے بعد ان کا اتنی مدت خاموش رہنا کسی مصلحت کے لئے تھا۔ المھند کی اشاعت سے جب علماء دیوبند کے عقائد نکھر کر سامنے آئے تو علمائے دیوبند کے خلاف تاج برطانیہ کے [illegible] مولویوں کے جھوٹے الزامات یکسر ٹھنڈے پڑ گئے اور برصغیر پاک و ہند کے علم دوست حلقوں میں بریلویوں کے اس فتویٰ تکفیر کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ بلکہ ڈاکٹر اقبال جیسے تعلیم یافتہ حضرات علماء دیوبند کے بہت قریب ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

باب سوم

قدسیۃ الحرمین

مولانا احمد رضا خاں نے حرمین کی طرف رخ کیوں کیا

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

اسلام ایک عالمی دین اور اس کا مرکز ارض حرم ہے یہ کعبہ کی زمین اس وقت سے حرم چلی آ رہی ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو تخلیق بخشی تھی جب آنحضرت ﷺ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو ایک مختصر مدت کے لئے آپ کو ادھر ہتھیار لے کر چلنے کی اجازت دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا:۔

ان ھذا بلد حرمہ اللہ یوم خلق السمٰوٰت ولارض وھوحرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیٰمۃ (صحیح البخاری جلد ۱)

(ترجمہ) اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے حرم بنا دیا تھا جب اس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق بخشی اور یہ شہر اسی احترام سے قیامت تک حرم ہے نہ اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لئے قتال جائز ہوا نہ میرے بعد مگر ایک گھڑی جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی۔

ارض حرم مرکز اسلام ہے اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اب اس سرزمین میں لکم دینکم ولی دین کا حکم منسوخ ہو چکا۔ دنیا کے ہر خطے میں کفر اور اسلام دو دین رہ سکتے ہیں لیکن ارض حرم میں نہیں اس میں صرف ایک ہی دین رہ سکتا ہے اور وہ اسلام ہے اسلام کے سوا کسی اور دین کو وہاں قرار نہیں مل سکتا۔ یہ ارض حرم ہے اور اس کی حرمت فتح مکہ سے لے کر قیامت تک کے لئے ہے یہاں کفر کا داخلہ (قبضہ) قیامت تک نہ ہو سکے گا الٰہی حفاظت اس کے شامل حال ہے امام الائمہ امام محمد (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں:۔

ان مکۃ والمدینۃ وماحولھما من جزیرۃ العرب و قد بلغنا عن النبی ﷺ انہ لا

یبقی دینان فی جزیرۃ العرب فاخرج عمر من لم یکن مسلماً من جزیرۃ العرب لھذا الحدیث (موطا امام محمد ص ۳۷۳)

(ترجمہ) بے شک مکہ اور مدینہ اور ان دو کے اردگرد کے علاقے جزیرہ عرب ہیں اور ہمیں حضورؐ سے یہ بات پہنچی ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین کبھی نہ رہ سکیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کی بناء پر ان لوگوں کو جزیرہ عرب سے نکال دیا جو مسلمان نہ تھے۔

دنیا میں حق و باطل کا آخری معرکہ دجال کے وقت لگے گا

دنیا کے آخر میں دجال کا ظہور ہوگا مشرق و مغرب میں اس کا فساد پھیلے گا لیکن وہ بھی مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا اللہ تعالیٰ مدینہ کی سرحدوں پر فرشتوں کو مقرر کر دیں گے۔ اور اس پاک جگہ میں اس ناپاک کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔

خیال کیجئے جب اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں کہ کوئی کافر اس خطہ پاک میں رہ سکے یا دو دین کفر اور اسلام یہاں ہو سکیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورا جزیرہ عرب کافروں کے قبضہ میں چلا گیا ہو وہابی کافر قرار دیئے جائیں اور کہا جائے کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں، اب ارض حرم پر کفر کا قبضہ ہو چکا ہے (استغفر اللہ)۔ ایسا کہنا ہرگز روا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اسی لئے حرمین کا رخ کیا تھا تا کہ وہ مرکز اسلام ہیں وہاں کافر قبضہ نہیں پا سکتے۔

مکہ و مدینہ میں آئندہ بھی باطل نہ آ سکے گا

یہ نہ کہا جائے کہ مکہ و مدینہ صرف حضورؐ کے اپنے دور میں مرکز اسلام بنے تھے مکہ و مدینہ کا حرم ہونا قیامت تک کے لئے ہے۔ قیامت تک یہاں دو دین راہ نہ پا سکیں گے۔ اسلام کا یہ اساسی عقیدہ ہے یہ احترام حرمین ہی ہے جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے بارے میں ان سے فتوے لینے گئے تھے اور اسی عقیدہ سے وہ اس دستاویز کو فتاوٰی علماء حرمین کے نام سے عزت دیتے رہے۔ پھر بھلا ان کا یہ عقیدہ کیسے قائم ہو سکتا ہے کہ اب وہاں کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ کہ وھابیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا اور سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دجال اس پاک زمین میں داخل نہ ہو سکے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمین پر اسلام کا قبضہ ہمیشہ کے لئے ہوا تھا وہاں کسی دور میں بھی دو دین کفر اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے، کفر ہمیشہ کے لئے وہاں سے نکلا ہے اب وہ پھر کبھی یہاں پر قابض نہ ہو سکے گا۔

ارضِ حرم سے باطل ہمیشہ کے لئے نکل چکا

دست نبوت پر مکہ کی فتح وہاں سے باطل کے نکلنے کی آسمانی آواز تھی قرآن پاک میں اسے ہمیشہ کے لئے حق کا غلبہ کہا گیا ہے یہاں تک اعلان کیا گیا کہ شیطان یہاں سے مایوس ہو گیا ہے یہاں شرک اب کبھی نہ آسکے گا۔

و قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً (پ ۱۵ بنو اسرائیل ۸۱)

(ترجمہ) اور آپ کہہ دیں کہ حق آگیا ہے اور باطل جا چکا اور باطل ہے ہی اس لئے کہ وہ جائے (اور یہ کہ کچے پاؤں جائے پھر یہاں کبھی غلبہ نہ پا سکے)۔

پھر یہ بھی کہا گیا

بل نقذف بالحق على الباطل فاذا هوزاهق و لكم الويل مما تصفون (پ ۱۷ الانبياء ۱۸) .

(ترجمہ) ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم کہتے ہو۔

سچائی کا چڑھتا ہوا سورج جب اس شان سے چمکے تو کیا پھر ہو سکتا ہے کہ اس کفر کا گھنا ٹوپ اندھیرا پھر سے یہاں چھا جائے۔ اور اسلام کے نور پر پھر سے کفر کی ظلمت چڑھ آئے ایسا ہر گز نہ ہوگا قرآن کریم ایک اور مقام پر کہتا ہے:۔

قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب قل جاء الحق و ما یبدئ الباطل و مایعید (پ ۲۲ سبا ۴۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میرا رب پھینک رہا ہے سچا دین (باطل پر) اور وہ جاننے والا ہے (آئندہ کی) چھپی باتوں کو، آپ کہہ دیں آیا ہے سچا دین اور اب باطل وہاں ہرگز کوئی نئی صورت پیدا نہ کر سکے گا اور نہ پہلی صورت ہی پھر سے واپس آ سکے گی۔

مکہ و مدینہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا:۔

لیس من بلد الا سیطأ الدجال الا مکہ والمدینة و لیس له من نقابها الا علیه الملئکة صافین یحرسونها (صحیح بخاری جلد ۱)

(ترجمہ) ہر شہر کو دجال روندتا آئے گا ماسوائے مکہ اور مدینہ کے۔ کوئی ایسا رستہ نہیں مگر یہ کہ اس پر اللہ کے فرشتے پہرہ دیں گے کہ یہاں دجال داخل نہ ہو سکے گا۔

باطل کے وہاں سے کلیۃً نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ شرک وہاں سے کلیۃً ختم ہوا شرک کو اب وہاں کبھی راہ نہ مل سکے گی۔ رہیں دوسری برائیاں یہ وہاں ہوں بھی تو ساتھ ساتھ ان کا ازالہ ہوتا رہے گا باطل کے پاؤں کبھی وہاں جمنے نہ پائیں گے۔

اب یہاں سے کبھی ہجرت کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی

کسی جگہ سے ہجرت کی ضرورت تب پڑتی ہے کہ باطل کا اس پر مضبوط قبضہ ہو جائے اور حق پرست بالکل مستضعفین کے درجہ میں آ جائیں قرآن کریم کسی کو مستضعفین کی حالت میں زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے پر قرآن کریم میں جہنم کی وعید ہے۔

ان الذین توفٰهم الملئکة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتهاجروا فیها فاولئك مأواهم جهنم وساءت مصیرا (پ ۵ النساء ۹۷)

(ترجمہ) وہ لوگ جو اپنے اوپر زیادتی کرتے رہے جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں تو کہتے ہیں تم کس حال میں رہے وہ کہتے ہیں ہم کمزور تھے زمین میں بے بس۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کیا اللہ کی زمین

کھلی نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے سوایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔
ہاں ایسے ہوں جو ہجرت کے لئے کوئی حیلہ نہ کر پائیں گے اور وہ کمزور ہوں جیسے عورتیں اور بوڑھے، ان کے بارے میں امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مستضعفین کی صورت میں رہنا معاف کر دیں گے۔
مکہ کے بارے میں کہا گیا کہ اب وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت در پیش نہ ہو گی یہ اس صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ اب وہاں اسلام کا غلبہ ہمیشہ کے لئے ہو کفر کسی طرح وہاں قرار نہ پکڑ سکے حضرت ام المومنین کہتی ہیں۔

انقطعت الهجرة منذ فتح الله علىٰ نبيّه صلى الله عليه وسلم
(صحيح بخاری ص ۱)

(ترجمہ) جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر فتح دی اس وقت سے وہاں سے هجرة کا سلسلہ منقطع ہو چکا۔
یعنی اب وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت پیش نہ آئے گی وہاں اسلام کا قبضہ ابدی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے وہاں دوسرا کوئی دین غالب نہ آسکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کہا

لا هجرة بعد فتح مكه (صحيح بخاری جلد ۱)

یعنی نہ وہاں کبھی کفر کا قبضہ ہوگا نہ وہاں سے کبھی مسلمانوں کو نکلنا پڑے گا

یہ وہ پس منظر ہے جس نے مولانا احمد رضا خاں کو حرمین کی طرف رخ کرنے پر آمادہ کیا ہندوستان میں بریلوی دیوبندی کی جنگ نہ لڑی جاسکتی تھی جب تک کہ مرکز اسلام (مکہ اور مدینہ) علماء دیوبند کے خلاف نہ ہو سو مکہ و مدینہ کے علماء کو دیوبند کے خلاف کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر حسام الحرمین کی تلوار چلانا چاہی۔ اس وقت تک مولانا احمد رضا خاں کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ارض حرم مرکز اسلام ہے اس لئے وہ مکہ اور مدینہ کی سند سے علماء دیوبند پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والوں میں شیخ مالکیہ سعید احمد الجزائری کا نام نمایاں ہے انہوں نے اپنی تقریظ میں خود اس مسئلے کو بھی واضح کر دیا ہے مولانا احمد رضا خاں کا بھی اس پر اعتقاد رہا ہے اور آپ

نے اسے حسام الحرمین میں جگہ دی ہے۔

الا و ان بمكة بلد الله الامين طائفة منهم شياطين فليحذر العوام من مخالتهم بالكلية فانها اشد من مخالطة المجذوم في الاذية و منهم بالمدينة النبوية شرذمة قليله مستترة بالتقيه فان لم يتوبوا فعن قريب تنفيهم المدينة عن مجارو تها لما هو ثابت في الحديث الصحيح من خاصيتها (حسام الحرمين ص)

(ترجمہ) خبردار رہیں مکہ مکرمہ میں بھی شیاطین کا ایک گروہ ہے عوام کو ان سے بچنا چاہئے ان کی اذیت مجذوم سے بھی زیادہ خطرناک ہے ان میں سے کچھ مدینہ منورہ میں بھی ہیں لیکن یہ سب تقیہ کئے ہوئے ہیں۔ (کھلے طور پر وہاں کفر کے ساتھ نہیں رہ سکتے) اگر انہوں نے اپنے غلط عقیدوں سے توبہ نہ کی تو مدینہ انہیں وہاں سے نکال پھینکے گا کیونکہ یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ وہاں کافر نہیں رہ سکتے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ نے کہا کہ ارض حرم تو کجا رہی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم خیال دنیا کے کسی خطے پر ایک ٹپریہ کے مالک نہیں ہو سکتے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

نصرانی اور یہودی کافر دونوں ہیں ایک محبوبان خدا کی محبت میں، اور دوسرے عداوت میں۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیھم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں۔ خلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہ یہی مثال روافض وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت میں ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک ٹپریہ جھونپڑی بھی نہیں۔ (احکام شریعت ۲۲۳ کراچی)

اب اگر آل سعود اور آل شیخ دنیا میں ایک عظیم سلطنت قائم کر پائے ہیں جسے سعودی عرب کہا جاتا ہے اور ان کے قبضے کے بعد یہاں کی زمین نے پٹرول کے دریا بہائے ہیں اور سونے کی کانیں اگلی ہیں تو کیا یہ اس امر الٰہی کی تصدیق نہیں کہ یہاں کے لوگ کافر نہیں ہیں کیونکہ یہاں شرک و بدعت کو کبھی راہ

نہیں مل سکتی۔ نہ وہاں کافر کبھی ائمہ مساجد ہوسکتے ہیں۔اب بریلوی علماء کا اپنے عوام کو یہ سمجھانا کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں کسی پیمانے پر صحیح نہ ٹھہرا۔ مکہ و مدینہ پاک جگہیں ہیں جہاں کافروں کی حکومت کبھی قائم نہیں ہوسکتی۔ بریلوی علماء کا وہابیوں کو کافر بتلانا علم وفکر کی کسی کسوٹی پر درست نہیں ہو پاتا۔جن کے ہاں مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں ان کی نماز کہیں نہیں ہوتی۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے یہ تو قادیانی عقیدہ ہے کہ اب مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔دیکھئے حقیقت الرویاء ص ۴۸ تالیف مرزا بشیرالدین محمود)

بریلوی علماء اب اس وادی حیرت میں گم ہیں

مولانا احمد رضا خاں کی اس تحریر نے کہ وھابیہ دنیا میں ایک شریہ کے بھی مالک نہیں ہوسکتے۔موجودہ دور میں بریلویوں کو ایک بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ دنیا کا کوئی اور خطہ تو درکنار آل شیخ محمد بن عبدالوھاب تو مکہ اور مدینہ میں ایک بڑی سلطنت پا گئے اور اب تو ان کے قبضے پر ایک صدی بھی ہوگئی جو نظام قدرت میں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ ہے کیا اب بھی دنیا کو ہوش نہیں آیا کہ اگر یہ لوگ واقعی محبوبان خدا کے دشمن تھے اور کافر تھے تو یہ حرمین شریفین پر جس سے بہتر کوئی خطہ زمین نہیں کیسے قابض ہوگئے۔ بریلوی علماء اب تک اس وادی حیرت میں گم ہیں پھر بھی وہ اہل حرمین کی تکفیر سے باز نہیں آتے۔

بریلوی علماء کی ایک غلط تاویل

مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری ناظم حزب الاحناف اور مولانا سردار احمد گورداسپوری نے عوام کو اپنے ساتھ رکھنے اور توبہ سے بچانے کے لئے تدبیر کی کہ یہ بشارت کہ اب مکہ و مدینہ پر کفار کبھی قابض نہ ہوسکیں گے حضور کی حیات طیبہ تک مخصوص تھی یہ نہیں کہ کبھی بھی کافر وہاں قابض نہ ہوسکیں گے۔ یہ بات کہ یہ مکہ اور مدینہ کا دائمی شرف ہے صحیح نہیں حضورؐ نے جب یہ آیت پڑھی تھی قل جاء الحق و زھق الباطل تو یہ بامید دوام نہ پڑھی تھی۔ کہ اب کفار کبھی بھی مکہ و مدینہ پر قبضہ نہ پاسکیں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مکہ و مدینہ پر کبھی کفار قبضہ پاسکیں یہ بات صحیح حدیث کے خلاف ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

من اراد اہل ھذہ البلدۃ بسوء (یعنی المدینہ) اذابہ اللہ کما یذوب الملح
(صحیح مسلم جلد۱ ۴۴۵)
(ترجمہ) جو لوگ بھی مدینہ میں رہنے والوں سے کسی طرح کی برائی کا ارادہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح پگھلا دیں گے جس طرح نمک پگھل جاتا ہے۔ اب آپ ہی سوچیں اس سے بڑھ کر مدینہ والوں سے برائی اور کیا ہوگی کہ مسجد نبوی کا امام وھابی ہو جس کے پیچھے یہ بریلوی نماز پڑھنا جائز نہ سمجھیں۔
قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کا یہ شرف صرف حضور کی حیات طیبہ تک مخصوص نہیں مکہ و مدینہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان پر کافر قبضہ نہ پاسکیں گے اور مسلمان قیامت تک وہاں نمازیں جماعت سے پڑھ سکیں گے۔

فکان کل ثابت الایمان منشرح الصدر یرحل الیھا ثم بعد ذٰلک فی کل وقت الیٰ زماننا ھذافلا یاتیھا الا مومن (منقول از نووی شرح مسلم جلد ا ص ۸۴)
(ترجمہ) ہر شخص جو ثابت الایمان ہے اور ایمان پر اسے شرح صدر حاصل ہے وہ اس وقت سے لے کر اب تک وہاں اسی طرح حاضری دیتا چلا آرہا ہے سو وہاں ایمان والوں کے سوا اور کوئی راہ نہ پاسکے گا۔
قاضی عیاض کی یہ بات ہم ساتویں صدی میں امام نووی سے سن رہے ہیں۔ اس میں آئندہ کے لئے بھی اس بشارت کو قائم رکھا گیا ہے کہ فلا یاتیھا الا مومن۔ سو مولانا سید احمد اور سردار احمد کی یہ تاویل غلط ٹھہری کہ غلبہ اسلام کی وہ بشارت صرف حضور کے عہد تک تھی بعد میں کافر وہاں رسائی پاسکیں گے۔ استغفر اللہ العظیم
امام نوویؒ (۶۷۶ھ) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

ان ھذا الفضل باق مستمراً الی یوم القیٰمۃ (شرح صحیح مسلم جلد ا ص ۴۴۴)
(ترجمہ) مدینہ شریف کی یہ فضیلت اب بھی اسی طرح ہے (جس طرح وہ حضورؐ کے دور میں تھی) اور قیامت تک بطریق دوام چلے گی۔ (مدینہ کی یہ شان کبھی کم نہ ہو سکے گی۔)

تیرھویں صدی کے مولانا غلام دستگیر قصوری تک تمام اہل حق کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ مکہ و مدینہ میں جاء الحق و زھق الباطل کے کھلے اعلان کے بعد باطل کبھی وہاں راہ نہیں پا سکے گا آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن دھریں اور ان کے قول اور فعل کو مخالف قرآن اور حدیث کے تصور کریں (تصریح ابحاث فرید کوٹ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ اور مطبع محمدی لاہور)

کاش کہ مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف یہ غلط تاویل کرنے سے پہلے اپنے باپ مولانا دیدار علی الوری (۱۳۰۴ھ) کے رسالہ رسول الکلام کو ہی دیکھ لیتے۔ مولانا دیدار علی نے سورہ سبا کی آیت ۴۸ کے ترجمہ میں لفظ (بامید دوام) لکھ کر ہمیشہ کے لئے اس غلط تاویل کا پتہ کاٹ دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

آ گیا حق اور نکل گیا باطل۔ بے شک باطل (یعنی کفر و شرک) ہو گیا گیا گزرا اور نہیں ظاہر ہو کر رہے گا باطل اور نہ عود کر آئے گا۔ (بامید دوام)

(رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ص ۲۹ مرقومہ ۱۳۰۰ھ)

یہ بریکٹ کے الفاظ "بامید دوام" خود مولانا دیدار علی کے ہیں یہ ہمارا اضافہ نہیں۔

اب یہ فیصلہ تو بریلوی عوام کریں کہ وہ باپ کی بات کو بہتر سمجھتے ہیں یا بیٹے کی بات کو...... ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا اپنا عقیدہ بھی پہلے صحیح تھا تبھی تو وہ حسام الحرمین کو درست کہنے کے لئے علماء حرمین سے تصدیق لینے گئے تھے۔ مگر جب وہاں حسام الحرمین کا پول کھلا اور ان علماء نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقیدے پوچھ لئے تو اب مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ وہاں کافروں کے قبضہ کے خیالات بالکل صحیح ہیں (استغفر اللہ) اب آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے کی راہ پھر سے کھولی دی آپ سے سوال کیا گیا۔

اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ لوٹے گا ایسی نیت اس کی درست ہو گی یا نہیں؟

جواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں (احکام شریعت حصہ ۲ ص ۱۴۷۔ تالیف مولانا احمد رضا خاں)
اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک مکہ پر کافروں کا قبضہ مدینہ منورہ پر کافروں کا قبضہ اور فتح مکہ کے بعد پھر سے مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت یہ سب خیالات صحیح ہیں اور یہی عقیدہ بریلویت ہے یہ اب بھی وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے۔
مولانا احمد رضا خاں تو فوت ہوگئے ان کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے حج کی منسوخیت کا اعلان کردیا انہیں اس بات کا بہت غصہ رہا کہ حج مکہ (عرفات) میں کیوں ہوتا ہے اب اسے بھی وہاں نہ ہونے دیا جائے۔

فرضیت حج کے خلاف بریلوی فتویٰ

مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے حج کے ملتوی ہونے پر ایک رسالہ لکھا ہے آپ اس میں لکھتے ہیں:۔
جب تک نجدی لعین (ملک عبدالعزیز بن آل سعود) علیہ ما علیہ کا فتنہ حجاز مقدس میں ہے اس وقت تک حج یا ادائے حج فرض نہیں (تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجہ ص ۲۱ طبع آستانہ عالیہ رضویہ بریلی)
اس زمانے میں جہاد اور حج کے خلاف خوب محنت ہوئی جہاد کے خلاف قادیان سے لکھا جاتا رہا اور حج کے خلاف یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا جہاد کے بعد اب حج ایک معرکۃ الآراء موضوع بنا ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بریلویت کو قادیانیت سے اس طرح جوڑا ہے۔

رد جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا　　　　تردید حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

مرزا غلام احمد قادیانی نے حج نہ کیا تھا مسلمان اس پر معترض تھے کہ حدیث میں ہے کہ مسیح آئے گا تو وہ حج بھی کرے گا اور فج روحاء سے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے گا۔ یہ کیسا مسیح موعود ہے جو حج نہیں کر پایا اس پر مرزا غلام احمد کہتا تھا کہ وہاں اسے امن نہیں کہ وہ حج کر سکے بریلویوں نے اسی دلیل سے حج کو ملتوی کیا قادیانی اور بریلوی اسی عقیدہ سے چلتے رہے کہ اب مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے بریلویوں نے آل سعود کو عاد و ثمود ٹھہرایا ہے (استغفر اللہ العظیم)
آستانہ بریلی کی یہ تاریخی دعا ملاحظہ ہو:۔

اے منتقم جبار! جلد سے جلد ابن سعود مخذول و مطرود اور اس کے ہر حامی نامحمود و نا مسعود کو عاد و ثمود کی طرح ہلاک فرما۔ الٰہی جلد از جلد اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے دیار پاک کو ان نجسوں کی نجاست سے پاک فرما ان لعینوں پر اپنے قہر و غضب کی بجلیاں گرا۔ (تنویر الحجہ ص ۲۱)

معلوم نہیں بریلوی کس قلب و جگر اور سنگ دلی سے مدینہ منورہ پر بجلیاں گرنے کی دعا کر رہے تھے مسلمان کا دل تو مدینہ منورہ کا نام آتے ہی موم ہو جاتا ہے۔ وہ اس میں خدا کے قہر و غضب کو اترنے کی کیوں کر آواز دے سکتا ہے آ غا تیغ درمیاں کن۔ ہم سے تو مدینہ کے بارے میں یہ بددعا سنی نہیں جاتی۔

رسالہ التواء حج پر کن کن کے دستخط ہوئے

یہ بریلی کے مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں کا ہی فتوے نہیں اس پر ان کے بہت سے دوسرے علماء کی تصدیق ثبت ہے جن میں مولوی حامد علی خاں، حشمت علی ظفر الدین قادری، امجد علی اعظمی، اولاد رسول قادری سید احمد اشرف کچھوچھوی، نعیم الدین مراد آبادی سب کے دستخط بھی ہیں۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ آل سعود کے قبضہ سے اب حجاز کی زمین پاک نہیں رہی۔ ابوالبرکات کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس سے واجب ہے اور اس کی بہترین تدبیر ہے کہ جب تک ابن سعود کے ناپاک قدم سے ارض مقدس حجاز پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے۔ (تنویر ص ۳۲)

اس کا معنی اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ اب ارض حرم پاک نہیں رہی مدینہ کی زمین کو پاک نہیں کہا جا سکتا۔ افسوس اس بریلوی عقیدے پر افسوس۔

ان کے مولانا عبدالحفیظ بریلوی نے لکھا:۔

حج کے ملتوی ہونے سے نجدیہ کے ناپاک قدموں سے انشاءاللہ حرمین طیبین طیب و طاہر ہو جائیں گے (تنویر ص ۳۶)

اس کا مطلب اب یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ سعودی قبضہ میں مکہ اور مدینہ طیب و طاہر نہیں رہے (استغفر اللہ العظیم) حالانکہ یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ وہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے وہاں کفر پھر سے کبھی عود نہ کر سکے گا۔

بریلویوں کی دوسری غلط تاویل

بریلویوں کی دوسری تاویل یہ ہے کہ سعودی قبضے کی وجہ سے مکہ و مدینہ کی زمین ناپاک نہیں ہوئی انہیں ناپاک کہنے والوں کا فتوی غلط ہے اور وہاں حج کے لئے جانا درست ہے ہاں وہاں جا کر نماز وہاں کے اماموں کے پیچھے نہ پڑھیں اس عقیدے کے حاملین مولوی عبد الغفور ہزاروی اور مولوی محمد عمر اچھروی تھے۔ مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:۔

وہاں کے مقیمین احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے دیکھا سوال کرنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ نجدیوں کی اقتداء ہمارے علماء کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔ (مقیاس حنفیت ص ۴)

ان کا عقیدہ یہ رہا کہ یہاں عارضی طور پر مخالف قبضہ ہوسکتا ہے مگر کفر یہاں قرار نہیں پکڑ سکتا وہ کہتے ہیں کیا وہاں یزید کی حکومت نہیں رہی واقعہ حرہ میں کیا وہاں بہتر گھنٹے تک اذان بند نہیں رہی، مصر کے فاطمی دور میں کیا وہاں کچھ دن شیعہ حکومت نہیں رہی جب ان کی یہ حکومتیں کچھ دیر وہاں رہ سکتی ہیں تو سعودی عرب کی حکومت بھی وہاں عارضی طور پر ہوسکتی ہے۔

الجواب: مسئلہ زیر غور ہے کہ کیا وہاں سے ایک دفعہ کفر کا قبضہ اٹھ جانے کے بعد پھر سے وہاں کفر کا قبضہ ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد کے ہاں وہاں سے کفار کا ہٹایا جانا واجب ہے یہ کوئی صرف مستحب کام نہیں واجب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا آخری پیغام یہی تھا کہ کافر وہاں نہ رہ سکیں گے۔ یہ صرف مرکز اسلام رہے۔ علامہ ابن حزم اندلسی (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:۔

فلا یمکن الکافر مشرکاً کان او یهودیاً اونصرانیاً من السکنی فی ارض العرب و یجب اخراجهم منه وبه اخذ ابو حنیفه و مالك و هو قول الشافعی (المحلی جلد ۷ ص)

(ترجمہ) وہاں کسی کافر کو وہ مشرک ہو یا کتابی، رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی وہاں سے ان کا نکالنا واجب ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا فتوی یہی ہے اور امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے۔

ہم یہاں کسی کافر کے وہاں آ پہنچنے یا چھپ کر رہنے کی نفی نہیں کر رہے ہم پاک ارض حرم میں کافروں کی تمکین کی نفی کر رہے ہیں۔ حضور کے عہد میں بھی جب وہاں سے کفر نکلا اور حق آیا اس وقت سے لے کر قیامت تک کفر کو وہاں پھر سے چھپنے قرار پکڑنے کا موقع نہ ملے گا۔ یہ کافروں کے اس ارض مقدس میں تمکین پکڑنے کی نفی ہے امام نووی نے بھی وہاں کافروں کے تمکین سے رہنے کی نفی کی ہے۔

اخذ بهذا الحديث مالك و الشافعي وغيرهما من العلماء فاوجبوا اخراج الكفار من جزيرة العرب و قالوا لا يجوز تمكينهم من سكناها وما والاها

(شرح صحیح مسلم ۲ ص ۴۳ مرقات جلد ۸ ص ۹۵)

(ترجمہ) اس حدیث سے امام مالک اور امام شافعی اور کئی دوسرے علماء نے استدلال کیا ہے سو انہوں نے کفار کا وہاں سے نکالا جانا واجب کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ انہیں وہاں اور اس کے اردگرد پاؤں جمانے کی کسی طرح اجازت نہیں دی جا سکتی۔

حافظ ابن قدامہ الحنبلی (۶۲۰ ھ) امام احمد بن حنبل کا مسلک اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

قال احمد بن حنبل جزيرة العرب المدينه وما والاها معايعنى ان الممنوع من سكنى الكفار المدينه وما والا ها و هو مكه واليمامة و خيبر و الينبع و فدك و مخاليفها و ما و الاها (المغنى ۸ ص ۵۲۹)

(ترجمہ) امام احمد کہتے ہیں جزیرہ عرب مدینہ اور اس کے اردگرد کے سب علاقوں کو شامل ہے۔ وہ زمین جہاں کافروں کو سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اس میں مدینہ اس کے مضافات مکہ یمامہ خیبر ینبوع اور فدک اور اس کے اطراف شامل ہیں۔

یزید کے چند سالہ اقتدار سے بریلویوں کا استدلال

بریلوی کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرمین پر یزید کا قبضہ نہیں رہا اگر وہاں یزید کی حکومت رہ سکتی ہے تو سعودی حکومت کیوں نہیں رہ سکتی۔ ہم کہہ سکتے ہیں یزید سے جو کچھ ظہور میں آیا اسے ظلم تو کہا جا سکتا ہے کفر نہیں۔ قل جاء الحق و زهق الباطل سے کفر کا وہاں سے نکلنا مذکور ہے کہ اب

قیامت تک مکہ اور مدینہ پر کفر قبضہ نہ پا سکے گا۔ رہا ظلم تو ہم نہیں کہتے کہ وہاں سے ظلم بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہاں جو شخص یا حکمران لوگوں پر ظلم چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے لمبی مہلت نہ دیں گے۔ اسے وہاں تمکین (جماؤ) حاصل نہ ہو سکے گی۔ ہلاکت اس کا نصیب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

من اراد اہل ھذہ البلدۃ بسوءٍ یعنی المدینۃ اذا بہ اللہ کما یذرب الملح

(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۵)

(ترجمہ) جو شخص مدینہ رہنے والوں سے کوئی برائی چاہے اللہ تعالیٰ اسے اس طرح برباد کریں گے جیسے نمک پگھلتا ہے۔ وہ کھلا کفر ہو یا چھپا کفر اس کا اقتدار وہاں پر کبھی نہ ہو سکے گا۔ رہا کفر تو یہ کسی حال میں بھی حرمین پر قبضہ نہ پا سکے گا۔

یزید کے بارے میں کفر کا قول درست نہیں

یزید کے بارے میں کوئی بھی کفر کا قائل نہیں مولانا احمد رضا خاں نے یزید کے بارے میں فرمایا:۔

اگر کوئی کافر (اسے) کہے (جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں) ہم منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں

(ملفوظات حصہ اول ص ۱۴۴)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ) سے یزید کے کفر و اسلام کے بارے میں پوچھ لیا گیا آپ نے فرمایا:۔

اپنے خیال ناقص میں قطعی کافر تو وہی ہے جن کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یا رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے کافر فرمایا۔ ہاں ظاہر میں جس سے افعال کفر و کلمات کفر صادر ہوں۔ اگر ہم کو ان باتوں کے دیکھنے سننے کا خود اتفاق ہو یا روایت متواترہ تک پہنچ جائے تو اس وقت بظاہر ہم کو اس کے ساتھ معاملات کفر ہی کرنے چاہئیں۔ یزید کا ذکر قرآن و حدیث میں تو کہیں نہیں البتہ متواتر کہئے یا جس طرح کہئے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید شہداء (کربلا) امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان اور ہمراہیوں پر اس کے عہد میں ظلم شدید ظہور میں آیا۔ (فیوض قاسمیہ ص ۳۲ طبع انبالہ (ہند)

اس نے ابن زیاد کو انہیں شہید کرنے کا حکم نہ بھی دیا ہو تو اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کے عہد میں اہل بیت کے اس قافلے پر ظلم شدید ظہور میں آیا۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ یزید کو گر وہاں چند سالہ اقتدار ملا لیکن یہ مخفی نہ رہنا چاہئے کہ اس کا اپنا انجام کیا ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیجا تھا تو اس پر وہاں لوٹتے ہی کیا گزری امام نووی لکھتے ہیں۔

اذا بہ اللہ ذوب الرصاص فی النار و یکون ذلک من ارادھا فی الدنیا فلا یمھلہ اللہ ولا یمکن لہ سلطان بل یذھبہ عن قرب کما انقضیٰ شان منھا ربھا ایام بنی امیۃ مثل مسلم بن عقبہ فانہ ھلک فی منصرفہ عنھا ثم ھلک یزید بن معاویۃ مرسلۃ علیٰ اثر ذالک و غیرھا ممن صنع صنعیھما (شرح صحیح مسلم ص ۴۴۱ جلد ۱)

(ترجمہ) جو شخص اہل مدینہ سے کوئی برائی چاہے اسے اللہ تعالیٰ اس طرح پگھلا دیں گے جیسے سکہ آگ میں بہہ نکلتا ہے یہ اس کی سزا ہے جو دنیا میں اہل مدینہ سے اس طرح کرے اللہ تعالیٰ ظلم کو بھی وہاں مہلت نہیں دیتے اور وہاں اسے کبھی مضبوط تسلط نہیں ملتا اسے جلدی اٹھا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ان کا حال ہوا تھا جنہوں نے بنوامیہ کے دور میں اہل مدینہ سے جنگ کی مسلم بن عقبہ کو ہی دیکھئے وہ وہاں سے لوٹتے میں ہلاک ہو گیا پھر اس کے بھیجنے والے یزید بن معاویہ کو دیکھئے اور ان جیسے دوسروں کو بھی جو مدینہ والوں سے کسی برائی کے ارادہ سے نکلے۔

بریلوی یزید کے چند سالہ اقتدار سے وہاں کی سعودی حکومت کے اقتدار پر استدلال نہیں کر سکتے وہ (۱) وہ شیخ محمد بن عبدالوھاب کے پیروؤں کو کافروں میں جگہ دیتے ہیں۔ علی الاعلان کہتے کہ وھابی کافر ہیں مگر وہ یزید کو کافر نہیں کہتے۔ (۲) یزید چند سالہ اقتدار کے بعد ھلاک ہوا حکومت اس کی نسل سے نکل گئی۔ ملک عبدالعزیز آل سعود کو سعودی حکومت قائم کئے ایک صدی ہو گئی ہے۔ جو قدرت کے ہاں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ ہے اس دوران اس امت میں جو غلطی بھی راہ پائے اللہ تعالیٰ اس کی

اصلاح کے لئے کسی مجدد کو بھیجتے ہیں۔ یہ کیسے مان لیا جائے کہ یہ صدی کا طویل اقتدار بھی چندروزہ اقتدار ہے وہاں تو دجال بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ اس امت میں کتنے لوگوں نے مرزا غلام احمد کی طرح نبوت کے دعوے کئے اور دجال کہلائے کیا مدینہ منورہ سے بھی کوئی مدعی نبوت اٹھا۔ ایسا نہیں ہوا کیونکہ مکہ اور مدینہ کی پاک زمین کو دجال کے ناپاک قدموں سے حفاظت دی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لایدخل المدینة رعب المسیح الدجال لها یومئذٍ سبعة ابواب علی کل باب ملکان (رواہ البخاری جلد ۲)

امریکی فوجوں کے آنے سے بریلویوں کا استدلال

بریلوی مکہ ومدینہ پر کفر کا قبضہ ماننے کے لئے بری سے بری چال چلنے سے بھی نہیں جھکتے۔ حالانکہ یہ وہ حرم پاک ہے جس میں کفر وشرک کو دوبارہ لانے سے خود شیطان بھی مایوس ہو چکا۔ مگر بریلویوں کی سوچ اتنی غلیظ ہے کہ وہ وہاں نصاریٰ کا قبضہ ثابت کرنے سے بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ حضرت جابر بن عبداللہ (۷۴ھ) کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

ان الشیطان قد ایس من ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب (مشکوۃ ص ۱۹)

(ترجمہ) بے شک شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب پھر کفر وشرک میں عود کریں۔ اور وہاں شیطان کی عبادت ہونے لگے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اس حدیث کا حاصل ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

ان الشیطان قد ایس من ان یتبدل دین الاسلام و یظهر الاشراك و یستمر و یسیر الامر کما کان من للمعات (التنقیح جلد ۱ ص ۱۲۷)

اس سے پتہ چلا کہ اب کبھی وہاں دین اسلام کسی اور دین سے تبدیل نہ کیا جا سکے گا اور مشرکوں کو کبھی وہاں قبضہ نہ مل سکے گا شرک آئے بھی تو اسے استمرار نصیب نہیں ہو سکتا۔

امریکی فوجیں وہاں خود آئی ہیں یا سعودی حکومت نے انہیں اجازت دی ہے؟ اگر وہ سعودی حکومت کی اجازت سے وہاں آئی تھیں تو جزیرہ عرب پر قبضہ سعودی حکومت کا تسلیم کیا جائے گا یا امریکہ کا؟

بریلوی جب اس کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگر مکہ اور مدینہ میں دونوں قبضے مانے جائیں تو کیا حرج ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ مانا جائے کہ وہاں کافروں کی حکومت قائم ہوچکی ہے تو اس سے حضور اکرم کی بے شمار احادیث کی تکذیب ہوگی۔ معلوم نہیں یہ بریلوی کیوں کوششیں کر رہے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور کی باتیں غلط ثابت ہوں ہم یقین کرتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد بالکل برحق ہے اور کبھی یہ غلط ثابت نہ ہوگا۔ امام مالک (۱۷۹ھ) روایت کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

لا تجتمع دينان فی جزيرة العرب (موطا امام مالك ص ۳۶۰)

امام ابوحنیفہ کے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) بھی روایت کرتے ہیں:۔

ان االنبی صلی الله عليه وسلم قال فی حجه الذی مات فيه لا يجتمع بارض الحجاز دينان (المصنف ۴ ص ۱۲۶)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا حجاز کی زمین میں دو دین نہیں رہ سکتے۔

قیامت واقع ہونے سے مکہ اور مدینہ میں تباہی تو ہوگی لیکن کفر وشرک وہاں تب بھی قبضہ نہ پاسکے گا۔ اور یہ کب ہوگا؟ جب حافظوں کے سینوں سے قرآن اٹھالیا جائے گا علامہ عینی ۸۵۵ھ قرطبی مالکی (۶۷۱ھ) سے نقل کرتے ہیں

ان خرابه يكون بعد رفع القرآن من الصدور والمصاحف وذلك بعد موت عيسیٰ عليه السلام و هوالصحيح

(ترجمہ) یہ جزیرہ عرب کی بربادی اس وقت ہوگی جب قرآن سینوں اور تحریرات سے اٹھالیا جائے گا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا یہی بات صحیح ہے۔ (عینی علی البخاری جلد ۹ ص ۲۳۳)

امام بخاری نے ذوالسویقین کی اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔

باب قول الله تعالیٰ جعل الله الكعبة البيت الحرام قياماً للناس (پ المائدہ آیت ۹۷)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس نے بیت اللہ کعبہ شریف کو لوگوں کے باقی رہنے کا نشان بنایا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ کعبہ قیام عالم کا نشان ہے جب تک کعبہ آباد ہے یہاں دینی اور دنیوی برکتیں سب

اسلام کی ہیں بریلویوں کو نہ چاہئے کہ وہ اپنے عقیدہ بریلویت کو ثابت کرنے کے لئے مکہ و مدینہ کی آبرو سے کھیلیں اور عوام میں یہ غلط بات پھیلائیں کہ اب ہمیشہ کے لئے سعودی عرب پر امریکہ کا قبضہ ہو چکا یا یہ کہ وہاں ڈبل عملداری ہے سعودی حکومت اور امریکی فوجیں دونوں مل کر وہاں نظام چلا رہی ہیں۔ اور وہاں اب دو دین جمع ہو چکے ہیں (استغفر اللہ العظیم)

یاد رکھئے وہاں سے امریکی فوجیں جا کر رہیں گی اسلام کا وہاں قبضہ فتح مکہ سے لے کر قیامت تک موعود ہے۔ اب بھی امریکی فوجیں وہاں از راہ اجازت ہیں۔ از راہ حکومت نہیں اور نہ وہاں کوئی غیر مسلم حکومت کبھی ہو سکے گی۔ بریلوی اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے (کہ وھابی کافر ہیں اور مکہ و مدینہ میں کافر حکومت ہو سکتی ہے) سعودی عرب میں امریکی فوجوں کا استقبال کر رہے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ امریکی فوجیں وہاں استحکام سے رہیں تا کہ انہیں یہ پراپیگنڈہ کرنے کا موقع ملے کہ مکہ و مدینہ پر پھر سے کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آغا تیغ درمیان کن

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

انسانوں کے بنیادی حقوق سے بریلویوں کا استدلال

کبھی بریلوی انسانوں کے بنیادی حقوق کے حوالے سے مکہ و مدینہ میں کافروں کا داخلہ درست قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اگر کوئی ایسی صورت ہو بھی تو یہ داخلہ از راہ اجازت ہوگا بہ طریق حکومت نہ ہوگا۔ اور ہم اس کے خلاف نہیں لیکن اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کی حکومت ہو سکتی ہے اور یہ کہ وھابی کافر ہیں جو مکہ و مدینہ پر حکمران ہیں اور یہ کہ ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

تین سوال اور ان کے جواب

۱۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے کسی ہسپتال میں کسی مریض کے اپریشن کے لئے کسی غیر مسلم ڈاکٹر کو جو عالمی شہرت رکھتا ہے وہاں لانا ہو تو کیا اس کی اجازت ہے؟

الجواب:

۲۔ بین الاقوامی تجارت کے ماہرین حجاز میں اپنی منڈیاں تلاش کرنے آتے ہیں تو کیا انہیں روکا جائے۔ یا ارض حرم میں داخلہ کی اجازت دی جا سکے گی۔ پہلی صورت میں کیا یہ اس علاقے پر زیادتی نہ ہوگی کہ ان پر ایک بین الاقوامی تجارتی راہ بند کر دی گئی ہے؟

۳۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں حجاز میں کارخانوں اور ملوں کی نئی تعمیر میں غیر مسلم ماہرین فن کو یہاں لانا ایسی صورت کہ اس تجربہ کے لوگ اس وقت مسلمانوں سے اس قیمت پر نہ مل سکیں کیا ممنوع رہے گا یا انہیں اس ضرورت سے یہاں لانے کی اجازت ہوگی؟

جوابات

ا۔ اجازت وہ بنیاد ہے جس پر کسی بھی غیر مسلم کو کسی کام کے لئے لایا جا سکتا ہے کوئی اجازت سے آنے والا غیر مسلم بیمار پڑ جائے تو اسے اور اس کے ساتھ اس کے کسی دیکھ بھال کرنے والے کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

حافظ ابن قدامہ الحنبلی (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:۔

و اذا مرض فی الحجاز جازت له الاقامة لانه یشق الانتقال الی المریض و تجوز الاقامة لمن یمرضه لانه لا یستغنی عنه (المغنی جلد ۸ ص ۳۵۰)

(ترجمہ) جب کوئی غیر مسلم حجاز میں بیمار پڑ جائے تو اسے وہاں ٹھہرنا جائز ہوگا کیونکہ مریض کو کہیں لے جانا بہت مشکل ہوتا ہے اور اسے ٹھہرنا جائز ہے جو اس کی تیمارداری کرے کیونکہ اس سے استغناء نہیں برتا جا سکتا۔

۲۔ یجوز لهم دخول الحجاز للتجارة لان النصاریٰ کانوا یتجرون الی المدینه فی زمن عمر (ایضاً ص ۵۲۹)

(ترجمہ) غیر مسلموں کا تجارت کے لئے حجاز آنا جائز ہے حضرت عمرؓ کے زمانے میں عیسائی مدینہ میں تجارت کے لئے آتے تھے۔

حنفیہ میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:۔

الحجاز یجوز للکافر دخولها بالاذن ولا یقیم بها اکثر من مقام السفر فان عمر لما اجلاهم أجل لمن یقدم منهم تاجراً ثلثاً (المسوی جلد۲ص۱۲۹)

(ترجمہ) کافر کا حجاز میں اجازت لے کر داخل ہونا جائز ہے لیکن وہ وہاں اقامت سفر سے زیادہ نہ ٹھہرے کیونکہ حضرت عمرؓ نے جب انہیں وہاں سے نکالا تھا تو جو وہاں تجارت کے لئے آنے والوں کو تین دن ٹھہرنے کی اجازت دی تھی۔

ان سب صورتوں میں کوئی بھی ایسی نہیں جس سے ارض حرم پر کافروں کا قبضہ جائز ٹھہرے اور بریلوی شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کے پیروؤں کو کافر بھی کہتے ہیں۔ حجاز پر ان کا قبضہ بھی مانتے ہیں تو اب یہ تجارت کے لئے ان کے ٹھہرانے کی راہ بھی نہیں نکال سکتے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں کافروں کا قبضہ بھی مانیں اور ارض حرم سے ان کی حاضری بھی نہ چھوٹے اور ان کی روضہ رسول کی جالی کے گرد عاشقانہ ادائیں بھی قائم رہیں۔ بایں ہمہ وہ وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور انہیں پوری زندگی مسجد حرام یا مسجد نبوی کا جمعہ نصیب نہ ہو۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر
جو تھک کے رہ جائے منزل کے سامنے

واہ رے! بریلوی عاشق کہ تیرے ذہن میں ارض حرم کا معنی اترتا نہیں اور تو اسلام کی جرنیلی سڑک پر کبھی آتا ہی نہیں۔ وہابیوں کا بغض تیرے ہاں تجھے مکہ و مدینہ کی حرمت سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور تیرے سینے میں یہ آگ کبھی بجھتی نہیں۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ کافر کبھی جنت میں نہ جاسکیں گے اور یہاں تو کھلی جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی جنت کا ایک ٹکڑا بھیج دیا یہ وہ خطہ زمین ہے جو حضور اکرمؐ کے منبر سے لے کر حضور کی قبر مبارک کے مابین ہے اسے روضۃ من ریاض الجنۃ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید المازنیؓ کہتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة (صحیح مسلم جلد ص ۴۴۶)
(ترجمہ) میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔
روضہ باغ کو کہتے ہیں حضور کی قبر مبارک یہیں ہے اور حضرت ابو بکر اور اس باغ جنت میں ہے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اس خطہ سرزمین میں دفن ہوئے ان کا جنت میں جانا ساری دنیا نے دیکھ لیا۔ جہنم میں جانے والے تو کبھی سزا پوری کر کے نکلیں گے۔ لیکن جنت میں جا کر کوئی وہاں سے نکلے یہ کسی اثر اور روایت میں نہیں دیکھا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
قرآن کریم کا اعلان کہ کافر کبھی جنت میں نہ داخل ہو پائے گا اب یہ وہاں دفن ہونے والے جنتی نہیں تو اور کیا ہیں۔

اب اس جنت پر کس کا قبضہ ہے جو روضہ رسول اور منبر رسول کے مابین ہے؟ وہ کون خوش نصیب ہیں جو ہمیشہ اس روضہ جنت میں نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسجد نبوی کے امام کی اقتداء میں جو صف یہاں بنتی ہے کیا یہ انہی لوگوں کی نہیں جو وہاں کے اماموں کی اقتداء جائز سمجھتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ وہابی کافر نہیں ہیں اور جو وہابیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ وہابیوں کا جنت میں داخلہ کیسے مان لیتے ہیں۔ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے

لا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (پ ۸ الاعراف ۴۰ ع ۵)
(ترجمہ) کافر نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔
جب اونٹ سوئی کے ناکے سے نہیں گزر سکتا تو تو کافر بھی کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جنت کا صرف ایک ٹکڑا ظاہر فرمایا اور وہ روضہ جنت مدینہ منورہ میں ہے۔ جہاں ہر وقت وہ وہابی انتظامی خدمت پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس پر عام دماغوں میں سوال ابھرتا ہے کہ وہابی کافر کیسے جنت میں داخل ہو گئے یہاں بریلوی فکر و دانش سرپیچ کر رہ جاتی ہے۔ اور کوئی دیانتدار ایسا نہیں رہتا جو اس غلط عقیدے کو نہ چھوڑے کہ وھابی (شیخ محمد بن عبدالوھاب کے پیرو) کافر ہیں۔
مولانا احمد رضا خاں اس عقیدے کے نہ تھے کہ مکہ و مدینہ کے حکمران اور علماء کرام کافر بھی ہو سکتے ہیں

ورنہ وہ اپنی کفری دستاویز کی تصدیق حاصل کرنے کے لئے ارض حرم کا سفر نہ کرتے حج بھی انہوں نے ضمناً کیا تھا۔ان کے اس سفر کی اصلی غایت علماء حرمین سے علماء دیو بند کی تکفیر کی سند لینا تھی افسوس جب علماء کی سوچ مرکز اسلام کے لئے اس درجہ گر جائے تو اسلام کے اخلاق فاضلہ کے پھول کہاں کھلیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا افسوس ان بریلویوں پر ہے جو رضوی بھی کہلاتے ہیں اور پھر مکہ اور مدینہ کے اماموں اور حکمرانوں کو کافر بتاتے ہیں۔عورتوں کا عرسوں پر جانا جائز سمجھتے ہیں۔ اور اس مسئلے میں مولانا احمد رضا خاں کو غلط سمجھتے ہیں۔مولانا احمد رضا خاں نے عورتوں کا عرسوں پر جانا حرام قرار دیا ہے۔ان کے ہاں عورتوں کو ماسوائے روضہ رسول کے اور کسی قبر پر جانے کی اجازت نہیں۔مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

عورتوں کو مزارات اولیاء اور مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔(احکام شریعت ۲ص ۱۵۵)

عورتوں کی مزارات پر حاضری

جس وقت گھر سے (مزارات پر جانے کا) ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملئکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔سوائے روضہ انور کے اور کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں (ملفوظات ۲ص ۱۱۵۔۲۵۵)

روضہ انور کی حاضری کے لئے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤوك کا عموم موجود ہے۔ اور حضور کی خدمت میں (زندگی میں) حاضری اور بعد الوفات حاضری دونوں ایک حکم میں ہیں۔سو عورتوں کو جہاں کسی اور مزار پر جانے کی اجازت نہیں روضۂ اطہر پر حاضری کی عام اجازت ہے آپ لکھتے ہیں:۔

"جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔اور جب قبر پر آجاتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے اور جب پلٹتی ہے اللہ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔"(فتاوے افریقہ ص ۸۲)

بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ان دونوں مسئلوں کو نہیں مانتے (۱) مکہ و مدینہ پر پھر سے کفر کا قبضہ

نہیں ہوسکتا۔وہ کہتے ہیں کہ وہاں کفر کا قبضہ پھر سے ہوسکتا ہے بلکہ ہوگیا ہوا ہے اور اب وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔(۲) عورتوں کو عرسوں اور قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔بریلوی عورتیں وہاں جانے سے نہیں رکتیں بریلوی ان دونوں مسئلوں میں مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ہیں۔مولانا احمد رضا خاں مکہ و مدینہ سے ناکام لوٹنے پر اپنی بریلویت میں خاصے کمزور پڑ گئے تھے۔

تاہم یہ جذبہ ان میں پھر بھی رہا کہ ان کی مجددیت اپنی جگہ نمایاں ہوکر رہے گو اس میں انہیں امت کے پہلے چودہ سو سال کے مستند علماء سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرنا پڑے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے انہوں نے محدثین دہلی کے علمی اعتماد کو مجروح کرنے کے لئے ایک نیا ترجمہ قرآن لکھا اور مترجمین دہلی کے پہلے تراجم قرآن پر عقیدہ عصمت کو مجروح کرنے کی تہمت لگادی۔اعاذنا اللہ منھا۔

مولانا فضل حق رسول بدایونی ان کے فرزند مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں نے دہلی کی علمی مسند کو جسے بیت علم الحنفیہ کہا جاتا تھا بدنام کرنے کی بہت کوشش کی علماء دیوبند نے محدثین دہلی کے تراجم قرآن کو اپنے ہاں پورا اعتماد دیا یہ تھی ایک وجہ تھی جس کے باعث مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے خلاف اٹھے ان کا اصل مقصد پہلے دور کے علماء اہل سنت سے عوامی اعتماد کو اٹھانا تھا۔

اب ان کا یہ عقیدہ بن گیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مولانا حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف تھے آپ نے اپنے اس عقیدہ کو منوانے کے لئے کس طرح محنت کی یہ ایک طویل داستان ہے۔

آپ اسے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو یہاں مولانا احمد رضا خاں کا اس نئے ترجمہ قرآن کے حوالے سے ایک اور تعارف کرتے جائیں ہاں وہ بریلوی علماء لائق تبریک ہیں جنہوں نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ کو غلط کہا۔

تذکرہ شاہ ولی اللہؒ

مصنف: حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

حضرت شاہ ولی اللہؒ بارہویں صدی ہجری کی ان ممتاز شخصیات میں سے ایک تھے، جن کی ذات سے ہندوستان کی تعمیر وترقی اور سیاسی انقلاب کے کئی اہم واقعات وابستہ ہیں، موجودہ وقت میں ہندوستان کے اندر چاہے علمی گفتگو کی جائے یا سیاسی اس کے سلسلہ نسب کا ایک موڑ حضرت شاہ صاحب پر جاکر رک جاتا ہے۔

ابتدائی وقت میں ہی انہوں نے مسلمانوں کو سیاسی حالات کے بھنور سے نکالنے اور ان کے اندر نئی سیاسی روح پھونکنے کی کوشش کی، عوام کو ایک صف میں کھڑا کرکے برطانوی حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا ان کے اندر جذبہ بیدار کیا۔

ظاہر ہے کہ ان کو ایسے وقت میں قدم قدم آزمائشی دور سے گذرنا پڑا ہوگا۔ لیکن وہ آزمائشیں تھیں کیسی۔ آخر ان کو اس صورت حال میں کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، کیسی کیسی رکاوٹیں سامنے آئیں۔ کن کن مراحل سے آپ کو گذرنا پڑا۔ حضرت مولانا گیلانیؒ کی یہ کتاب دراصل ایسے ہی بیشمار سوالوں کا جواب ہے مولانا گیلانی نے اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب اور ہندوستان کی سیاسی حالت کے تعلق سے جن حقائق کی نقشہ کشی کی ہے حقیقت یہ ہے کہ اتنے خوبصورت انداز میں اس پوری تفصیل کا لکھ دینا یہ ان کا ہی حق تھا۔

مولانا کو اللہ نے بے پناہ قلمی صلاحیت سے نوازا ہے، ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور قلم کا رخ جس سمت بھی کیا۔ اسی کا حق اسی طرح ادا کیا کہ بعد والوں کے لیے اس پر کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یوں تو حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی پر بہت سے لوگوں نے لکھ کر ان کے احسانات کا اعتراف کیا مگر سچ یہ ہے کہ انہوں نے جس مرتب انداز میں حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی کا خاکہ پیش کیا ہے اس سے جہاں حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے وہیں اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کو آزادی کی تاریخ اور ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے عروج وزوال کے واقعات سے خاصی دلچسپی رہی ہے۔

اس لیے بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی زندگی کو جاننے کے لیے یہ کتاب حد درجہ مفید ثابت ہوگی۔

باب چہارم

بریلویوں کے نئے ترجمہ قرآن کا تعارف

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین الصطفیٰ اما بعد

بریلویوں کی سکھر کی جماعت نے اپنے مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر سے ایک پمفلٹ بنام ''قرآن کے غلط ترجموں کی نشاندہی'' شائع کیا ہے۔ مولف لکھتا ہے:

یوں تو آپ (مولانا احمد رضا خاں) کے علمی کارناموں کی تفصیل بڑی طویل ہے لیکن ان میں سب سے بڑا علمی کارنامہ ترجمہ قرآن مجید ہے ترجمہ کیا ہے؟ قرآن حکیم کی اردو میں ترجمانی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ کا یہ ترجمہ الہامی ترجمہ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

پھر اس کے صفحہ ۷ پر ایک سرخی ملاحظہ ہو، ''حضور معصوموں کے سردار تھے یا گناہ گار تھے'' اس عنوان کے تحت مولف محدثین دہلی کے تراجم پر اس طرح عمل درآمد ہوتا ہے۔

پہلے تمام تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی معصوم ماضی میں بھی گناہگار تھا اور مستقبل میں بھی گناہ کرے گا مگر فتح مبین کے صدقہ میں پہلے تمام گناہ معاف ہو گئے اور آئندہ بھی گناہ رسول معاف ہوتے رہیں گے۔ کاش یہ فتح مبین آپ کو نہ دی گئی ہوتی تاکہ آپ کے گناہوں پر ستاری کا پردہ پڑا رہتا اس معصوم رسول کے گناہ گار ہونے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا۔ کھلم کھلا فتح کیا ملی کہ رسول معصوم کے تمام مخفی گناہ ترجمہ پڑھنے والوں کے سامنے آشکار ہو گئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آئندہ بھی گناہ سرزد ہوتے رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان گناہوں کی پیشگی معافی ہوگئی ہے۔ ان مترجمین سے آپ دریافت کیجئے جب نبی معصوم گناہ گار ہو تو لفظ عصمت کا اطلاق آخر کس پر ہوگا؟ عصمت انبیاء کا تصور اگر جزو ایمان ہے تو کیا گناہ گار خطا کار نبی ہوسکتا ہے؟

یہ پوری عبارت تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کی مصداق ہے پورا بدن زخمی ہے ہم کہاں کہاں مرہم رکھیں۔ قرآن کریم کی اس آیت میں (ذنبک) میں تو لفظ ذنب حضور کی طرف مضاف ہو کر

صرف ایک جگہ آیا ہے مولف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے چٹخارے لے لے کر لفظ گناہ سات دفعہ دہرایا ہے اس پر بھی معلوم ہوتا ہے اسے سکون نہیں ملا اور وہ ابھی عصمت انبیاء کی تصدیق نہیں پا سکا۔ عصمت انبیاء کے تصور میں گھرا خود غوطے کھا رہا ہے۔

پھر اس پوری عبارت میں کہیں بھی اس نے لفظ گناہ کو نرم کرنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ جن تراجم پر وہ چھینٹے ڈالے آرہا ہے ان میں کئی مترجمین نے گناہ کی بجائے لفظ خطا اختیار کیا ہے (جیسے مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی) معترض اندھا ہو کر چل رہا ہے اسے معلوم نہیں آگے کوئی بے گناہ بھی آرہا ہے میں اس لفظ کو کیوں نہ نرم کرتا چلوں افسوس یہ اس کے نصیب میں نہ تھا۔

مولانا احمد سعید کاظمی نے بھی لفظ گناہ نرم کر کے اس کا ترجمہ خلاف اولیٰ کام کیا ہے مگر ذنب کی نسبت ذنبک میں حضور کی طرف ہی رکھی ہے۔

آپ نے نسبت ذنب میں صرف پہلے مترجمین سے اختلاف نہیں کیا (دیکھئے البیان ترجمہ قرآن ص ۶۶۴) پیر کرم شاہ بھیروی نے بھی گناہوں کی بجائے لفظ کوتاہی اختیار کیا ہے مگر ذنب کی نسبت میں پہلے مترجمین کی پوری متابعت کی ہے اس میں کسی پر عقیدہ عصمت انبیاء کو مجروح کرنے کا چھینٹا نہیں ڈالا۔ سو اس نسبت میں احمد رضا خاں پیر کرم شاہ صاحب پر بھی عصمت نبوت کے انکار کا الزام لگا رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ قرآن

مولانا احمد رضا خاں نے اس محاذ پر بھی شکست کھائی۔ بریلوی علماء نے فیصلہ دیا کہ لفظ ذنب گناہ کی نسبت حضور کی طرف کرنے سے عصمت انبیاء کا عقیدہ ہرگز مجروح نہیں ہوتا اور ذنب کے معنی گناہ کرنے میں بھی اکابر امت نے کوئی باک نہیں سمجھا۔ بشرطیکہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں لفظ گناہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہے جیسا کہ احمد رضا خاں نے خود بھی کہا ہے۔

ذنبک میں ذنب کی نسبت خود حضور ﷺ نے اپنی طرف کی ہے ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بھی اسے اسی طرح سمجھا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۰ھ)، حضرت انس بن مالکؓ

(۹۳ھ)، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ (۶۸ھ)، حضرت بلالؓ (۱۷ھ) کھل کر اسے حضورؐ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں امام المفسرین حضرت مجاہد (۱۰۰ھ)، امام حسن بصری (۱۱۰ھ) اور سفیان الثوری (۱۶۱ھ) جیسے بزرگ لفظ ''ذنب'' کی نسبت واضح طور پر حضور ﷺ کی طرف ہی لوٹاتے ہیں اور عصری علماء کے جم غفیر میں سے بھی کوئی اس کی تردید نہیں کرتا۔

بریلویوں کے اس سے اختلاف کا باعث مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن کنز الایمان ہے جس میں قرآنی لفظ ذنبک میں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف نہیں خلاف قواعد عربی دوسروں کی طرف کی گئی جو بریلوی عربی سے ناواقف ہیں وہ مولانا احمد رضا خان کی اس غلطی کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے۔ لیکن ان کے ہاں ترجمہ کنز الایمان پر ایمان لانا بلا شرطِ شئی لازم ہے وہ کہتے ہیں ہم اس کے خلاف کسی کی نہ سنیں گے۔ اعلحضرت سے کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔

جب ان کو بتایا گیا کہ کنز الایمان کے اس ترجمہ میں (۱) خود حضور ﷺ کی مخالفت کی گئی ہے (۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی مخالفت کی گئی ہے (۳) بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کی مخالفت کی گئی ہے (۴) امام مجاہد (۱۰۰ھ) اور امام حسن بصری (۱۱۰ھ) جیسے کبار تابعین کی مخالفت کی گئی ہے (۵) امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ) جیسے تبع تابعین کی مخالفت کی گئی ہے (۶) امت کے بڑے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ قسطلانیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کی مخالفت کی گئی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اعلحضرت سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی ہم ان کے خلاف کسی کی نہ سنیں گے گو ساری امت ایک طرف ہو جائے۔ اس پر حیدرآباد کے مولانا ابوالخیر محمد زبیر نے ان غالی بریلویوں کے بارے میں مسلمانوں کو بتایا:۔

ان (بریلویوں) کے نزدیک اعلحضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے۔ استغفر اللہ العظیم (مغفرت ذنب ص ۶، سطر ۴)

پیشتر اس کے کہ ہم ان غالی بریلویوں سے کٹنے والے ان کے معتدل علماء کو ان کی اس حق پرستی پر داد دیں اور پیشتر اس کے کہ ہم ان دو حلقوں کا نقطہ اختلاف آپ کے سامنے لائیں مناسب ہوگا کہ ہم

آپ کے سامنے پہلے مولانا احمد رضا خان سے سوسال پہلے کے اردو تراجم رکھ دیں اور پھر مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنزالایمان رکھیں آپ کو اختلاف خود بخود سمجھ میں آجائے گا یہ پہلے تراجم اس عہد کے ہیں جب مدرسہ عربی دیوبند ابھی قائم نہیں ہوا تھا سو ان ترجموں کو دیوبندی تراجم کہہ کر غلط نہیں کہا جا سکتا اور نہ انہیں روکا جا سکتا ہے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ) اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) کے یہ دو ترجمے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تاکہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔

۲۔ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنزالایمان بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

تاکہ اللہ تمہارے سب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے (کنزالایمان)

اس غلط ترجمے پر اب بریلویوں کے فخر و مباہات اور ان کی غلط فہمی ملاحظہ کریں سکھر سے ان کے مکتبہ نوریہ رضویہ نے اس سلسلہ میں ایک پمفلٹ شائع کیا ہے اس میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھا ہے۔

یوں تو آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل بڑی طویل ہے لیکن ان میں سب سے بڑا علمی کارنامہ ترجمہ قرآن مجید ہے ترجمہ کیا ہے قرآن حکیم کی اردو میں ترجمانی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپکا یہ الہامی ترجمہ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ (قرآن کے غلط ترجموں کی نشاندہی ص ۷)

اگر یہ الہامی ترجمہ ہے تو کیا اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے گا کہ مسلمانوں کو بذریعہ الہام مطلع کیا گیا کہ اب تک امت مسلمہ اس آیت کا غلط ترجمہ کرتی آئی ہے اور اجماع امت پر ہرگز عصمت کی کوئی چھتری نہیں ہے۔

اس وقت ہمیں کنزالایمان کے دیگر غلط تراجم سے بحث نہیں صرف آپ کو مغفرت ذنب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے اس میں آپ یہ دیکھیں کہ کنزالایمان کے اس غلط ترجمہ نے کس طرح خود حضور اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث کا رد کیا ہے، حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ذنبک کے لفظ میں ذنب کی

نسبت اپنی ذات گرامی کی طرف فرمائی ہے اور مراد الٰہی کو آپ نے کسی طرح ضائع ہونے نہیں دیا۔
حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

فضلت على الانبياء بست لم يعطهن احد قبلى (۱) غفرلى ما تقدم من ذنبى و ما تاخر (۲) احلت لى الغنائم و لم تحل لاحد كان قبلى (۳) و جعلت امتى خير الامم (۴) وجعلت لى الارض مسجداً و طهوراً و (۵) اعطيت الكوثر و(۶) نصرت بالرعب...... رواه البزار و اسناده جيد (مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۶۹)

(ترجمہ) مجھے دیگر انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی یہ چھ فضیلتیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں ان میں پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے ہونے والے اور بعد میں ہونے والے ذنب سب معاف فرمادیئے (پھر آپ نے دیگر پانچ باتیں بیان فرمادیں)

اب ظاہر ہے کہ جس طرح یہ پانچ فضیلتیں اس امت کی نہیں خود حضورؐ کی ہیں یہ پہلی فضیلت مغفرت ذنب بھی اس امت کی نہیں۔ اس امت کے پہلے اور پچھلے گناہوں کی عام معافی کا عقیدہ ائمہ اربعہ اور بعد میں سے کسی کا نہیں ہے۔ امت کے کئی افراد کو سزا بھی ملے گی ان کے تمام گناہ معاف ہوئے اس کا امت میں کوئی تصور نہیں نہ قرآن میں ہر امتی کی معافی کی کوئی گارنٹی دی گئی ہے۔

حضرت ام المومنین نے بھی ذنبک کی نسبت آپ کی طرف بتائی ہے

عن عائشة رضى الله عنها ان نبى الله صلى الله عليه وسلم كان يقوم من الليل حتى تتفطر قدماه فقالت عائشة لم تصنع هذا يا رسول الله و قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر قال افلا احب ان اكون عبداً شكوراً (صحيح بخارى جلد ۲ ص ۷۱۶)

(ترجمہ) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور رات کو اس قدر قیام فرماتے (اس قدر لمبی نماز پڑھتے) کہ آپ کے قدم مبارک پھٹ جاتے آپ نے حضورؐ سے کہا آپ اتنی مشقت کیوں کرتے

ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے اور پچھلے ذنب معاف کردیئے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں؟ (آپ نے حضرت عائشہ کے استدلال کی تردید نہیں کی) نہ یہ کہ ذنب سے میرے گناہ مراد نہیں یہ میری امت کے گناہ ہیں۔

یہ قریب قریب وہی الفاظ ہیں جو قرآن پاک کے ہیں۔ لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر انہیں حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے سامنے اس طرح پیش کیا ہے کہ یہاں حضور کی اپنی مغفرت ذنب مذکور ہے حضورؐ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں میرے ذنب مراد نہیں میرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد ہیں۔ یہ کہنا کہ ذنب کی نسبت حضور کی طرف کی جائے تو اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے کسی ایسے شخص کا کام نہیں ہو سکتا جو حضرت ام المومنین سے کچھ بھی عقیدت رکھتا ہو سو اس آیت کا کنزالایمان میں دیا ترجمہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ اب دیکھئے کہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے اس آیت میں مغفرت ذنب سے کیا سمجھا وہ حضرات جن میں قرآن کریم اتر ا وہ اسے مولانا احمد رضا خاں سے تو یقیناً بہتر سمجھتے تھے۔

صحابہ کرامؓ نے ذنبک میں ذنب کی نسبت کدھر سمجھی اسے غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۰ھ) کہتے ہیں۔

قام النبی صلی الله علیه وسلم حتی تورمت قدماه فقیل له غفرالله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخرقال افلا اکون عبداً شکوراً (ایضاً جلد ۲ ص ۷۱۶ صحیح مسلم ۲ ص ۳۷۷)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام اللیل کیا کہ آپ کے دونوں قدم مبارک پھول گئے آپ سے کہا گیا (تمام صحابہؓ نے کہا ہوگا) آپ کے تو اگلے پچھلے سب ذنوب کی مغفرت ہو چکی (آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں) آپ نے جواب میں کہا کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ حضورؐ اس آیت میں مغفرت ذنوب اپنے ہی سمجھتے ہیں نہ کہ اپنے اگلوں

پچھلوں کے لئے جیسے کہ احمد رضا خاں نے سمجھا ہے۔

۲۔ حضرت انس بن مالکؓ (۹۳ھ) کہتے ہیں۔

نزلت علی النبیؐ لیغفرالله ما تقدم من ذنبك وما تأخر مرجعه من الحدیبیة قال النبیؐ لقد انزلت علی اللیلة آیة احب الی مما علی الارض ثم **قرأها** علیهم النبیؐ فقالوا هنیئاً مریئاً یا نبی الله بیّن الله عزوجل ما یفعل **بك** فماذا یفعل بنا فنزلت علیه صلی الله علیه وسلم لیدخل المومنین **و** المومنات جنات تجری من تحتها الانهار (اخرجاه فی الصحیحین من روایة قتادہ تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۲!)

(ترجمہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپسی پر آیت اتری۔ لیغفرالله ما تقدم من ذنبك وما تاخر تو حضورؐ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو **مجھے کل** زمین پر پھیلے خزانوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے وہ آیت پڑھی صحابہؓ نے آپ کو مبارک باد دی اور کہا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو آپ کا انجام بتا دیا ہے، ہمارا کیا ہوگا، اس پر بھی کیا کوئی آیت اتری ہے؟ اسی اثنا میں حضورؐ پر یہ آیت اتری:۔

اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے آئے گا جن کے نیچے نہریں **چلتی** ہوں گی۔ ص ۱۲۶ الفتح)

اس سے پتہ چلا کہ آپ کے اگے پچھلے امتیوں کے انجام کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے۔ سو پہلے حصہ میں آپ کے اپنے مغفرت ذنب کی بشارت ہے نہ کہ آپ کی امت کی مغفرت ذنب، جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت سے سمجھا ہے:

۳۔ ابوسلمہ کے بیٹے عمرؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا روزہ دار روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے اسے کہا یہ اپنی والدہ ام سلمہ سے پوچھو۔ حضرت ام سلمہ نے اسے بتایا کہ حضور بھی ایسا کر لیتے تھے اس پر عمرؓ نے حضورؐ سے کہا

یا رسول اللہ ! قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۵۳)

حضورؐ نے اس پر انکار نہ فرمایا اور یہ کہا:

انا واللہ انی لاتقاکم و اخشاکم لہ

بخدا میں تم سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں اور خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

یہاں بھی حضور نے حضرت عمر بن ابی سلمہ کی اس بات کی تصدیق کہ کہ آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک سے حضور کی اپنی مغفرت ذنب مراد ہے نہ کہ امت کے اگلوں پچھلوں کی جیسا کہ احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں سمجھا ہے امام نو دی بھی اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں۔

لا حرج علیہ فیما یفعل لانہ مغفور لہ

(ترجمہ) آپ جو بھی کریں وہ آپ کے لئے نقصان دہ نہیں کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے۔

پوچھنے والے کی مراد یہ تھی کہ آپ پر کوئی حرج نہیں آپ جو بھی کریں قرآن پاک میں آپ کے لئے مغفرت ذنب کی بشارت آ چکی ہے۔

آپ نے اس پر فرمایا میں تقویٰ اور خشیت کے سب سے اونچے مقام پر رہنے کے لئے کوئی ایسی بات نہیں کرتا جس سے اللہ راضی نہ ہو (اور کما قال النبیؐ)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بہتر ترجمان القرآن اور کون ہو سکتا ہے امام بیہقی اور امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر (دلائل النبوۃ جلد ۵ ص ۴۸۴ مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۵۴)

۵۔ حضرت بلالؓ (۱۷ھ)

آپ نے فرمایا تو کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور شکریہ میں گریہ وزاری کیوں نہ

کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے:

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار لأیة

بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان پر غور نہیں کیا (صحیح ابن حبان جلد تاریخ ابن عساکر جلد معارف القرآن جلد ا ص ۲۶۱)

ایک رات حضور ﷺ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں۔

آپ قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روئے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ حضرت بلال آئے اور حضور کو نماز کی اطلاع دی بلال کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ حضور اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی ان پانچ کھلی شہادتوں کے بعد اب حضرت عیسیٰ بن مریم کی ایک اور شہادت بھی لیجئے ابھی آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس بچے کو تورات وانجیل کے علاوہ کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دیں گے۔

و یعلّمه الکتاب والحکمة والتورة والانجیل ورسولاً الی بنی اسرائیل (پ ۳ آل عمران ۴۸)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب وسنت کی تعلیم بھی دیں گے اور تورات اور انجیل بھی سکھائیں گے اور رسول آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف ہی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کی شہادت کہ یہاں حضور ہی کی مغفرت ذنب مراد ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حشر کے دن جب امتیں اپنے اپنے پیغمبروں سے شفاعت کے لئے کہیں گی تو ہر پیغمبر اپنی طرف سے کچھ معذرت کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کہیں گے کہ میں اس مقام پر نہیں کہ آج اللہ رب العزت کے حضور کچھ عرض کرسکوں تم حضرت محمد ﷺ کے

پاس جاؤ اللہ تعالیٰ آپ کے سب اگلے پچھلے ذنوب کی مغفرت فرما چکا ہے اس لئے آپ کو آج اللہ کے حضور حاضر ہونے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ آپ کی مغفرت آپ کی ہر معذرت کو بہا لے گئی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان آنے والوں کو یہ کہیں گے۔

فیأتون عیسی روح الله و کلمته فیقول لست هنا کم ولکن ائتوا محمداً صلی الله علیه وسلم عبداً قد غفر الله له ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیأتونی فاستاذن علی ربی تعالیٰ فیوذن لی (صحیح مسلم ا ص ۱۰۹)

(ترجمہ) سو وہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے پاس آئیں گی آپ کہیں گے میں اس کام کے لئے نہیں تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ آپ اللہ کے وہ بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے سب ذنوب اللہ معاف فرما چکا حضورؐ نے فرمایا۔ پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اپنے رب سے شفاعت کرنے کی اجازت مانگوں گا۔ اس پر پھر مجھے اجازت دی جائے۔

قاضی عیاض (۵۴۱ھ) کہتے ہیں۔ ما تقدم سے مراد وہ ذنب ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے کے ہوں (گو ان کی حقیقت گناہ کی نہ ہوگی) اور ما تاخر سے مراد وہ ذنوب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بطریق عصمت آپ کو بچا لیا وہ آپ سے ہوہی نہ پائے۔

قال القاضی قیل المتقدم ما کان قبل النبوة والمتاخر عصمتك بعد ها (نووی شرح مسلم)

سو ذنب کو اس بحث میں اسی حد تک جگہ دی جاسکتی ہے کہ اس سے کسی پیرائے میں عصمت نبوت مجروح نہ ہو۔ انبیاء کی عصمت کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں قاضی عیاض نے ذنبک میں ذنب کی نسبت حضور اکرمؐ کی طرف ہی کی ہے۔ اور اس کے لئے ہم احادیث صحیحہ کی رو سے سات قوی شہادتیں آپ کے سامنے لا چکے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ان احادیث صحیحہ قویہ کی جو صریح مخالفت کی

ہے اس پر ہم افسوس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صحابہؓ کے بعد تابعین کی شہادت کہ مغفرت کی نسبت حضور کی طرف ہی ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

امام تفسیر امام مجاہد (۱۰۰) فرماتے ہیں:۔

ما تقدم من ذنبك قبل الرسالة وما تاخر بعدها قاله مجاهد (بحواله تفسير قرطبی جلد ۹ ص ۶۰۸۴)

امام حسن بصری (۱۱۰ھ) لکھتے ہیں:۔

ليغفرالله لك ما تقدم من ذنبك وماتاخر۔ قال الحسن كان النبیؐ تاخذه العبادة حتى يخرج على الناس كانه الشن البالی و كان اصبح الناس فقيل له يا رسول الله البس قد غفر الله لك قال افلا اكون عبداً شكورا (تفسير امام حسن بصری جلد ۵ ص ۴۳)

اس میں حضورؐ نے صراحت سے تسلیم فرمایا ہے کہ یہاں ليغفرالله لك الله میں حضورؐ کی ہی مغفرت ذنب مراد ہے۔

امام سفیان الثوری بھی اسی کی تائید کرتے ہیں:۔

و قال سفيان الثوری (۱۶۱ھ) ليغفرالله لك ما تقدم من ذنبك ما عملته فی الجاهلية من قبل ان يوحی اليك و ما تاخر كل شئی لما تعمله (ايضاً)

ان اعیان امت کی شہادت بھی ملاحظہ کیجئے

۱۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نہایۃ السول فیما سمع من تفضیل الرسول میں لکھتے ہیں:۔

فضل الله نبياًصلی الله عليه وسلم على سائر الانبياء بوجوه منها ان الله تعالیٰ اخبر انه غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر (جواہر البحار۔ علامہ يوسف بن اسمعيل جلد ۴)

۲۔ شیخ ابونصر احمد بن الحسن البخاری (۵۴۰ھ) پہلے فارسی مفسر ہیں وہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:۔

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر تابیامرزد خدای عزوجل ترا ای محمد زلت گذشته تو وناگزشته تو بمقابله ایں رنج کشیدن وحمیت جاھلیت مکیاں را مقابله نا کردن مصطفیٰ را علیه السلام ایمن کرد (تفسیر زاہدی جلد۲ص ۴۳۷)

۳۔امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں جب لیدخل المومنین والمومنات میں عام مومنوں کا جنت میں جانا علیحدہ مذکور ہے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ آیت کے پہلے حصے میں ماتقدم من ذنبک سے امت کے گناہ مراد ہوں گے۔

ان یکون الخطاب معه والمراد المومنون وھو بعید لافراد المومنین بالذکر

(ترجمہ) حضور سے خطاب ہو اور اس سے تمام مومن مراد لئے جائیں یہ بات علم سے بہت دور ہے کیونکہ مومنین کا ذکر اس موضوع پر یہیں علیحدہ مذکور ہے۔

۴۔حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔حضورﷺ کے سوا کسی اور کے لئے یہ ثواب اعمال وارد نہیں کہ اس کے اگلے پچھلے سب ذنب معاف کردیے گئے ہوں۔یہ شرف عظیم صرف آپ کو ہی دیا گیا ہے۔

ھذا من خصائصه صلی الله علیه وسلم التی لا یشارکه فیھا غیره ولیس فی حدیث فی ثواب الاعمال لغیره غفرله ماتقدم من ذنبه وما تأخر و ھذا فیه تشریف عظم لرسول الله صلی الله علیه وسلم (تفسیر ابن کثیر)

(ترجمہ) یہ بات جو یہاں کہی گئی حضور کی خصوصیات میں سے ہے کوئی اور آپ کے ساتھ اس شرف مغفرت میں شریک نہیں ہے۔

۵۔عقائد اور تفسیر کے مشہور امام علامہ نسفی لکھتے ہیں:۔

۱۔ جاز ان یکون له ذنباً فامره بالاستغفار له ولکن لا نعلمه غیر ان ذنب الانبیاء ترك الافضل (مدارك التنزیل جلد ۳ ص ۱۲۵۳)

۲۔ ما تقدم من ذنبك وما تاخر یرید جمیع ما فرط منك اوتقدم من حدیث

ماریه وما تاخر من امرأة زید (ایضاً ص ۱۶۰)
یہ دونوں واقعات گناہ کے ذیل میں نہیں آتے تاہم حضورؐ انہیں خلاف اولیٰ سمجھتے تھے تبھی تو آپ چاہتے تھے کہ یہ بات چھپی رہے قرآن کریم میں ہے
و تخفی فی نفسك ما الله مبدیه و تخشی الناس (پ ۲۲ الاحزاب ۳۷)
حضور کا استغفار ان خلاف اولیٰ امور کے واقع ہونے سے تھا اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔
(ترجمہ) اور تم اسے چھپاتے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا۔
ترجمہ مولانا احمد رضا خاں و تفسیر نور العرفان
(اور اللہ سے ڈر) اپنی بیوی پر الزام نہ لگاؤ یا اسے بدنام نہ کرو۔
اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو (کنز الایمان)
کیا یہ حضور کی ایک اپنی خلاف اولیٰ بات پر مغفرت کا پیرایہ نہیں مولانا احمد رضا خاں کے پیرو یہاں حیران ہیں کہ آپ یہاں یہ ترجمہ کیسے کر گئے۔
متاخرین میں بھی بزرگوں نے ذنب کی نسبت حضور کی طرف کی ہے۔
۱۔ علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ)
مواھب اللدینہ میں آنحضرت ﷺ کے خصائص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
و منها انه غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر بالخصوصية اخباره بذلك تعظيماً له بادخال السرور عليه (مواهب اللدينه جلد)
۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)
وازاں جملہ آنست کہ آمرزیدہ شد آنحضرت علیہ السلام را ما تقدم من ذنبہ وما تاخر یعنی اگر چہ انبیاء مغفور اند و تعذیب انبیاء جائز نیست لیکن بتصریح خبر نداوہ شد ہیچ یکے را بایں فضیلت (مدارج النبوۃ جلد ا ص ۱۴۴)
بہترین اقوال آنست کہ ایں کلمہ تشریف است مر آنحضرتؐ را از جانب مولیٰ تعالیٰ بے آں کہ ذنب

وجود داشتہ باشد چنانچہ صاحب امر بندہ خود را بگوید کہ گناہاں ترا بخشیدم تو فارغ البال باش و ہیچ اندیشہ مکن اگر چہ آن بندہ گناہ نداشتہ باشد (اشعۃ اللمعات جلد ا ص ۱۲۷)

(ترجمہ) اس موضوع میں بہترین بات یہ ہے کہ یہ حضورؐ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ تشریف ہے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ صادر ہو جیسا کہ مالک نے اپنے بندے کو کہا ہے کہ میں نے تیری سب لغزشیں معاف کیں اب تو بے فکر رہ کسی قسم کا غم نہ کر اگر چہ اس بندے سے کوئی گناہ واقع نہ ہوا ہو۔

۳۔

۴۔

۵۔ مولانا نقی علی خاں (ھ) والد گرامی مولانا احمد رضا خاں

آپ لکھتے ہیں:۔

دیکھو آیت مبارکہ لیغفر اللہ لک اللہ ماتقدم وما تاخر باوجود عصمت انبیاء کے وارد...... کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب کو ایک قسم کی خصوصیت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزت بڑھانا ہے نہ وقوع اس کا جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے لئے حکم ہوتا ہے ہم نے تین خون تجھے معاف کئے حالانکہ بادشاہ جانتا ہے کہ ایسے مہذب شخص سے خون کبھی واقع نہ ہوگا۔ یہاں بھی عزت اپنے محبوب کی بڑھانا مقصود ہے۔ (سرور القلوب ۲ ص ۴۲)

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

خدا نے اگلے پچھلے قصور آپ کے معاف کر دیئے۔ (الکلام الاوضح مولانا علی نقی خاں ص ۳۲۴)

یہاں قصور کا لفظ عام گناہ کے معنی میں نہیں خلاف اولیٰ کے معنوں میں ہے۔

۶۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی

بریلویوں کے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی آیت وما ادری مایفعل بی ولا بکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ آیت منسوخ ہے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے ..... اللہ تعالیٰ نے لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر نازل فرمائی صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

لیدخل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتها الانهار

یہ آیت نازل ہوئی ..... تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ حضورؐ کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور مومنین کے ساتھ کیا کرے گا۔

۷۔ مولانا غلام رسول سعیدی

مولانا غلام رسول سعیدی بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے خلاف لکھتے ہیں :۔

اگر اگلوں پچھلوں اور پوری امت کی مغفرت کر دی گئی ہے تو کیا اگلوں پچھلوں اور امت سے ان کی بداعمالیوں کا محاسبہ اور مواخذہ اور ان میں سے بعض کو عتاب اور عذاب نہیں ہوگا؟ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو ان کی بداعمالیوں پر عذاب ہوگا اگر چہ بالآخران کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ مطلب بیان کیا جائے کہ انجام کار ان کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے۔ تو یہ کوئی ایسی فضیلت کی بات نہیں جو آپ کی بدولت اور آپ کے سبب سے اگلوں پچھلوں [illegible]ت کو حاصل ہو کیونکہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو اس کی نجات بہر حال ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی بدولت اگر اگلوں پچھلوں کی مغفرت سے مراد یہ ہے کہ ابتداء ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ تو یہ بات نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ بالآخران کی مغفرت ہو جائے گی تو اس میں کوئی خصوصیت اور فضیلت نہیں اور اگر یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کی امت کے بعض گناہ گار افراد کی مغفرت آپ کی شفاعت کی بدولت ہوگی تو یہ مطلب حق ہے لیکن اس صورت میں اس آیت میں تین مضافات کا محذوف ماننا لازم آئے گا۔ اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنب بعض عصاۃ امتلک وما تاخر

اور یہ دور از کار تاویل ہے اور جبکہ آیت کریمہ کا صحیح محمل موجود ہے تو اس پر از تکلف تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ (اردو شرح صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۰۰)

مولانا غلام رسول سعیدی لائق تبریک ہیں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کی خاطر اپنا ایمان ضائع نہیں کیا اور اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سارے بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے اندھے پیرو نہیں ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کی بات کو حضور ﷺ اور صحابہؓ کے ارشادات سے نیچے رکھتے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ اور صحابہؓ کے اقوال کا اعتبار کیا جائے تو اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے۔ (معاذ اللہ) ۔ لہٰذا کنز الایمان کو پہلے تمام تراجم قرآن پر ترجیح دی جائے ورنہ ان کا ایمان نہیں بچتا...... یہ ان کی نادانی اور ضد کی انتہا ہے کہ اتنی صریح غلط بات کو بھی وہ غلط کہنے کے لئے تیار نہیں محض اس لئے کہ یہ غلط بات کنز الایمان میں آ گئی ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔ اب ان غالی بریلویوں کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔

مولانا ابوالخیر محمد زبیر ان غالیوں کا فتویٰ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:۔

لفظ ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی و گستاخی جہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبی کا گستاخ بے ادب اور کافر ہے توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے گی جہنم اس کا مقدر ہے آخرت اس کی برباد ہوگئی عبداللہ بن ابی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ (مغفرت ذ: ص ۳٦)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ بریلویوں کے اس فتوے سے صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کی عزت کیا مجروح نہیں ہو رہی ہے اور کیا یہ ان سب پر کافر ہونے کا فتویٰ نہیں؟

جو غالی بریلوی ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف کرنے کو حضور کی بے ادبی اور گستاخی سمجھتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں کہ یہ بے ادبی اور گستاخی تو مولانا احمد رضا خاں خود بھی کر چکے ہیں۔ اب تم انہیں اس

سخت فتوے سے کیسے بچاؤ گے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ان فتوؤں کو ملاحظہ کیجئے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے اس آیت پر بھی ایک نظر کر لیں۔

فاعلم انه لا اله الاالله واستغفر لذنبك و للمومنين والمومنات (پ ۲۶ محمد ۱۹)

(ترجمہ) تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (کنز الایمان)

یہاں تو مولانا نے نہایت ہوشیاری سے ذنبک کے معنی چھوڑ دیئے ہیں۔ صرف اس کے معطوف (خاص و عام مومنین اور مومنات) کے گناہوں کی بخشش مانگنے کا حکم بیان کر دیا۔ لیکن فتاوی رضویہ میں آپ نے ذنب کی نسبت صریح طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی ہے الحق یعلو ولا یعلی علیہ دیکھئے حق کس طرح ظاہر ہو کر رہتا ہے اب آپ ہی سوچیں انہیں کنز الایمان میں سورۃ الفتح کی آیت کا ترجمہ بگاڑنے سے کیا ملا اور یہاں ترجمہ چھوڑنے سے کیا ملا؟ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:۔

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمایئے ...... شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے...... اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا۔ (فتاوی رضویہ جلد ۹ ص ۷۵)

ناظرین کرام خدارا انصاف فرمائیں کیا اس عبارت میں مولانا احمد رضا خاں نے ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف تسلیم نہیں کی اگر وہ اسے کنز الایمان میں بھی تسلیم کر لیتے اور سورہ الفتح کی آیت کا ترجمہ نہ بگاڑتے تو آج بریلوی علماء اعلام کو مولانا احمد رضا خاں کو اس ترجمہ کے رد کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

مطالعہ بریلویت کے گہرے اثرات

ہم نے ۱۹۸۰ میں مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں مولانا احمد رضا خاں کے اس غلط ترجمے پر آواز اٹھائی تھی۔ ہم نے اپنی تائید میں مولانا احمد رضا خاں کے والد علامہ نقی علی خاں کو اپنے گواہوں میں پیش کیا تھا اور ان کی کتاب سرور القلوب سے حوالہ پیش کیا تھا ہماری اس تحریر کا بہت اچھا اثر پڑا کہ

مولانا ابوالخیر محمد زبیر نے ۱۹۹۸ میں مغفرت ذنب کے نام سے ۹۰ صفحات کا ایک رسالہ لکھا اور اس میں کھلے طور پر مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمہ قرآن کنزالایمان کی تردید کی اور مولانا نقی علی خاں کے رسالہ سرور المحبوب کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

رسالہ مغفرت ذنب نے بریلویوں میں ایک تہلکہ مچادیا ہے اور بریلوی علماء کی ایک بڑی تعداد مولانا محمد زبیر کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ معاملہ مولانا محمد اشرف سیالوی کے سپرد کیا گیا کہ وہ بطور حکم فیصلہ صادر کریں کہ اس اختلاف میں مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں یا مولانا محمد زبیر اور مولانا غلام رسول سعیدی اور اس پر مولانا اشرف سیالوی نے جو فیصلہ صادر کیا وہ فیصلہ مغفرت ذنب کے نام سے حیدرآباد سے چھپ چکا ہے اور اس پر مولانا شاہ احمد نورانی اور علماء پاک و ہند و کشمیر کی سینکڑوں تصدیقات درج ہیں۔

اس فیصلے میں میں اتنی بات تو مولانا محمد زبیر کے خلاف جاتی ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف سخت زبان استعمال کی ہے۔ انہیں ان سخت الفاظ سے رجوع کرنا چاہئے لیکن نفس مسئلہ میں ان سب علماء نے مولانا محمد زبیر کو حق پر اور مولانا احمد رضا خاں کو غلط ٹھہرایا ہے۔ اور ذنبک میں ذنب کی نسبت حضور ہی کی طرف تسلیم کی ہے۔

مولانا اشرف سیالوی کے فیصلے کے پانچ اقتباسات

یہ الزام کہ وہ (مولانا محمد زبیر) انبیاء کرام کو بالعموم اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص گناہ گار مانتے ہیں سراسر بے بنیاد الزام ہے اور اس کے افتراء و بہتان ہونے میں قطعاً کوئی شک و تردد نہیں ہو سکتا۔

۲۔ صحابہ کرام کو گناہوں میں ڈوبا ہوا ماننا اس الزام کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو صاحب زادہ صاحب کا عقیدہ قرار دے کر گستاخ صحابہ کی صف میں لا کھڑا کرنا تحکم اور سینہ زوری ہے۔

۳۔ ان کو گستاخی رسول کا مرتکب ٹھہرانا سراسر زیادتی ہے۔ البتہ اعلیحضرت کے متعلق الفاظ کی سنگینی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

مولانا محمد زبیر کا رجوع ان سخت الفاظ سے تجویز ہوا نہ کہ نفس اختلاف سے کہ مولانا احمد رضا خاں کا

ترجمہ احادیث کے خلاف ہے۔

۴۔اسلاف کرام کے کلام سے منجملہ دیگر تاویلات کے یہ تاویل (کہ ذنب کی نسبت خود حضورؐ کی طرف ہو) بھی ثابت ہے اب تو اس کو گستاخی قرار دے کر تکفیر و تفسیق و تضلیل سے کام لینا سراسر زیادتی اور تحکم اور سینہ زوری ہے۔

۵۔صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب سے اگر اعلیحضرت کے ساتھ اختلاف اور زبان کی درشتی پر مواخذہ ضروری ہے تو اس سے شدید تر مواخذہ کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس قدر سنگین فتویٰ مولانا محمد زبیر صاحب پر لگائے اور ان کو اہل سنت سے خارج کرنے کی سعی فرمائی۔

یہ اقتباس ان اقتباسات کا خلاصہ ہیں جو مولانا اشرف علی سیالوی کے اس فیصلے کے پہلے اور دوسرے صفحے پر درج ہیں اب وہ سنگین فتوے جو ان غالی بریلویوں نے مولانا محمد زبیر پر لگائے وہ بھی ایک دفعہ پڑھ لیں۔

اس فرقے (غالی بریلویوں) کے اس نظریہ کی رو سے یہ تمام صحابہؓ اولیاء اور مفسرین محدثین کافر ہو گئے ان کا جہنم مقدر ہو گیا ان کی آخرت برباد ہو گئی ان کا عبداللہ بن ابی جیسا حشر ہو گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (مغفرت ذنب ص۴)

ان غالی بریلویوں کی ان صحابہ و اولیاء سے کوئی عداوت نہیں لیکن وہ ان پر اتنا سخت فتویٰ کیوں لگا رہے ہیں صرف اس لئے کہ جس طرح بھی بن پڑے مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان درست ثابت ہو سکے۔مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ پر خود ان بریلویوں کے بھی دو موقف ہیں اور ان سے وہ سر مو پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔محض ان کی بناء پر وہ پہلے تمام تراجم قرآن کو غلط ثابت کرنے کے در پے ہیں۔

ا۔اس آیت میں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف نہ کی جائے یہ بے ادبی اور گستاخی ہے اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے۔

۲۔ذنب کا ترجمہ گناہ سے نہ کیا جائے اس میں حضورؐ کے گناہ گار ہونے کا اقرار ہے۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

ان کے اس پہلے موقف کے جواب میں ہم آپ کے سامنے چودہ حوالے معتبر کتابوں سے پیش کر آئے ہیں رہا دوسرا موقف تو ہم اس پر بھی اپنے پاس ان گواہوں کی ایک طویل فہرست رکھتے ہیں جنہوں نے ذنب کا ترجمہ گناہ کا کیا ہے۔

یہاں یہ ضروری ہے کہ گناہ کو اس کے اصل معنی میں نہ رہنے دیا جائے اس کی تاویل (۱) خلاف اولی سے کی جائے (۲) یا اسے حسنات الابرار سیات المقربین کے قبیل سے لیا جائے (۳) یا یہ کہ آپ اسے اپنے اعلیٰ مقام کی نسبت محض اضافی طور پر گناہ سمجھتے رہے یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام (۱) بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد (۲) صغیرہ اور کبیرہ دونوں طرح کے گناہوں سے اور (۳) کسی نادانستہ خطا اور بھول پر باقی رہنے سے کلیۃً پاک رہے۔

لیکن اس کا مطلب نہیں کہ قرآن وحدیث کی ان نصوص کا انکار کر دیا جائے جن میں آپ یا کسی دوسرے پیغمبر کے لئے لفظ ذنب وارد ہے۔ ان نصوص پر ہمارا ایمان ہونا چاہئے رہی تاویل تو اس کا دروازہ وسیع ہے اور متشابہات کو محکمات کے تابع رکھنا ضروری ہے۔ عصمت انبیاء کا عقیدہ محکمات اسلام میں سے ہے اور اس کے خلاف جو بات بھی ملے اس میں تاویل کرنا ضروری ہوگی ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے میں حرج نہیں لیکن پھر گناہ کو اس کے حقیقی معنی سے بدلنا ضروری ہوگا۔ اور اس میں تاویل کو وسیع راہ دی جائے گی۔ اگر لفظ گناہ کو یہ تاویل مہیا نہ کی جائے تو پھر ان بزرگوں پر عصمت نبوت کو مجروح کرنے کا کھلا الزام عاید ہوگا۔

انبیاء کے لئے بہ تاویل گناہ کا لفظ کن کن بزرگوں کے ہاں ملتا ہے

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ)

چنانچہ صاحب امر بندہ خود را بگوید کہ گناہاں ترا بخشیدم تو فارغ البال باش و ہیچ اندیشہ مکن اگر چہ آں بندہ گناہ نداشتہ باشد (اشعۃ اللمعات جلد ا ص ۱۲۷)

(ترجمہ) جیسا کہ حاکم اپنے بندہ کو کہے کہ میں نے تمہارے گناہوں کو بخشا تو بے فکر رہ اور کوئی اندیشہ نہ کر اگر چہ اس بندہ نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

مقصود اثبات ذنوب نیست بلکہ نفی آنست

(ترجمہ) یہاں مقصد گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ انہیں اصلاً مٹانا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد ا ص ۲۷)

لیکن بیا آید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مراد را وہر چہ پیش گذشتہ گناہان دے وہر چہ پس آمدہ (اشعۃ اللمعات ۲ ص ۴۱۸)

(ترجمہ) لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ آپ اللہ کے وہ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کے تمام گناہ جو پہلے اور پچھلے بخش دیئے ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی (۸۹۸ھ)

سبحان اللہ رسولے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ گناہ گذشتہ وآئندہ دے را آمرزیدہ است (شواہد النبوۃ رکن چہارم ص ۹۱)

(ترجمہ) اللہ پاک ہے ہر کمزوری سے۔ آپؐ ایسے رسول ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے تمام پہلے اور پچھلے ہوئے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ)

عاقبت فتح آنست کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گزشت از گناہ تو وآنچہ پس ماندہ (فتح الرحمان ترجمہ قرآن)

(ترجمہ) اس فتح کا انجام یہ ہے کہ آپ کے لئے بخش دے خدا جو آپ کے گناہ پہلے ہوئے اور جو رہ گئے (ابھی تک نہیں ہوئے)۔

(ترجمہ) اس فتح کا انجام یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب پہلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

۴۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ)

(ترجمہ) تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوئے۔

۵۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ)

تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۶۔ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (۱۲۶۴ھ)

جاؤ تم محمد ﷺ کے پاس ایک بندہ ہے کہ بخش دیئے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ۔

(ترجمہ مشکوۃ از مظاہر حق جلد۴ ص ۳۸۸)

نواب قطب الدینؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت اور سب انبیاء معصوم ہیں گناہوں سے پس اس مغفرت کی کئی طرح کی تاویل کی ہے علماء نے اور اولیٰ ان تاویلوں میں یہ ہے کہ یہ کار بزرگی ہے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ...... جو کچھ کہ کرے تو تیرے لئے معاف ہے اور تجھ پر کوئی گرفت نہیں۔

یہ وہی بات ہے جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) نے کہی تھی۔

دو سو سال کے بعد بھی آپ وہی بات سن رہے ہیں نہ ماننے سے حقائق نہیں بدلتے۔

۷۔ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ (۱۲۶۴ھ)

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بندہ ہے کہ بخش دیئے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ (ترجمہ مشکوۃ ۴ ص ۳۸۸)

آنحضرت اور سب انبیاء معصوم ہیں گناہوں سے پس اس مغفرت کی کئی طرح تاویل کی ہے۔ علماء نے اور اولیٰ ان تاویلوں میں سے یہ ہے کہ یہ کار بزرگی کا ہے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے واسطے سید المرسلین کے اس کے کہ گناہوں اور مغفرت ہو صاحب و مالک جب اپنے بندہ خاص سے راضی اور خوش ہیں۔ اور انبیاء اس بندے کا ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو بخشا جو کچھ کیا تو نے اور کچھ کہ کرے تو تیرے لئے معاف ہے اور تجھ پر کوئی گرفت نہیں۔ (مظاہر حق جلد۴ ص ۳۸۸)

استغفار له ولكن لا نعلمه غير ان

جميع ما فرط منك اوتقدم من حديث ماء

۸۔ مولانا فضل حق خیر آبادی (ھ)

بروید بر محمد ﷺ او بندہ ایست آمرزیدہ است خدا تعالیٰ مراو راز گناہاں پیشیں وپسین او (تحقیق الفتوے علامہ فضل حق خیر آبادی ص ۳۲۱)

(ترجمہ) تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام پہلے اور پچھلے گناہ معاف

کردیئے ہوئے ہیں۔

۹۔ مفتی مظہر اللہ دہلوی (ھ) والد پروفیسر مسعود احمد صاحب

(اے محبوب) اپنے لئے اور سب مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے لئے گناہوں کی معافی مانگ
(ترجمہ قرآن ناشر سید محمد شفیع الدین طبع دہلی)

۱۰۔ مولانا احمد رضا خاں (۱۳۴۰ھ)

بھی لکھتے ہیں:۔

نیکوں کے جو کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے
حالانکہ ترک اولیٰ گناہ نہیں (فتاوی رضویہ جلد ۹ ص ۷۷)

۱۱۔ مولانا احمد سعید کاظمی امروہی ثم ملتانی (ھ)

تاکہ اللہ آپ کے لئے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے خلاف اولیٰ سب کام جو آپ کے کمال
قرب کی وجہ سے محض صورۃ گناہ ہیں۔ (البیان ترجمہ قرآن ص ۶۶۲)

۱۲۔ مولانا سردار احمد لائلپوری کے صاحبزادہ غلام رسول رضوی

۱۔ ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہ کس لئے کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے
پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ مغفور ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں یہ بات پسند نہ کروں کہ
میں اللہ کا شکر گزار رہوں (تفہیم البخاری جلد ۸ ص ۴۴۴)

۲۔ تم محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے
ہیں (ایضاً جلد ۱۰ ص ۴۸)

۱۳۔ پیر کرم شاہ صاحب بھیروی (ھ)

نے گناہ کی بجائے کوتاہی کا لفظ استعمال کیا ہے مولانا احمد رضا خاں نے بھی ایک جگہ تقصیر کا لفظ
استعمال کیا ہے۔

اے محبوب۔ آپ صبر فرمایئے (کفار کی زیادتیوں پر) بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور استغفار کرتے

رہیئے اپنی (موصومہ) کوتاہیوں پر (جمال القرآن ترجمہ قرآن ۷۷۳)
خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۷۵)

۱۴۔ مولانا سعادت علی قادری

آخر ایک دن محبوبہ بیوی نے سوال کر ہی لیا کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ کے رب نے تو پہلے ہی آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے آپ تو گناہوں سے پاک ہیں۔ پھر اتنی محنت ومشقت کی کیا ضرورت ہے؟ (تبلیغی کتاب سعادت قادری ص ۱۶۷)

۱۵۔ مولانا محمد اشرف سیالوی

ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیال میں جتنے بھی تمہارے گناہ ہیں سابقہ یا آئندہ ان تمام کی مغفرت فرمادے۔ (کوثر الخیرات ص ۲۲۵)

مولانا احمد رضا خاں سے ایک سوال

ہم خان صاحب سے بجا طور پر یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ آپ جب ذنب کا معنی کوتاہی یا تقصیر سے کر سکتے تھے اور اس کی نسبت حضورؐ سے کرنے کو عیب نہیں سمجھتے تو آپ نے کنزالایمان میں اس آیت کے ترجمہ میں ذنب کی نسبت حضورؐ سے کرتے کیوں عصمت نبوت مجروح ہوتے سمجھی۔ تاویل کا دروازہ آپ کے لئے بھی کھلا تھا۔ اور کوئی مسلمان کہلانے والا ایسا بد بخت نہ تھا جو یہاں گناہ سے حقیقی گناہ مراد لے یا کوتاہی یا تقصیر سے کوئی حقیقی کوتاہی یا تقصیر مراد سمجھے۔ آپ نے احادیث صحیحہ کے خلاف اس آیت کا غلط ترجمہ کر کے پوری امت کو تفرقے میں کیوں ڈال دیا۔ جنہیں آپ پہلے غیر کہہ چکے تھے وہ تو اپنی جگہ رہے جو آپ کے اپنے تھے انہیں بھی آپ کے اس غلط ترجمے نے ایک عجیب مخمصے میں اور پریشانی میں ڈال دیا۔

تاہم مولانا غلام رسول سعیدی اور مولانا ڈاکٹر محمد زبیر کی جرائت لائق داد ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت میں حضور اکرمؐ کی صحیح احادیث کا انکار نہیں کیا۔ آپ اپنے سلف سے نہیں کٹے۔

اور جہاں مولانا احمد رضا خاں اور سلف کا اختلاف ہوا انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا۔ یہ بات کب ہوئی؟ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں۔ اس میں بریلوی کہلانے والوں کی غالب اکثریت مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے نکلتی دکھائی دے رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب لوگ بزرگوں کی اندھی عقیدت میں کتاب وسنت سے نکلنے میں واقعی بڑا بوجھ سمجھیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے ایک جواب

مولانا احمد رضا خان کی طرف سے ان کے ایک معتقد نے یہ جواب دیا کہ مولانا کے عقائد تو اہل سنت سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے لیکن ان کا مزاج کچھ ایسا اختلاف پسند تھا کہ انہیں سلف سے اختلاف کرنے میں طبعی لطف آتا تھا۔ بات پر بات بڑھاتے چلے جاتے کبھی پچھتر ۷۵ تک جا پہنچتے اور پھر دن کا کاتا سارا سوت یکدم تار تار کر دیتے ان کی کتاب سبحان السبوح کا مطالعہ کریں اور پھر ان کے دم توڑنے پر سبحان اللہ کہیں۔ آپ کو ایسا عالم اسلام کی پندرہ صدیوں میں نہ ملے گا جس نے کسی پر کفر کی ۷۵ وجوہ پوری کی ہوں۔ اور پھر اچانک تکفیر کی تنگ گلی سے اس طرح نکلا ہو۔ آپ مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی و علیہ الفتوی وھو المذھب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامۃ والسداد (تمہید الایمان ص ۴۲، طبع ۱۳۴۶)

اور پھر آپ کے اس معتقد نے آپ کے ایک دوسرے معتقد کی یہ عبارت بھی دکھائی کہ حضرت کو پہلوں سے اختلاف کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ اس لئے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی ایسا عالم نکل آئے جس سے آپ نے اختلاف نہ کیا ہو تو یہ واقعی ایک بڑی تحقیق ہوگی۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کی اختلاف پسندی کی ایک نہایت افسوسناک داستان ہے۔

1 **ابوالخیر مولانا محمد زبیر کے حق میں دستخط کرنے والے بریلوی علماء**

2 ہم ان بریلوی علماء کو خراج تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے سورہ الفتح کی اس آیت کا غلط

ترجمہ کرنے میں مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا اور مولانا احمد نورانی نے اس جماعتی اختلاف کو رفع کرنے کے لئے مولانا محمد اشرف سیالوی کی قیادت میں جو کمیٹی بنائی تھی انہوں نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ مولانا محمد اشرف سیالوی کے فیصلے کے یہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صاجزادہ محمد زبیر صاحب کی درسی کیسٹیں سنیں اور رسالہ مغفرت ذنب ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ نبی کریم کو گناہگار ثابت کیا جائے آپ نے ذنب کی نسبت آپ کی طرف مان کر دیگر اکابرین کی بیان کردہ تاویلات وتوجیہات ذکر کی ہیں۔ اور عصمت انبیاء پر عقلی اور نقلی دلائل قائم کئے ہیں تو اس سیاق وسباق میں انہیں گستاخی رسول کا مرتکب ٹھہرانا سراسر زیادتی ہے۔

۲۔ اگر صاجزادہ محمد زبیر صاحب مجرم گردانے جائیں تو ان سے بڑے مجرم ان کے مخالف لوگ ہیں۔

۳۔ صاحب زادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب سے اگر اعلیٰحضرت کے ساتھ اختلاف اور زبان کی درشتی پر مواخذہ ضروری ہے۔ تو اس سے شدید تر مواخذہ کے حقدار وہ حضرات ہیں جنہوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس قدر سنگین فتوے زبیر صاحب پر لگائے اور انہیں اہل سنت سے خارج کرنے اور گستاخان رسول کے زمرے میں شامل کرنے کی سعی فرمائی۔

وانا العبد المذنب العاصی الراجی عفورربه ابوالحسنات محمد اشرف السیالوی کان الله له

جمیعت کا فیصلہ جو مولانا شاہ احمد نورانی کے سامنے پڑھا گیا

اس فیصلے کی رو سے علامہ محمد اشرف سیالوی نے صاحب زادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کے موقف اور ان کے معترض کے موقف کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرنے کے بعد ہر قسم کی تفسیق تکفیر اور تضلیل سے صاجزادہ کو بری الذمہ قرار دیا ہے۔ (مغفرت ذنب ص۶۹)

کچھوچھوی برادران بھی مولانا احمد رضا خاں کے خلاف

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی اور خطیب ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں نے بھی مغفرت ذنب کے مسئلہ پر علامہ صاجزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کے ان تمام

نظریات اور افکار کو جوان کی کتاب مغفرت ذنب میں تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کی مکمل تائید کرتے ہوئے مکتوب گرامی سے سرفراز فرمایا (نوٹ رسالہ فیصلہ مغفرت ذنب ص ۲۳)
بریلویوں کے علامہ قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی مہتمم دار العلوم نوریہ رضویہ خطیب نیومیمن مسجد کراچی اور ان کی سپریم کونسل کے جمیل احمد نعیمی نے بھی مولانا محمد زبیر کے حق میں فیصلہ دیا اور مولانا مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کی حمایت نہیں کی۔

ایک سابقہ عہد کی تکمیل

ہم نے مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں وعدہ کیا تھا کہ ہم ان علماء کے نام بھی دیں گے۔ جنہوں نے مولانا اشرف سیالوی کے اس فیصلے پر دستخط کئے اور مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا۔
کراچی۔ حیدرآباد۔ اندرون سندھ۔ فیصل آباد۔ گوجرہ ٹوبہ۔ سرگودھا۔ جہلم۔ گجرات۔۔ منڈی بہاؤالدین۔ راولپنڈی اسلام آباد۔ چکوال۔ میانوالی۔ خوشاب۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ قصور۔ ساہیوال۔ ملتان۔ مظفرگڑھ۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔ بھکر۔ لیہ۔ ڈیرہ غازی خاں۔ لودھراں۔ رحیم یار خاں۔ صادق آباد۔ بہاولپور۔ بلوچستان۔ سرحد اور علماء کشمیر کے دوسو چار ۲۰۴ بریلوی علماء کے نام فیصلہ مغفرت ذنب کے چودہ صفحات میں نام بہ نام دیئے گئے ہیں۔ مــــن اراد الاطــلاع علیهــا فـلیـراجع رسالة الخیر لمولٰنا محمد زبیر۔ جو نام معلوم کرنا چاہے وہ انہیں اس رسالہ میں دیکھ لے۔ ہم یہاں رسالہ مغفرت ذنب کے ٹائٹل کا عکسی فوٹو ہدیہ ناظرین کر دیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی حمایت کرنے والے بریلوی علماء

بریلویوں کی اکثریت تو بے شک مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا محمد زبیر، مولانا شاہ احمد نورانی، اور مولانا محمد اشرف سیالوی کے ساتھ رہی ہے لیکن کچھ علماء مولانا احمد رضا خاں کی حمایت میں اپنی ضد پر برابر کھڑے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے مفتی عبدالحمید خاں سعیدی مہتمم جامعہ غوث الاعظم شاہی روڈ، رحیم یار خاں نے ایک کتاب احمد البیان فی رضا کنز الایمان لکھی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بریلویوں کے اس اقلیتی گروپ کی علمی بے مائیگی اور مسلکی ضد اور کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ہم اللہ

تعالیٰ کے حضور بریلویوں کے ایک بڑے گروہ کے حق کی طرف آنے اور مولانا احمد رضا خاں سے ہٹنے پر بصمیم قلب شکر گزار ہیں۔ کہ ہم نے ۱۹۸۲ میں کنز الایمان کے اس غلط ترجمے کی جو نشاندہی کی تھی وہ ان کے ایک بڑے گروہ کی اصلاح کا سبب بنی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تائید حق پر استقامت عطا فرمائے۔

مفتی احمد یار گجراتی کی تفسیر نور العرفان کی بھی کچھ اصلاح ہوگئی ہے۔

ہم مفتی احمد یار صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے اعتراضات کی روشنی میں ہمارا نام ذکر کئے بغیر کچھ اپنی اصلاح کر لی۔ تفسیر نور العرفان کا ایک مقام ملاحظہ فرمائیں:۔

پہلا اڈیشن

بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۶۸۸)

آپ ہی سوچیں کیا یہ ہوسکتا ہے کہ صحیح بخاری میں کہیں قادیانیوں کا ذکر ہو صحیح بخاری تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی اور قادیانی مذہب چودھویں صدی میں بنا اور اس کے بعد کہیں علماء کی زبانوں پر قادیانی مباحث آئے۔ اب انہیں صحیح بخاری میں تلاش کرنا ایک جہالت اور مخاصمت کے سوا کچھ نہیں۔ مفتی صاحب نے یہ اس دور کی بات صحیح بخاری کے ذمہ کیوں لگائی؟ یہ محض اس لئے کہ مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ قرآن شریف میں قادیان کا نام موجود ہے اور یہ کہ اس نے یہ نام خود قرآن میں پڑھا ہے یہ مفتی صاحب نے نہایت عجیب پیرائے میں قرآن کریم میں قادیان کا نام ہونے کی نفی کی ہے جب مفتی صاحب نے اپنی اصلاح کی تو پھر عبارت اس طرح لکھی، اب اس تفسیر کا نیا اڈیشن بھی ملاحظہ کریں:۔

بخاری میں ہے کہ بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ (ص ۸۸۶)

اس میں قادیانیوں کا لفظ نکال دیا گیا ہے۔ ہم اس پر آپ کے ممنون ہیں مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ قادیان کا لفظ قرآن میں ہے۔ بریلویوں نے کہا تھا کہ قادیانیوں کا لفظ صحیح بخاری میں ہے۔ ہم نے

مطالعہ بریلویت میں جب نورالعرفان کی اس غلطی کی نشاندہی کی تو پیر بھائی کمپنی لاہور نے اس لفظ قادیانی کو کھرچ دیا۔لیکن جگہ بتارہی ہے کہ یہاں کچھ پہلے تھا۔اگر یہ حضرات نئی سطر لکھ لیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔تاہم ص ۸۱۶ سے پ ۲۶ الفتح کے حاشیہ ۱۳ سے انہوں نے آیت کو بدستور غلط رہنے دیا ہے۔مفتی صاحب نے وہ آیت اس طرح لکھی تھی۔

فمن تولیٰ فنعبد ذلك فاولئك هم الفاسقون

یہ آیت قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے البتہ پ ۳ آل عمران ۸۲ میں یہ ایک آیت ہے۔

فمن تولّی بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون

اس میں لفظ بعد ذلك کو فنبعد ذلك سے بدلا گیا ہے۔

ہم ان سے نیک گمان کرتے ہیں کہ یہ سہو کاتب ہوگا ورنہ مفتی صاحب کو اس آیت میں تحریف کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔

مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمہ قرآن کی یہ صرف ایک مثال ہے ان کی اور غلطیوں کا جائزہ لینے کے لئے آپ مطالعہ کی جلد دوم کی مراجعت کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆

اصطلاحات تفسیر

افادات:۔ شیخ التفسیر مولانا محمد عبدالحیؒ ترتیب وتذئین:۔ احسان کریم حیدری

اس کتاب میں علم تفسیر کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، علم تفسیر کے ماخذ اور مشہور تفاسیر کے تعارف کو آسان اور فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ کی افادیت کی خاطر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تصنیف "علوم القرآن اور علم تفسیر" سے "علمِ تفسیر میں گمراہی کے اسباب" کو تلخیص کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

اسلام، عیسائیت اور حضرت عیسیٰؑ

مصنف: خالد محمود

آج مغرب اسلام پر پوری طرح یلغار کئے ہوئے ہے اور اس کوشش میں ہے کہ کسی طرح اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات پر روک لگادے اور عیسائیت ایک عام مذہب بن کر ابھرے۔ اس تناظر میں خالد محمود کی یہ کتاب نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ دیدہ زیب چہار رنگ کارڈ بورڈ جلد

مومن عورت کے اوصاف اور ذمہ داریوں کا بیان

ارشادات: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ترتیب وتذئین: مولانا محمد قاسم ضیاء

اس کتاب میں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے ملفوظات اور ارشادات کو جو آپ نے خواتین کے موضوع پر ارشاد فرمائے یکجا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے ان ارشادات میں نیک اور مومن عورتوں کی صفات اور خواتین کی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی عورت کیسے اپنے گھر کو امن وسکون اور جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ اور کن صفات کو اپنا کر اپنے شوہر کی محبت اور خوشنودی حاصل کر سکتی ہے۔

کتاب کے آخر میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ کے افادات پر مبنی ایک ضمیمہ بھی لگایا گیا ہے۔

باب پنجم

بریلویت پر تاریخ میں گزری مختلف منزلیں

الحمد لله و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

بریلویت کے بانی مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) تیرھویں صدی کی ایک بڑی شخصیت ہیں ان دنوں انگریزوں کو ہندوستان پر کامیاب حکومت کی فکر اور طلب تھی اس کے لئے انہیں مسلمانوں کے سوادِ اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی سیاسی ضرورت تھی۔ مولانا فضل رسول اپنے معاش کی فکر میں سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدردانی کا ہاتھ بڑھایا ان کے مورخ محمد یعقوب القادری لکھتے ہیں:۔

چڑھتے ہوئے ولولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخر اسی جستجو پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا (اکمل التاریخ جلد ۲ ص ۳۸) نواب محی الدولہ کے توسط سے آپ کو گیارہ روپے روزانہ وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے محدثین دہلی کے علمی اقتدار پر حملے شروع کئے۔ ان کے خلاف البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ اور تصحیح المسائل در تردید مسائل نجدیہ ارادل جیسی کتابیں لکھیں۔ یہ تصحیح المسائل حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) کے خلاف لکھی گئی۔ ان کتابوں کے ناموں سے ان کی اس سیاسی روح کا پتہ چلتا ہے کہ کسی طرح ان محدثین دہلی کا تعلق عرب کے نجدی علماء سے جوڑا جائے۔ انہوں نے شاہ اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ) اور شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی (ھ) کے مابین فرضی رابطے قائم کئے۔ شاہ اسمٰعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کو شیخ محمد بن عبدالوھاب کی کتاب التوحید کا ترجمہ بتلایا اور اس راہ سے ان بدایونی حضرات نے محدثین دہلی اور ان کے تلامذہ پر لفظ وھابی اتارا۔ لفظ وھابی کو ہندوستان میں امپورٹ کرنے والے یہی بزرگ ہیں۔ اور بریلویوں نے اب تک اس لفظ کو نہیں چھوڑا۔ جہاں موقع ملے وہ ہر صحیح فکر عالم پر

وھابی کا لیبل لگادیتے ہیں۔ حالانکہ محدثین دہلی کی شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی سے کوئی علمی نسبت نہ تھی۔ علامہ شریف عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں۔

فتعصب الناس فی شانه و لقبوه بالوهابی نسبةً الیٰ الشیخ محمد بن عبدالوهاب النجدی کمالقبوا تلك الفئة الصالحة بالوهابیه مع انهم کانوا لا یعرفون نجداً ولا صاحب نجد بل هم بیت علم الحنفیه و قدوة الملة الحنیفة و اصحاب النفوس الزکیة و اهل القلوب القدسیة (نزهة الخواطر جلد ۸ ص ۴۲۶)

(ترجمہ) مولانا اسمٰعیل یہ لوگ مولانا اسمٰعیل کی شان میں بگڑے اور انہیں وھابی کہنا شروع کردیا۔ یہ شیخ محمد بن عبدالوھاب کی طرف نسبت تھی حالانکہ یہ لوگ نجد اور شیخ نجد عبدلوھاب میں سے کسی کو نہ جانتے تھے۔ یہ پورا گھرانہ حنفیت کا گھر تھا اور یہ ملت حنفیہ کے سردار تھے پاک دلوں کے لوگ تھے اور تزکیہ پائے ہوئے تھے۔

حضرت شاہ محمد اسحٰق کے شاگرد حضرت شاہ عبدالغنیؒ (۱۲۹۶ھ) جب طلبہ کو حدیث کی سند دیتے تو یہ نصیحت فرماتے تھے۔

الواجب علیه ان یسلك بسیرة عباد الله الصالحین من الصوفیة والفقهاء القادة المحدثین المستقیمین علی الجادة لا کابن حزم و ابن تیمیة

(ماخوذ از ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ص ۲۹)

(ترجمہ) اس پر واجب ہے کہ اللہ کے نیک بندوں اور فقہاء وقائدین کے طریقے پر چلے جو محدثین ہیں اور جادہ اہل سنت پر چل رہے ہیں نہ کہ ابن حزم کے طریق پر اور ابن تیمیہ (کے تفردات پر)۔

ان حضرات کی ان تصریحات کے باوجود بریلویوں نے ان کے خلاف یہ وھابی کی گردان نہ چھوڑی اور بڑے ذوق وشوق سے ان کے نمبر مقرر کیے۔ مولانا اسمٰعیل شہید کو یہ امام الطائفہ کہتے ہیں۔ وہ ان کے ہاں وھابیہ کے معلم اول تھے معلم دوم یہ شاہ محمد اسحٰق کو کہتے تھے۔ (فتاوٰے رضویہ جلد ۴ ص ۲۵۰)

معلم سوم کا لقب انہوں نے مولانا خرم علی بلہوری (۱۲۷۱ھ) کو دے رکھا تھا (ایضاً ص ۱۸۸)
نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ کو انہوں نے قطب وھابیہ کا نام دیا تھا۔ (سیف مصطفیٰ ص ۷۷)
اور من وجہ تسلیم کرتے تھے کہ زمانے کا قطب وھابیوں میں سے بھی ہوسکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بھی اس لفظ کے استعمال میں عجیب لذت محسوس کرتے تھے ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

وہ جسے وھابیہ نے دیا ہے لقب ذبیح وشہید کا ۔۔۔ وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وقتیل تیغ خیار ہے

(حدائق بخش حصہ ۲)

مولانا اسمٰعیل شہید کے خلاف فضل رسول بدایونی نے کھلا کفر کا فتوے دیا اور انگریز حکومت کی کھلے طور پر حمایت کی ہندوستان میں انگریزوں کو مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی ایک نہیں کئی راہیں مل گئیں۔ سرسید کی راہ اور تھی غلام احمد کی راہ اور تھی نواب صدیق حسن کی راہ اور تھی اور فضل رسول بدایونی کی راہ اور تھی۔ انگریزی عملداری میں مولانا فضل رسول بدایونی کے سیاسی جانشین مولانا احمد رضا خاں بریلوی بنے۔ انہیں اسی لئے پرو برٹش سمجھا جاتا تھا۔ مولانا فضل رسول کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی نے بھی انہیں اپنا اعلیٰ حضرت مان لیا اور اس طرح اس طبقے کو بدایونی کی بجائے آئندہ بریلوی کہا جانے لگا۔

۱۔ یہ سارا قافلہ مولانا احمد رضا خاں کی قیادت میں چلنے لگا اس قافلے کے یہ چار امتیازی نشان رہے۔ صرف، چوتھے سے مولانا احمد رضا خان نے کچھ اختلاف کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان اسے صرف غریبوں کا حق سمجھتے تھے۔

۱۔ تاج برطانیہ سے غیر متزلزل وفاداری اور جملہ آزادی پسند تحریکوں کی مخالفت
۲۔ محدثین دہلی اور ان کے شاگردوں پر لفظ وھابی کی مشق عام اور انہیں نجد سے جوڑنا
۳۔ اپنے عوام کو قبروں سے حاجات مانگنے کی تعلیم دینا بایں طور کہ قبروں والے ان کی مدد کرتے ہیں۔
۴۔ ختم اور خیرات کا کھانا صرف غریبوں کا حق نہیں مال دار مولوی بھی اسے کھا سکتے ہیں۔ اور اگر وہ اس کا نام تبرک رکھ لیں تو ساتھ بھی لے جا سکتے ہیں۔

اس وقت تک بشریت، علم غیب اور حاضر و ناظر کے مسائل عوام میں موضوع بحث نہ بنے تھے۔ اور نہ یہ عقائد دیوبندی اور بریلوی حلقوں کے کوئی فاصلے سمجھے جاتے تھے۔ عوام میں یہ مسائل بہت بعد میں سامنے آئے اس وقت تک جو اختلافات تھے وہ محض عملی درجے کے تھے اعتقادی نہ تھے۔ اور عملی بھی صرف چند رسوم کی حد تک تھے فقہ کے اختلافات نہ تھے۔

دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی مرکزی درسگاہیں

مدرسہ عربی دیوبند ان دنوں ایک متفق علیہ درسگاہ تھی ملک کے تمام اہل سنت اس کی علمی عظمت اور فقہی صلاحیت کے معترف تھے مولانا غلام دستگیر قصوری کے عہد میں موضع ستیہ والا تحصیل وضلع فیروز پور (پنجاب) میں ایک مسجد کی زمین کے بارے میں ایک مسئلہ چلا مختلف جگہوں سے مختلف فتوے آئے۔ دیوبند کے نام سے جو فتویٰ پیش کیا گیا وہ صحیح نہ تھا مولانا غلام دستگیر یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے کہ وہاں سے غلط فتویٰ بھی آسکتا ہے آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ظن غالب ہے کہ جو فتویٰ دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شے کو حرام بتلا دیں اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلاوجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور غیر آباد کریں (استفتاء مسجد ستیہ والا طبع قصور ۱۲۹۴ھ مطبع انجمن اسلامیہ)

مولانا غلام دستگیر اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ علماء دیوبند بلاوجہ شرعی کسی چیز کو ناجائز بتلا دیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے خلاف ان دنوں پورے ملک میں کوئی سنی محاذ نہ تھا نہ اس وقت مولانا احمد رضا خاں کا بریلی میں کوئی مدرسہ تھا اس وقت کہیں دیوبندی بریلوی کے اختلافات نہ تھے۔

تقدیس الوکیل اس کے بہت بعد کی تالیف ہے اور اس میں صرف لزوم کی حد تک آپ نے ان پر الزام قائم کئے ہیں۔ التزام کی حد تک نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے وقت میں اس مسئلہ کو خوب نمایاں کیا کہ لزوم اور التزام میں فرق ہے کسی بات سے کوئی غلط عقیدہ لازم آئے یہ اور بات ہے اور قائل کا غلط ہونا اور بات ہے قائل پر یہ حکم لگایا جا سکتا ہے جب وہ خود اس لزوم کا التزام کرے۔

ہم یہاں صرف یہ بتلا رہے کہ ان دنوں ملک میں کہیں دیوبندی بریلوی اختلاف موجود نہ تھا۔ اس

کے لئے مولانا غلام دستگیر کی مذکورہ بالا شہادت سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی اس سے پہلے اجمیر میں صدر مدرس رہ چکے تھے اور ان دنوں وہاں کسی قسم کی کوئی اختلافی فضا موجود نہ تھی۔

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ہندوستان میں دوسرے درجے کی بڑی درسگاہ تھی۔ اس کے بانی مولانا محمد مظہر نانوتویؒ تھے ان کے ایک نامی شاگرد مولانا محمد حسن تحصیل شرقپور کے عظیم محدث گزرے ہیں آپ کا مقبرہ چاہ بڑھ والا فیضپور کلاں میں ہے۔ آپ کے اس مزار پر کتبہ لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) سے حدیث میں سند یافتہ تھے یہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

مولانا احمد علی سہارنپوری جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے بھی استاد تھے حضرت پیر صاحب سے پوچھا گیا کہ مولانا سہارنپوری کس عقیدہ کے تھے آپ نے فرمایا کہ وہ حنفی تھے گولڑہ کے پیر نصیر الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے فرمایا اللہ ان پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے البتہ صوفیہ کی رسوم کے پابند نہ تھے (لطمۃ المغیب ص ۲۸۸)

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ کے استاذ حدیث تھے جناب پیر نصیر الدین صاحب گولڑوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب) کے استاد محترم حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے بارے میں جب ان سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ تو بہت بڑے وھابی تھے پیر مہر علی شاہ صاحب نے جواباً فرمایا کہ اللہ ان پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے البتہ صوفیاء کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے (لطمۃ الغیب ۲۸۸)

حضرت مولانا محمد حسن محدث فیض پوری نے اپنی کتاب الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین کے

آخر میں ص ۴۷۲ پر حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی یہ سند لکھی ہے اور پھر ص ۴۷۸ پر لکھا ہے:۔

سند یافتہ مولانا حاجی احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری چہار شنبہ کی رات ساڑھے بارہ بجے ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۲۱ء بعمر ہفتادو پنج سال وصال فرما گئے۔اس کتاب کے ص ۴۸۰ پر مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف ہندلاہور کی تقریظ ان الفاظ میں تحریر ہے۔

فقیر ذرہ بے توقیر نے کتاب مسمی الدلیل المبین مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا محمد حسن صین عن الفتن کو بعض مقامات سے دیکھا۔ یہ کتاب بے نظیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں مدرسہ حزب الاحناف ہندلاہور کے مظاہر العلوم سہارنپور سے کوئی بنیادی اختلافات نہ تھے۔نہ ابھی ہندوستان میں اختلاف کی یہ دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔ جو بعد میں دیوبندی بریلوی اختلافات کے نام سے قائم کی گئیں۔ حضرت مولانا محمد حسن محدث فیضپوری (۱۳۴۰ھ) حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی سے بیعت تھے۔اور آپ اپنے والد مولانا مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے خلیفہ تھے۔ مولانا مولوی عبدالقادر لدھیانوی حضرت شاہِ عبداللہ دہلوی سے اور آپ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے اور وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے انتساب یافتہ تھے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں ہندوستان میں محدثین دہلی سے کسی علمی حلقے کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ مولانا محمد حسن فیضپوری اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی دونوں (۱۳۴۰ھ) میں فوت ہوئے مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمد حسن کی وفات میں صرف دو ماہ کا فاصلہ ہے۔مولانا محمد حسن مرحوم نے اپنے رسالہ

الامتناع الزجر عن الاضطجاع بعد رکعتی الفجر

کے آخر میں اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔

ہر خاص و عام کو واضح ہو کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سجدہ تعظیم اور ادب اور سلام کا غیر خدا کو بھی جائز

ہے۔ان کی بات سراسر غلط اور محض گمراہی اور فریب شیطانی ہے(رسالہ مذکور ص۳۱)

مولانا محمد حسن فیضپوری کی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی سندان کے اس رسالہ کے ص۴۴ پر مولانا محمد مظہر صاحب مدرس اول کے نام سے مذکور ہے۔

مولانا محمد حسن کی پیروی میں مولانا احمد رضا خاں نے بھی الزبدہ الزکیہ فی حرمۃ السجدہ التحیہ لکھا اور عورتوں کی مزارات پر عام حاضری کو سختی سے منع کیا۔ یہ صورت حال بتلاتی ہے کہ ان دنوں بریلویت اپنی ایک ابتدائی منزل میں تھی۔ اور ابھی امت میں دیوبندی بریلوی ناموں سے کوئی خلیج پاٹ نہ ہو پائی تھی۔ لاہور کے مدرسہ نعمانیہ میں مولانا غلام مرشد خطیب شاہی مسجد اور مولانا دیدار علی شاہ امام مسجد وزیر خاں اکٹھے درس دیتے تھے۔ المھند کے شائع ہونے پر مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی پیش کردہ وضاحتوں پر کہیں کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں سے ان دیوبندی بریلوی اختلافات کا دوسرا دور شروع ہوا اور اب مولانا احمد رضا خاں کے پیرو عبارات کے الزامات سے جن کی پوری وضاحت المھند میں کردی گئی تھی کچھ نئے اعتقادی اختلافات کے سائبان میں فروکش ہونے لگے۔

بریلویت کا دوسرا دور

بریلویت کا یہ دور مولانا احمد رضا خاں سے شروع ہوتا ہے انہیں ابھی ان مسائل سے زیادہ دلچسپی نہ تھی ان کی زیادہ کوشش یہ رہی کہ جس طرح بھی بن پڑے سواد اعظم اہل سنت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے عبارات کے الزام میں ناکام ہوئے تو پھر بریلویوں نے ان مسائل کو اپنے عقیدوں کا فاصلہ قرار دیا۔ اور اب تک وہ اسی لکیر کو پیٹ رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے دور میں بریلویت کی پہچان یہ مسائل ہرگز نہ تھے۔

۱۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے یا نور؟

۲۔ کیا حضور ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں؟

۳۔ کیا حضور کائنات میں ہر کام کے مختار کل ہیں؟

۴۔ کیا حضورؐ جب چاہیں کسی غیب کو دریافت کرلیں؟

۵۔ اپنی اور حاجات میں قبروں سے مرادیں مانگنا صحیح ہے؟

ابھی یہ مسائل اختلافی فاصلے نہ بنے تھے وقت کا انتظار تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں سے جو اعتقادی اختلافات قائم کئے وہ ایک نیا محاذ تھا۔ علمائے دیوبند سے فاصلہ قائم کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے پہلے مندرجہ ذیل چار عقیدے تراشے تھے اور یہ چاروں صرف بطور الزامات ان کے ذمہ لگائے۔ یہ واقعات کے مطابق نہ تھے۔

۱۔ علماء دیوبند حضورﷺ کی ختم نبوت زمانی کو نہیں مانتے وہ صرف آپ کی ختم نبوت مرتبی کے قائل ہیں۔

۲۔ علماء دیوبند کے نزدیک خدا بالفعل جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے نام سے ایک جعلی فتوے تیار کیا جسے وہ کبھی لوگوں کے سامنے نہ لا سکے۔

۳۔ تیسرا اختلاف انہوں نے یہ نکالا کہ علماء دیوبند کے عقیدہ میں شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضورؐ کے علم سے زیادہ وسیع ہے۔

۴۔ چوتھا اختلاف یہ کہ علماء دیوبند کے عقیدہ کے موافق حضور کا علم مبارک (محض) بچوں اور مجانین کے علم کا سا ہے (معاذ اللہ)

یہ اپنے چار وضع کردہ اختلافات انہوں نے بڑے آرام سے علمائے دیوبند پر اتار دیئے۔ پہلا الزام حضرت مولانا محمد قاسم پر تراشا، دوسرا مولانا رشید احمد گنگوہی پر لگایا۔ تیسرا الزام مولانا خلیل احمد صاحب پر اور چوتھا مولانا محمد اشرف علی تھانوی پر، ان کی بعض عبارات کا مطلب بگاڑ کر بڑی صفائی سے ان پر اتارا۔ اس طرح انہوں نے پورے حلقہ دیوبند کو کافر بنایا اب ان کے لئے آسان ہوگیا کہ وہ کسی ایک عالم کی مخالفت میں نہ اٹھیں کل علماء دیوبند کو انہوں نے ایک ہی جست میں کفر کے کنارے پر لا کھڑا کر دیا۔ یہ وہ موضوعات تھے۔ جن میں کوئی تاویل نہ کی جاسکتی تھی۔ اور ان عقائد کا حامل اسلام کے پہلے چودہ سو سال میں کسی رعایت کا مستحق نہ سمجھا گیا تھا۔ سو انہوں نے ان کے لئے ایسے الزامات

تراشے جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی مسلمان کے ہو سکتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ان چار علماء دیوبند کی عبارات اپنے طور پر ترتیب دیں اوران میں اپنے فرض کردہ معانی اتارے۔ اوران کا اپنا عربی ترجمہ کیا اوران عبارات پر حکم کفر حاصل کرنے کے لئے یہ ۱۳۲۳ھ میں حجاز پہنچ گئے انہیں وہاں ان پر حکم کفر حاصل کرنے میں بڑی ناکامی ہوئی۔

اورانہیں وہاں لینے کے دینے پڑ گئے اور وہاں خود ان کے اپنے عقائد زیر بحث آ گئے ہم اس کی تفصیل پیچھے کر آئے ہیں۔ المہند علی المفند نے ان الزامات کو یکسر ختم کر دیا۔

پہلے مولانا احمد رضا خاں خود بھی ان عبارات میں کفر کے قائل نہ تھے

پہلے مولانا احمد رضا خاں کا اپنا نظریہ بھی تھا کہ ان حضرات (علماء دیوبند) کی ان عبارات پر حکم کفر نہیں آتا۔ ورنہ وہ شروع سے ہی ان پر کفر کا حکم کرتے۔ آپ نے انہیں گمراہ تو کہا لیکن کافر نہ کہا:۔

آپ لکھتے ہیں:۔

میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی مانتا ہوں اگر چہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں۔ اور امام الطائفہ مولانا اسمٰعیل کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ (سبحٰن السبوح ص ۹۱)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ عبارات پہلے ان کی اپنی نظر میں بھی ہرگز کفری عبارات نہ تھیں ورنہ آپ ان حضرات کو کبھی اہل لا الہ الا اللہ میں سے نہ سمجھتے۔ جب تک آپ کا رابطہ انگریز حکومت سے گہرا نہ ہوا آپ نے ان عبارات پر حکم کفر نہ لگایا۔ اب جب آپ کو کھلے بندوں پرو برٹش کہا جانے لگا تو آپ نے فتویٰ دیا:۔

گنگوہی وتھانوی ونانوتوی ودیوبندی لوگوں کو جو شخص مسلمان سمجھے یا ان کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ہے۔ (احلی انوار الرضا ص ۳۲)

رشید اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال

بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔ (حسام الحرمین ص ۱۳۱)

ہاں آپ نے مولانا اسمٰعیل شہید پر کفر کا فتویٰ آخر تک نہ دیا اور اس باب میں مولوی فضل رسول بدایونی کے نقش قدم پر نہ چلے آپ کہتے ہیں۔

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتیٰ و علیہ الفتویٰ و ھو المذھب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامۃ و السداد (تمہید ایمان ص ۴۲)

مولانا شہید اور علماء دیوبند میں فرق کرنے کی وجہ

مولانا اسمٰعیل شہید کی متعدد عبارات پر مولانا احمد رضا خاں نے گرفت کی اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی قرار دیا۔ لیکن خاں صاحب کی ان سے معاصرت نہ تھی اس لئے یہاں لزوم اور التزام میں فرق کر لیا گیا۔ اور حکم کفر روک لیا گیا۔ لیکن مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری (۱۳۴۲ھ) سے ان کی معاصرت تھی اس لئے انہیں کسی پہلو سے نہ بخشا گیا اور المعاصرہ اصل المنافرۃ یہاں تک کہ جب مولانا تھانویؒ نے بریلویوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پوری عبارت ہی بدل دی۔ انہیں پھر بھی بخشا نہ گیا جس کا دل چاہے تغییر العنوان کا مطالعہ کر لے۔ پھر انگریزوں کو اس وقت مولانا اسمٰعیل شہید سے کوئی ڈر نہ تھا۔ وہ اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے۔ انہیں اب ان علماء دیوبند کے خلاف مستقل خدمات کی ضرورت تھی۔ جو اب ان کے وارث تھے مولانا احمد رضا خاں انہیں مقتدی کہتے پھرتے۔ مولانا احمد رضا خان حجاز اس لئے گئے تھے کہ علماء عرب کو مغالطہ دے کر ان سے حسام الحرمین کی تصدیق لے لیں۔

گو وہ اس میں ناکام ہوئے آپ اس کی تفصیل ملاحظہ کر آئے ہیں وہاں کوئی شخص ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہ عقائد کبھی کسی مسلم کے تصور نہیں کئے جا سکتے۔ ہم ان تمام جھوٹے الزامات کی مطالعہ بریلویت کی پہلی جلد میں تردید کر آئے ہیں۔

مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی عبارات کے دوسرے معنی کرنے کی راہ کھول دی تھی

محدث سہارنپوری نے المہند لکھ کر ہر غلط فہمی کو دور کر دیا۔ اور علماء اس طرف متوجہ ہوئے کہ ان عبارات پر ضروری نہیں کہ حکم کفر ہی لگایا جائے۔ وہ شخص جو ان عبارات کے وہ معنی نہ سمجھے جو یہ بریلوی سمجھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں تو ان پر حکم کفر کیونکر صحیح ہو سکے گا؟ اس پر پروفیسر مسعود احمد صاحب کے والد مفتی مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں:۔

قسام ازل نے اگر کسی کو سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہو کہ اس کی سمجھ میں کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہوں تو ایسے شخص کی دیانت تکفیر نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں۔ (فتاویٰ مظہری ص ۳۷۸)

یہاں مفتی صاحب نے ظاہری معنی کے الفاظ لکھ کر اشارہ کیا ہے کہ ان عبارات کے اور بھی معنی ہو سکتے ہیں اور وہ کئے جا سکتے ہیں۔

مفتی صاحب خود ان عبارات کا کیا معنی سمجھتے تھے؟ اسے ان کے فتاویٰ کے مقدمہ میں دیکھیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

اہل سنت والجماعۃ میں مختلف جماعتیں موجود ہیں مگر حضرت نے (میرے والد صاحب نے) خود کو کبھی کسی جماعت سے وابستہ نہیں فرمایا حضرت کا مسلک تائید حق تھا خواہ وہ کسی جماعت میں ہو یہی وہ معتدل رستہ تھا جس کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے لوگ حضرت کی بے انتہا قدر و منزلت کرتے تھے۔ (مقدمہ فتاویٰ مظہری)

یہ سطور بتا رہی ہیں کہ مفتی مظہر اللہ صاحب قطعاً ان عبارات میں مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے ورنہ وہ علمائے دیوبند کو ہرگز اہل سنت میں سے نہ لکھتے۔ مفتی مظہر اللہ صاحب دہلی میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا وہ اکرام واحترام نہ کرتے جو لوگوں نے ان کو کرتے دیکھا ہے (دیکھئے مطالعہ جلد ۴ ص ۳۷)

کیا مفتی مظہر اللہ اتنے بے دین ہو چکے تھے کہ گستاخان رسول کے حضور اکرام واحترام بجالائیں؟

ہرگز نہیں انہیں معلوم تھا کہ ان عبارات کی مرادات ان علماء دیوبند کے ہاں اور ہیں یہ نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ظاہری معنی کو اپنی ترتیب دے کر ان سے کشید کی ہیں۔ غالباً وہ بھی المھند شائع ہونے کے بعد حقیقت حال جان گئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے قلم سے المھند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع ہوئی اور آپ اس پر آخر تک خاموش رہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا دوسرا محاذ اختلاف

مولانا احمد رضا خاں نے عبارات کے محاذ پر شکست کھانے کے بعد ایک نیا محاذ بنایا محدثین دہلی کے تراجم قرآن پر عصمت انبیاء کے انکار کی تہمت لگائی۔ یہ محاذ انہوں نے کنزالایمان کے نام سے تیار کیا ہم یہاں پہلے کے دو اُردو ترجموں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن پر مولانا احمد رضا خاں نے عصمت انبیاء کے انکار کے چھینٹے گرائے پھر ہم مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنزالایمان سورہ فتح کی پہلی آیت کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

ا۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ)

تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۲۔ ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ)

تا بخشے واسطے تیرے خدا، جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔

(نیا ترجمہ) اب پورے ایک سو سال بعد کا یہ نیا ترجمہ ملاحظہ ہو (ترجمہ از مولانا احمد رضا خاں)

تا کہ تمہارے سب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

بریلویوں کے اس نئے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر ہم مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں کچھ بحث کر آئے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس محاذ پر بھی شکست کھائی اور ان کی اپنی جماعت کے مقتدر علماء اس غلط ترجمہ قرآن کے خلاف اٹھے اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ لفظ ذنب کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنے سے عصمت انبیاء ہرگز مجروح نہیں ہوتی اور نہ ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے (بشرطیکہ یہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں گناہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہے) عقیدہ عصمت انبیاء پر کوئی حرف آتا ہے

بریلویوں نے اس پر "مغفرت ذنب" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اور ہم اس پر پوری بحث کر آئے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی تراجم قرآن کے محاذ پر یہ دوسری شکست تھی۔ اب یوں سمجھئے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جن بنیادوں پر بریلویت کو چلانا تھا ان میں سے ان کی ایک ایک کی بنیاد پیوست زمین ہوگئی۔ اور خاں صاحب چاروں شانے چت گرے۔

مولانا احمد رضا خاں کو اپنے سفر حجاز کی ناکامی کا بہت غم تھا اور اسی کرب واندوہ میں ان کا سفر آخرت قریب آگیا۔ آپ نے اپنی وفات کے وقت محسوس کیا کہ اب دنیا بھر میں ان کا کوئی گروہ نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اپنے دین و مذہب کو کندھا دینے کے لئے اپنی کسی جماعت کو مخاطب نہیں کیا اور نہ اسے کوئی وصیت کی کہ تم اسے لازم پکڑنا صرف اپنے بیٹوں کے نام ایک وصیت لکھی کہ شریعت پر ہو تو حتی الامکان عمل کرنا لیکن ان کے دین و مذہب کو ہر فرض سے فرض جانیں آپ ان کے اس وصیت نامہ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔

رضا حسنین اور رضا حسنین تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو ہے میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے والسلام

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ اور دستخط فقیر احمد رضا خاں غفرلہ بقلم خود

اس وصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بریلوی کوئی جماعت نہ تھی اور نہ اس وقت تک یہ کوئی فرقہ بنا تھا۔ ورنہ آپ اپنی اس جماعت کو یہ وصیت فرماتے صرف اپنے بیٹوں کو مخاطب نہ کرتے۔ اس وقت ان کا اپنے بیٹوں کے سوا کوئی نہ تھا اور آپ انگریزوں کی خیر خواہی کا راز اپنے بیٹوں کے سوا اور کس کو بتا سکتے تھے؟ آپ اپنے دونوں محاذوں پر شکست کھا چکے تھے۔ عبارات کے محاذ پر آپ نے حرمین شریفین میں شکست کھائی آپ کا دوسرا محاذ کنز الایمان سے بنا اس میں بھی آپ کا مقابلہ صرف علماء دیوبند سے نہ تھا محدثین دہلی سے تھا جنہوں نے پہلے اردو ترجمے کئے تھے اس لئے آپ اس محاذ پر بھی کامیاب نہ ہوسکے مسلمانان ہند حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی

(۱۲۳۰ھ) اور حضرت شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ) کے ترجموں سے اپنا اعتماد ہٹانے کو تیار نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں پر خود بھی مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی عبقریت کا اتنا رعب تھا کہ آپ نے ان کی تکفیر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا ساتھ نہ دیا۔ اور کھل کر کہا علماء دو قسم کے ہیں (۱) علما محتاطین اور (۲) غیر محتاطین۔ آپ نے لکھا۔ علما محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و هو الجواب و به یفتی و علیه الفتوی و هو المذهب و علیه الاعتماد و فیه السلامة و السداد یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے (تمہید الایمان ص ۴۲ طبع ۱۳۴۶)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو بریلوی علماء مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر کہتے ہیں یا گستاخ رسول کہتے ہیں۔ وہ غیر محتاطین میں سے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے بیٹوں نے کنز الایمان پر مولانا احمد رضا خاں کے بچے کھچے معتقدین کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مولانا احمد رضا خاں کا ان پہلے ترجموں سے اختلاف زیادہ تر سورہ الفتح کی پہلی آیت پر تھا ہم اس پر پہلے بحث کر آئے ہیں یہاں پھر اسے اجمالاً ذہن میں لے آئیں۔

۱۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی

تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۲۔ ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

تاکہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا اب تک

۳۔ صدی بعد کا مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو

تاکہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

جمہور مسلمانان ہند یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ ہندوستان میں مسلم امہ مسلسل ان غلط ترجموں میں چلتا رہی ہو اور صحیح ترجمہ پوری ایک صدی بعد وجود میں آیا ہو۔ حضور کی امت ایک پوری صدی اتنی کھلی گمراہی پر کیسے جمع رہ سکتی ہے؟ وقت ناپنے کا سب سے بڑا پیمانہ صدی ہے امت محمدیہ پورے سو سال تک اس

گمراہی پر جمع رہی ہو یہ بات باور کرنے کے لائق نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ مولانا احمد رضا خاں نے جس طرح عبارات کے محاذ پر حرمین میں شکست کھائی تھی کنزالایمان کے محاذ پر بھی ان کے پیرو ایک ایک کر کے ان سے چھوٹتے چلے گئے۔

بریلویت اپنے تیسرے دور میں

اب بریلویوں کے اس دور کے علماء مجبور ہوئے کہ پھر انہیں عقائد کو لوٹیں جنہیں مولانا احمد رضا خاں غیر اختلافی قرار دے کر اپنے جھوٹے الزامات پر لوٹ آئے تھے۔ حسام الحرمین میں انہوں نے کہیں نور و بشر اور حاضر و ناظر کے مسائل موضوع سخن نہ بنائے تھے۔ بریلویت کے اس تیسرے دور میں ان علماء نے ان عقائد خمسہ کو اپنا محاذ بنایا جن سے مولانا احمد رضا خاں یکسر نکل چکے تھے۔

عبارات کے مسئلہ میں مولانا احمد رضا خان اب اپنے پہلے موقف پر نہ تھے علماء دیوبند کی طرف سے جب المہند میں ان کے سارے الزامات کا جواب آگیا تو آپ نے ہندوستان میں ان عبارات کو کبھی نہ اٹھایا ہمیشہ کی چپ سادھ لی اور المہند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔

دل کے حالات کو اللہ سبحانہ وتعالی جانتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد خاں برکاتی بدایونی مولانا احمد رضا خاں کے خاص احباب میں سے تھے آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب علمائے دیوبند نے صریحا ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمہ لگائے تھے۔ اور علمائے دیوبند کے عقائد کی کتاب المہند چھپ گئی تو مولانا احمد رضا خاں نے بھی اس پر خاموشی اختیار کر لی۔ اور اس کے بعد علمائے دیوبند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ المہند نے دیوبندی بریلوی اختلافات کی تاریخ میں ایک تاریخ ساز فیصلہ کیا اور اختلافات کو نپٹنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ مگر افسوس کہ دوسرے بریلوی علماء اس پر اپنی کشتی چھوڑنے کرنے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ اور اہل سنت پھر سے جمع ہوتے ہوئے رہ گئے۔ اس پر احمد رضا خاں کے سابق رفیق مولانا خلیل احمد خاں بدایونی برکاتی نے انہیں چیلنج دیا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

پھر فقیر نے سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جب صریحا انکار اور اس مضمون خبیث سے تبری و تحاشی

کردی اور اس عبارت کا مطلب بھی بتا دیا اس کے بعد فاضل بریلوی کی کوئی تحریر جو خاص انہی کی ہو جس میں انہوں نے ان کے انکار اور تبری وتحاشی کے علم کا اقرار کرتے ہوئے پھر بھی ان کے لئے حکم کفر وارتداد باقی رہنے کو بیان کیا ہو تو دکھائیے۔(تلخیص الحبیر فی احکام التکفیر ص ۵۰ طبع بدایوں)

تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر پاک وہند کا کوئی بریلوی عالم اس کے جواب میں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی تحریر نہ لا سکا جو مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ہندوستان کے کسی گوشے میں معروف ہوئی ہو۔ پھر مولانا خلیل احمد خان نے مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا حشمت علی خاں، مولانا رحم الہی، مولانا امجد علی، مولانا سردار احمد لائلپوری کو علیحدہ علیحدہ خطوط بھی لکھے مگر ان میں سے کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے اس نیک کردار کا کہیں خفیف سا اقرار بھی کر لے۔ کہ انہوں نے المہند کے شائع ہونے کے بعد علماء دیوبند کے صحیح العقیدہ ہونے کا اقرار کر لیا تھا۔

مولانا خلیل احمد خان برکاتی کے جواب میں بریلویوں نے مولوی مصطفےٰ رضا خاں کا رسالہ وقعات السنان پیش کیا۔ اس پر مولانا خلیل احمد خاں نے کہا۔

میری شرط کے مطابق یہ رسالہ نہیں کیونکہ میری شرط تو یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی ہی تصنیف ہو۔ کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے والے وہ ہی تو ہیں۔ یہ رسالہ تو مولوی مصطفےٰ رضا خاں کا لکھا ہوا ہے۔(ایضاً)

وقعات السنان میں بھی کہیں یہ تصریح نہیں کہ علمائے دیوبند نے جو صریحاً ان کفری معنی کا انکار کیا ہے۔ اس کے باوجود ہم ان پر حکم کفر کو باقی رکھتے ہیں احمد رضا خاں کے بیٹوں میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ علمائے دیوبند کے اس انکار کے باوجود ان پر حکم کفر کرنا ضروری ہے۔ رسالہ وقعات السنان چند فحش باتوں کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بریلویت کی اساس اب ان کے ہاں بھی عبارات پر نہ رہی۔ علماء دیوبند اپنا عقیدہ صریح الفاظ میں بیان کر کے بری الذمہ ہو چکے۔ اب ان نہ ماننے والوں کا موقف صرف اپنی ضد کو قائم رکھنا ہے۔ اور ان کے خلاف نفرت قائم رکھنے کے لئے انہیں فحش گالیاں دینا ہے۔ حضور ﷺ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منافق کی علامت یہ ہے کہ اختلاف کے وقت بدزبانی پر اتر آتا ہے۔ اور بریلویوں کا رسالہ وقعات السنان اس پر شاہد ہے۔ مولانا احمد رضا

خان کے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی علماء دیوبند کے اس انکار کے بعد بریلویوں کے ساتھ نہ چل سکے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ان سے علیحدہ کرلیا۔ اس پر انہوں نے ان پر تبدیلی مذہب کی تہمت لگائی۔ آپ نے فرمایا:۔

یہ کذب اور دروغ بیانی ہے کہ مولوی خلیل احمد نے مذہب بدل لیا ہے۔ نعوذ باللہ...... میں بحمد اللہ مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ حنفی المذہب ہوں جیسے پہلے تھا۔ ویسے ہی ہوں۔ (انکشاف حق (ص ۵۴)

اور پھر یہ بھی لکھا:۔

فاضل بریلوی اپنے دور کے ایک معروف عالم تھے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ بشر نہ تھے۔ فرشتے تھے یا نبی اور رسول، پھران کی انفرادی رائے کیسے قطعی اور یقینی ہوگئی۔ (ایضاً)

یہ پوری عبارت مطالعہ بریویت جلد ۱ ص ۴۳۱ طبع اول پر ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علماء دیوبند کے ان کفری الزامات کے انکار سے یہ اختلاف یکسر دب گیا تھا۔ اب یہ بات تحقیق کے لائق ہے۔ کہ پھر اتنے سال کے بعد بریلویوں کی اس باسی کڑھی میں کیوں ابال آ گیا۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" لکھ کر بریلویت کو عرب علماء سے جوڑنے کی انتہائی ناکام کوشش کی ہے اب تک عرب علماء نے بریلویت کو کسی درجے میں قبول نہیں کیا مولانا احمد رضا خاں کی اپنے سفر حجاز میں سب سے بڑی کامیابی یہی رہی کہ وہ گرفتاری سے بچ نکلے اور اس کا ان پر نفسیاتی اثر کئی سال تک رہا۔ وہ علمائے دیوبند کے انکار پر ان کے خلاف نہ نکل سکے انہوں نے اپنے سفر حجاز کو پھر ۱۳۳۸ھ میں ایک نئی صورت دی جب انہوں نے اپنے ملفوظات ترتیب دیئے۔ ۱۳۳۸ میں انہوں نے وہ جعلی خط شائع کیا جس کے بارے میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ ان کے سفر حجاز کے اس دور کا ہے ہم اس خط پر پیچھے تفصیلی بحث کر آئے ہیں۔ لیکن ہم اس حقیقت سے بھی غض بصر نہیں کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات ان کے بیٹوں کے ترتیب دیئے ہوئے ہیں یہ کوئی ان کی اپنی تصنیف نہیں کہ ان کی اساس پر دعویٰ کیا جا سکے کہ مولانا احمد رضا خاں نے المسند کو دل سے تسلیم نہ کیا تھا۔ تاہم یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں

نے گمان کرلیا ہوگا کہ اب لوگ اصل صورت حال کو بھول چکے ہوں گے۔ اور اپنے بارے میں یہ بات کہہ دی کہ میری یادداشت کمزور ہے تاکہ ان کی اس نئی غلط بیانی پر پردہ پڑا رہے۔ اس وقت کوئی ایسا ساتھی بھی نہ تھا جو واقعات کو لکھ لیتا۔ یہ عذر محض اس لئے تیار کیا گیا کہ لوگ ان کی غلط باتوں پر کچھ بات نہ اٹھا سکیں۔ اپنی چابک دستی کے لئے انہوں نے مفتی صالح کمال کے نام سے یہ ایک جعلی خط بنایا مگر افسوس کہ تاریخ روشن میں وہ جعلی ثابت ہوا اور ہنوز آپ کی جماعت کا کوئی شخص عرب میں آپ کی کوئی حقیقی پذیرائی اور منزلت ثابت نہیں کرسکا۔ ورنہ بریلوی علماء اب تک اس فتویٰ پر متفق نہ رہتے کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ اب تک اپنے پیروؤں کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ تم حج پر جاؤ تو ان اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھو ہو سکے تو اپنی جماعت علیحدہ کرالو۔ مولانا محمد عمر اچھروی وہاں علیحدہ جماعت کراتے صرف پچیس ۲۵ آدمی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مکہ و مدینہ میں بریلویت کو کبھی کوئی رسائی نہ ملی تھی۔ (دیکھئے مقیاس حنفیت)

کاش کہ پروفیسر مسعود احمد صاحب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" نہ لکھتے اور بریلویت کے اس پہلو سے ہمیں پردہ اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

نہ تم طعنے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے — نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ہم مطالعہ کی جلد پنجم میں بریلویوں کے نئے ترتیب یافتہ عقائد خمسہ پوری تفصیل سے بحث کر آئے ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا کہ اب ہم عقائد میں بریلویوں کا یہ نیا موقف پھر سے آپ کے سامنے لے آئیں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ خوش نصیب بریلوی پھر سے مولانا احمد رضا خاں کے ان عقائد پر آجائیں۔ جو ہم آگے نقل کریں گے۔

بریلویوں کا ایک وفد سردار عبدالرب نشتر کے پاس

مولانا عبدالحامد بدایونی کی قیادت میں بریلویوں کا ایک وفد سردار صاحب سے ملا اور شکایت کی کہ پاکستان میں ہر سرکاری سطح پر دیوبندی علماء اعتماد میں لئے گئے ہیں بریلویوں کو کسی جگہ کوئی پذیرائی نہیں دی گئی۔ کیا پاکستان میں ہمارا کوئی حق نہیں؟ سردار صاحب نے جواب دیا۔ مولانا یہ حقوق کا

مسئلہ نہیں، اہلیت اور علمی صلاحیت کا مسئلہ ہے جہاں بھی یہ پائی جائے ہم اس کے ضرورت مند ہوں گے۔ ہم نے یہ ملک فرقہ وارانہ تقسیم کے لئے نہیں بنایا اسلام ایک ہے اور ہم نے اس میں کسی فرقہ بندی کو راہ نہیں دی۔ ہاں علماء دیو بند پاکستان کی سرکاری خدمات میں کوئی غلط کام کریں تو آپ ضرور اس کی اطلاع سے ہماری اصلاح فرمائیں۔ مگر فرقہ بندی کے نام پر ایک قوم کو تقسیم نہ کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم سب ایک ہو کر رہیں۔

سردار صاحب نے فرمایا۔ ہندوستان میں دو بڑے عالم نظریہ پاکستان کے خلاف تھے۔ (۱) مولانا ابوالکلام آزاد (۲) مولانا حسین احمد مدنی۔ اب پاکستان کی حمایت کے لئے ہمیں کسی ایسے عالم کی ضرورت تھی جو عام شہرت میں ان کے ہم پلہ ہوں ظاہر ہے کہ اس کیلئے پورے ہندوستان میں کوئی بڑا عالم مولانا شبیر احمد عثمانی کے پایہ کا نہ تھا۔ پاکستان کو یہ حمایت دیو بند سے حاصل ہوئی۔ پھر پاکستان کے اسلامی دستور کی ترتیب کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی کے برابر کیا آپ کسی اپنے عالم کا نام لے سکتے ہیں؟ ریڈیو کے درس قرآن میں مولانا احتشام الحق تھانوی جیسا کوئی سحر البیان خطیب آپ کے پاس ہے؟

مولانا عبدالحامد بدایونی خاموش ہو گئے۔ پھر سردار صاحب نے کہا آپ حضرات کو بھی ہم نظر انداز نہیں کرتے۔ جب بھی کسی رہنما کی وفات ہوتی ہے تو کیا آپ کو ختم کہنے کے لئے نہیں بلایا جاتا؟ ہر طبقہ کسی نہ کسی لائن کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے۔ تیسرے دسویں اور چہلم کے ختموں پر صرف آپ ہی ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مولانا عبدالحامد مد اس پر بہت جھنجھلائے اور کہا کیا ہم صرف قل اعوذ یئے ہیں کہ ہمیں صرف اسی کام کے لئے بلایا جاتا ہے۔

بریلوی علماء اپنے تیسرے دور میں

پاکستان بننے کے بعد۔ لوگ اپنے عقائد میں پھر اپنے تیسرے دور پر لوٹ آئے البتہ مولانا عبدالنبی کوکب، مولانا محمد حسین نعیمی، مولانا عبدالقیوم ہزاروی اور پیر کرم شاہ بھیروی کچھ اعتدال پر رہے۔ لیکن اب بریلویت کا میدان ان کے ہاتھ میں نہ تھا۔ مفتی احمد یار گجراتی، مولانا سردار احمد لائلپوری،

اور مولانا محمد عمر اچھروی اور مولوی غلام علی اوکاڑوی کے ہاتھ میں تھا۔ صرف تدریس کی مسند مولانا احمد سعید کاظمی کے پاس تھی اور وہ علماء دیوبند سے کٹ کر نہ رہے بہاولپور میں دیوبندی علماء کے ساتھ مل گئے۔ اب انتظار تھا کہ بریلوی اعتدال پسند لوگوں میں سے اب کون اس مہر سکوت کو توڑتا ہے۔

مولانا عبدالنبی کوکب نے سکوت توڑا

مولانا عبدالنبی کوکب (۱۳۹۷ھ) نے جرأت اور ہمت سے کام لیا کہ مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت رکھنے کے باوجود ان کے سخت اور تلخ لہجے کی ان الفاظ میں شکایت کی۔

زیادہ سے زیادہ بات مولانا کے خلاف یہ کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند سے اظہار اختلاف کے لئے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا انہوں نے مدرسہ دیوبند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتوے میں انہوں نے اس شرعی احتیاط اور مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہیں۔ (مقالات یوم رضاص ۲۰ طبع اول جون ۱۹۶۸)

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ مولانا عبدالنبی کوکب جو نئے تقاضوں میں اصلاح حال چاہتے تھے ان پر بریلوی عوام کیسے برسے اور وہ اپنے عوام کی تاب نہ لا کر یہ مضمون بدلنے پر مجبور ہوئے اس وقت ہمیں صرف اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ سنجیدہ بریلوی علماء نے اس وقت محسوس کر لیا تھا کہ حالات کے نئے دھارے میں ہم مولانا احمد رضا خاں کے تیز فتووں کو ساتھ لے کر دیر تک نہ چل سکیں گے پاکستان میں ایک قوم کے طور پر رہنے کے لئے یہ آپس کا اتحاد بہت ضروری ہو گیا تھا۔

اس کے بعد آغا شورش کاشمیری (ھ) کا قلم بریلویوں کے خلاف چلا۔ آغا صاحب اس موضوع پر اس عنوان سے لکھتے گئے، "چل میرے خامہ بسم اللہ"۔ آپ نے چٹان میں مناظرہ کے لئے اپنے تین نمائندے مقرر کئے۔ (۱) خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی (۲) راقم الحروف خالد محمود غفرلہ (۳) مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی۔

مگر محمد عمر اچھروی اور ان کے کسی ساتھی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کے بعد مطالعہ بریلویت نے ان صفوں کے سنجیدہ لوگوں کی علمی رہنمائی کی اور اس سے ان کے جہالت کے نشہ کو توڑا۔ مطالعہ

بریلویت کا زیادہ موضوع ان کے عقائد و مسائل نہیں۔ مولانا احمد رضا کی ذات گرامی رہی۔ یہ کتاب رد بریلویت نہیں۔ مطالعہ بریلویت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ بریلوی حضرات جنہوں نے اس پوری کتاب کا غیر جانبدارانہ تنقیدی مطالعہ کیا اور وہ حقیقت حال تک پہنچ گئے اور ان کی فکری راہیں بدل گئیں۔
ہم نے چھٹی جلد کے آخر میں مسجدوں میں اس نئے انداز کی نعت خوانی کی مجالس کے خلاف احتجاج کیا تھا اور قوم کو خوش آوازی کے رسیا بنانے پر کچھ تنقید کی تھی اور اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اس سے اللہ کے گھروں میں سنجیدہ علمی مجالس نہ کی جا سکیں گی، مسجدیں اس لئے بنی ہیں کہ ان میں اللہ کا نام اونچا کیا جائے۔

مسجدیں اصولاً عبادت اور علمی مجالس کے لئے ہیں

ہم مسجدوں میں نعت خوانی کے خلاف نہیں لیکن نعتیں وہاں علمی مجالس کے ضمن میں ہونی چاہییں نہ کہ پورا وقت اور پوری مسجدیں انہی محافل کی رونق میں رہے۔ الحمد للہ کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا نہ رہی۔ دارالعلوم فریدیہ بصیر پور کے ماہنامہ نورالحبیب نے ہمارے اس موضوع کی حمایت میں ایک مضمون اس عنوان سے لکھا۔

محافل نعت...... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازشیں

یہ ہو بہو وہی بات ہے جو ہم نے کہی تھی الحمد للہ مطالعہ بریلویت کی یہ اپیل بہت مفید رہی۔ یہ مطالعہ بریلویت کے مقاصد حسنہ میں سے ایک اہم مقصد کی روشن تکمیل ہے۔
نامناسب نہ ہوگا کہ ماہنامہ نورالحبیب بصیر پور کے مئی ۲۰۰۱ء سے وہ پورا مضمون یہاں ہدیہ ناظرین کر دیں حق کی صدا جدھر سے بھی اٹھے لائق داد ہے۔ بریلویوں میں یہ جو محافل نعت کی راہ چل نکلی ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

محافل نعت............ یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش؟

علامہ نور احمد شاہتاز

کچھ عرصہ سے اہل سنت کے ایک مخصوص حلقہ میں محافل نعت کے انعقاد پر بڑا زور دیا جا رہا ہے اور زر کثیر صرف کر کے بڑے بڑے شہروں کی بڑی شاہراہوں پر محافل نعت سجانے کا رواج بڑ پکڑ رہا

ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی نعت سننے اور نعت کہنے سے کسے اختلاف و انکار ہو سکتا ہے، مگر جب کوئی عمل حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگے تو قوم کے دماغوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں، سوچیں اور فیصلہ کریں کہ اعتدال کی حد عبور کرنے کے اس عمل کے پیچھے کیا کوئی خفیہ سازش تو کام نہیں کر رہی؟

اہل سنت کا جو طبقہ محافل نعت کے اس نہج پر انعقاد کا پرجوش حامی ہے، غور کیا جائے، ٹھنڈے دل سے سوچا جائے اور جذباتیت کا شکار ہونے سے خود کو بچاتے ہوئے تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ جہلا پر مشتمل ہے۔ علماء نے کبھی بھی اس طرح کی محافل نعت و مولود کو نہیں سراہا کہ پوری قوم محافلِ وعظ کو بھلا کر پوری طرح نعت خوانی میں جت جائے۔ ایسی مثال نہ متقدمین کے دور سے پیش کی جا سکتی ہے اور نہ متاخرین کے دور سے۔ حالانکہ ہر دو ادوار میں ممتاز نعت گو علماء و شعراء موجود رہے ہیں۔ اور تو اور شاعری میں صنفِ نعت کو حیاتِ نو عطا کرنے والی برصغیر کی ممتاز علمی شخصیت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے بھی اپنے دور میں محافل نعت کو حد اعتدال میں رکھا اور عوام کو علم و عمل ہی کی طرف راغب کیا۔ آپ کی سوانح حیات کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو آپ کہیں بھی محافل نعت میں تمام رات یا گھنٹوں بیٹھے دکھائی نہیں دیتے۔ ہاں وعظ و تذکیر اور فقہ فتاویٰ کے کام میں آپ کے شب و روز ضرور بسر ہوتے نظر آتے ہیں۔

اہل سنت کا یہ طبقہ جو محافل نعت کی سرپرستی کرتا نظر آتا ہے۔ بظاہر بڑا جوش نما کام کر رہا ہے مگر سوچیے اس کی اس جدوجہد سے عام سنی شخص کی معلومات میں دین کے حوالے سے کسی قسم کی معلومات کا اضافہ ہو رہا ہے؟

اس وقت پاکستان میں آباد مسلمانوں میں دین کے فہم کے اعتبار سے اگر کوئی کمزور ترین طبقہ ہے تو وہ یہی ہے، جسے محافل نعت میں لگا کر دین سے مزید دور کیا جا رہا ہے۔ ہر فرقے اور ہر طبقے کے قائدین اپنے افراد کی دین فہمی کے سلسلہ میں منظم منصوبہ سازی کر کے ایسی محافل، دروس، سیمینارز، تربیتی کیمپس اور تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کرتے ہیں، جن میں ان کی ذہنی تربیت کی جاتی ہے، انہیں دین کا عمیق مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ اور مختلف کورسز کے ذریعہ تو جوانوں کو لادینی عناصر سے گفتگو کر کے

انہیں قائل کرنے کے قابل اور فریق مخالف پر برتری کے لائق بنایا جاتا ہے، مگر ہم صرف نعتیں اور قوالیاں سنا کر عشق رسولؐ اور محبت مصطفیٰؐ اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور وہ بھی اجاگر نہیں ہو پاتی۔ اس لئے کہ حب مصطفیٰؐ اور عشق رسول کا تقاضا یہ ہے کہ قول و فعل کا تضاد دور ہو، عادات و اطوار بدلیں، اخلاقی جرأت پیدا ہو، بدعنوانی ختم ہو، برائی قریب نہ پھٹکنے پائے، تقویٰ کا غلبہ اور زہد کا ملکہ ہو، معاشرہ اعلیٰ انسانی قدروں کا گہوارہ بن جائے، مگر کیا سواد اعظم کی دعوے دار، ان پڑھ سنی اکثریت نے یہ تمام اعلیٰ قدریں اپنے اندر پیدا کر لی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس ملک کو اس اکثریت کے اس اخلاقی انقلاب کا عملی نمونہ ہونا چاہئے۔ جب کہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ ہر شخص کرب میں مبتلا اور ہر فرد معاشرہ کا ستم رسیدہ انسان نظر آتا ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سنی قیادت مل بیٹھ کر اپنی قوم کی علمی بے بضاعتی اور فکری کم مائیگی کو دور کرنے کی تدبیر کرے اور محافل نعت کے عظیم اجتماعات کو جس قدر جلد ممکن ہو "محافل فکر و تذکیر" میں بدلنے کی سعی کرے، ورنہ اگر کچھ عرصہ مزید عوام کو اس جاہل ٹولے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا، جسے محفل نعت کا اسٹیج خوب راس آتا ہے، تو پھر ان کو علم و فہم دین کی مجالس کی طرف پلٹنا اور اپنے اسلاف و اکابر کے نہج پر چلانا کسی کے بس میں نہ رہے گا۔

اس بریلوی مضمون نگار نے اپنے علماء کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اپنے جاہل ٹولے کے نعروں سے وہ ہرگز کسی مغالطے کا شکار نہ ہوں۔ اور کھلے طور پر اعتراف کیا ہے کہ ہمارے پلڑے میں ان پڑھ سنی اکثریت کے سوا کچھ نہیں۔

ان کے یارسول اللہؐ کے نعرے بھی ان کی دلی محبت رسالت کے ترجمان نہیں مولانا غلام علی اوکاڑوی نے اپنے علماء کی ایک مجلس میں کہا لوگ محض دکھاوے کے لئے یارسول اللہؐ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں (معدن کرم ص ۱۴۸)

مطالعہ بریلویت کے گہرے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ بریلوی علماء کی ایک بڑی جماعت نے کنز الایمان کے ایک غلط ترجمہ سے علی الاعلان لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔

ہم نے ۱۹۸۵ء میں مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں کنزالایمان اور ترجمہ قرآن کی کچھ غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔ ان میں سورۃ الفتح پارہ ۲۶ کی پہلی آیت کا ترجمہ بھی تھا۔ ہم نے اس میں مولانا احمد رضا خاں کے والد کو بھی اپنے گواہوں میں پیش کیا تھا الحمد للہ کہ اس سے بھی بریلویوں کے سنجیدہ علماء نے اچھا اثر لیا اور انہوں نے کھلے بندوں کنزالایمان کے اس نئے ترجمہ سے رجوع کیا اس کی تفصیل ہم پہلے کہیں دے آئے ہیں۔ مطالعہ بریلویت کی اس عظیم کامیابی پر ہم اللہ رب العزت کے حضور جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔

بریلویت اپنے چوتھے دور میں

عقائد خمسہ بریلویت کے پہلے دور میں

بریلویوں نے اپنے چوتھے دور میں عقائد خمسہ مرتب کئے آج کل بریلوی انہی عقائد کو اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں تاہم یہ جاننا ضروری ہے کہ بریلویت کے پہلے دور میں یہ ہرگز ان کے امتیازی عقائد نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ان کے حلقوں میں یہ مسائل کسطرح سمجھے گئے ان کا خالی الذہن ہو کر مختصر مطالعہ کیجئے آپ اس یقین پر پہنچیں گے کہ ان دنوں دونوں اہل سنت کے اعتبار سے ایک ہی جماعت تھے ابھی دیوبندی بریلوی کی اعتقادی تقسیم نہ ہوئی تھی۔

۱۔ مسئلہ بشریت

اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم جانے، اہل سنت سے خارج ہے۔ (دوام العیش ص ۷ مصنفہ مولانا امام رضا خاں)

اس سے پتہ چلا کہ ان دنوں بشریت انبیاء اہل سنت کا اجماعی عقیدہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ (کتاب العقائد ص ۴ مطبوعہ لاہور اڈیشن اول مصنفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی)

انبیاء سب بشر تھے اور مرد ۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت جلد ۱ ص ۹ مصنفہ مولانا امجد علی)

۲۔ مسئلہ حاضر وناظر

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ اجل مولانا دیدار علی صاحب (ھ) لکھتے ہیں:۔

لفظ حاضر وناظر سے اگر حضور ونظور بالذات مثل حضور ونظور باری تعالیٰ ہر وقت وہر لحظہ مراد ہے۔ تو یہ عقیدہ غلط اور مفضی الی شرک ہے، اَلا اہل اسلام میں یہ عقیدہ کسی جاہل واجہل کا بھی نہ ہوگا۔ (رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ص۱۰۵)

مولانا عبدالسمیع رامپوری بھی لکھتے ہیں:۔

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہوں پاک وناپاک، مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوے کرتے۔ (انوار ساطعہ ص۵۳)

۳۔ مسئلہ علم غیب

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کیلئے علم بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں۔ نہ کہ جمیع ...... اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد کوئی میری طرف منسوب کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے ہاں اس کا حساب ہے (خالص الاعتقاد ص۲۳ مطبوعہ بریلی تالیف مولانا احمد رضا خاں)

علم غیب کثیر وافر کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان وما یکون میں کلام کرے اور اس میں بھی ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد۳ ص۲۳۶)

۴۔ مسئلہ مختار کل

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف متوجہ ہو جائیں اللہ وہ کام کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے۔ کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے۔ کہ وہ اسلام لا دیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو۔ یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے۔ اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ

اسلام ہے۔ (مکتوبات طیبات ص ۱۴۷ اور بار گولڑہ شریف)

۵۔ عورتوں کی قبروں پر حاضری

قبروں پر جا کر اپنی حاجتیں مانگنا اور مصائب و تکالیف کے وقت قبروں والوں کو پکارنا کیسا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں عورتوں کو مزارات اولیاء اور مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے (احکام شریعت ۳ ص ۱۵۵)

جب وہ کسی مزار پر یا عرس پر جانے کا ارادہ کرتی ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ اسے مولانا احمد رضا خاں کے ان الفاظ میں ملاحظہ کریں:۔

خبردار جب وہ جانے کا رادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے اور جب چلتی ہے اللہ کی لعنت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۸۲)

جس وقت گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملئکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ رسول کے اور کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ (ملفوظات مولانا احمد رضا حصہ ۲ ص ۱۱۰)

اس صورت حال سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں اہل سنت کے دونوں حلقوں میں ان مسائل پر کوئی بڑے امتیازی فاصلے نہ تھے۔ رہے فروع تو آج جو مسائل ان دونوں میں مابہ الامتیاز سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی ان کے دور اول میں رسہ کشی کے فاصلے نہ تھے۔ مثلاً

۱۔ ختم کے وقت یہ لوگ کھانا آگے رکھتے ہیں۔ مولوی صاحب کو جب تک کھانے کی خوشبو نہ آئے وہ ختم نہیں پڑھتے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ یہ تھا:۔

وقت فاتحہ، کھانے کا قاری کے سامنے ہونا بیکار بات ہے (احکام شریعت ۱ ص ۱۶)

۲۔ مردہ کا کھانا (ختم کا کھانا) صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے (احکام شریعت ۲ ص ۱۵۳)

۳۔ درود شریف بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تاہم اخفاء (آہستہ پڑھنا) افضل ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۱۰۶)

۴۔ اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کو چومنا، آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں...... فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہے (ابر المقال ص ۱۰۰ ص ۱۱ حسنی پریس بریلی)

ہر محاذ پر ناکامی کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ایک مستقل فرقہ قرار دینے کے ارادہ سے اپنے عقائد خمسہ ترتیب دیئے اور اپنے آپ کو عوام میں انہی پانچ عقائد سے متعارف کرایا ہم جلد پنجم میں ان عقائد پر تفصیل سے بحث کر آئے ہیں۔

بریلویوں نے ان عقائد خمسہ پر پھر اپنی علیحدہ بنیاد رکھ لی

اب جب کہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی نبضیں یکسر ڈوب رہی تھیں اور مولانا احمد رضا خاں بھی اپنے سفر آخرت پر چلے گئے تھے تو ان کے پیرو پھر سے اختلافات کو نہ ختم کرنے کے درپے ہوئے۔ عبارات کو بھی پھر سے زیر بحث لے آئے اس پر دربار گولڑہ کے سجادہ نشین پیر سید نصیر الدین گولڑوی نے یہ تبصرہ کیا:۔

یہ فتویٰ ہائے تکفیر جن کی تشہیر قریباً صدی بھر سے کی جارہی ہے جب کہ ان عبارات کے لکھنے والے حضرات بھی اپنی زندگی میں یہ تاویلیں کرتے رہے لیکن اس وقت سے لے کر آج تک یہی ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے کہ یہ عبارتیں کفریہ ہیں ان کے قائل کافر ہیں اور ان کو کافر نہ سمجھنے والے بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔ (لطمۃ الغیب ص ۹۴)

کافر نہ کہنے والوں میں کدھر اشارہ ہے؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے پیرووں کی طرف حضرت مولانا معین الدین اجمیری اور دیگر خیر آبادی علماء کی طرف۔

(۲) پھر یہ لوگ ترجمہ کنز الایمان سے اپنے لوگوں کو نئے عقائد پر لے آئے۔ اور عقائد خمسہ کو ایک نئی تشریح دی جو مولانا محمد عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خاں نعیمی کی کتابوں مقیاس حنفیت اور جاء الحق سے

ظاہر ہے وغیرہ۔ یہی کتابیں اب ان لوگوں کا سنگ میل ہیں۔ یہ بریلویت مولانا احمد رضا خاں کی نہ تھی یہ وہ بریلویت ہے جسے آج کل کا پڑھا لکھا طبقہ کسی پیرائے میں درخود اعتنا نہیں سمجھتا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ ان کے سنجیدہ پیرو پاکستان بننے کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی زبان کی تیزی اور فتووں کی سختی کو اپنے مستقبل کی تعمیر میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھنے لگے۔ صرف یہ طے کرنا باقی تھا کہ پہلے زبان کون کھولے ہاں یہ انہیں اطمینان تھا کہ جب تک مسلمانوں میں جہالت کی کچھ صفیں قائم ہیں ان کے بریلویت کے نعرے بے شک لگتے رہیں گے۔ اور علم کی کوئی روشنی ان جہلا کو اپنی ضد سے ہٹا نہ سکے گی۔

یہ صحیح ہے کہ ان کے اس دور میں چند سنجیدہ علماء بھی ہوئے جیسے مولانا ابوالحسنات محمد احمد الوری، مولانا پیر کرم شاہ بھیروی، مولانا عبدالنبی کوکب اور مولانا محمد حسین نعیمی۔ یہ حضرات گو اس خلیج اختلاف کو پاٹ نہ سکے تاہم انہوں نے اسے اپنے ہاں اور وسیع بھی نہیں ہونے دیا۔

یہ صحیح ہے کہ تحریک پاکستان میں یہ اختلافات کچھ دب گئے تھے عام مسلمانوں کا کوئی طبقہ ان سیاسی حالات میں باہمی تفریق کو پسند نہ کرتا تھا۔ لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس تیسرے دور کے بریلوی ان حالات میں اپنے مسائل کے اختلاف سے تو نکل آئے لیکن اب ان لوگوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک نیا محاذ کھول دیا اور اب یہ مسلم لیگ کے خلاف بھی وہی زبان استعمال کرنے لگے۔ جو انہوں نے پہلے علماء دیوبند کے خلاف اختیار کر رکھی تھی۔ ان لوگوں کا مسلم لیگ سے سب سے بڑا اختلاف یہ تھا کہ اس کے جلسوں میں اشرف علی زندہ باد اور شیخ الاسلام زندہ باد کے نعرے کیوں لگتے ہیں۔ یوں سمجھئے اب بریلوی اپنے اس نئے سیاسی دور میں داخل ہو چکے تھے۔

بریلویوں نے مسلم لیگ کے خلاف جو رسالے لکھے ان میں مسلم کی بیخ کنی الجوابات السنیہ، احکام نوریہ شرعیہ، قہر القادر علی الکفار اللیاذر، مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری بہت معروف ہیں۔ یہ بریلویوں کا چوتھا محاذ تھا۔

بریلویت اپنے پانچویں دور میں

مولانا احمد رضا خاں کی وفات بریلویت کے تیسرے دور میں ہوئی تقسیم ہند کی تحریک ان کے بعد اٹھی۔ مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی مخالفت ان کا چوتھا محاذ اختلاف بنا۔ یہ لوگ پہلے سے ہر تحریک آزادی ہند کے خلاف چلے آرہے تھے۔ اسی عادت کو پورا کرنے کے لئے یہ لوگ تحریک پاکستان کے خلاف بھی اٹھے۔ اب ہندوستان میں مولانا احمد رضا خاں کا پیر خانہ مارہرہ شریف مسلم لیگ کے خلاف پوری طرح صف آراء ہوا۔

بریلی کے علماء اسی آستانہ عقیدت سے وابستہ تھے (مظہر اعلیٰ حضرت مولانا حشمت علی خاں کھل کر مسلم لیگ کے خلاف نکلے)۔ پنجاب میں مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم اعلیٰ مدرسہ حزب الاحناف ہند مسلم لیگ کے خلاف صف آراء ہوئے۔ مدرسہ حزب الاحناف لاہور کے ایک فاضل مولانا ابوالطیب دانا پوری نے اپنے وسیع دائرہ تکفیر میں علماء دیوبند کے ساتھ ملک کی سیاسی شخصیتوں کو بھی داخل کرلیا اب بریلی پاکستان کی مخالفت کا مرکز بن گیا بریلوی مولویوں کا حملہ تکفیر وسیع پیرائے میں تھا ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری یوں لکھتا ہے۔

لیگی لیڈروں کے افعال و اقوال سے ان کی گمراہی ہر نیم روز سے زیادہ روشن ہے۔ مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں شیخ الاسلام اور حکیم الامت کہا جاتا ہے۔ اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں (تجانب اہل السنۃ ص ۹)

بحکم شریعت مسٹر جینا (محمد علی جناح) اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بناء پر قطعاً مرتد اور خارج اسلام ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۴)

مولانا احمد رضا خاں کے پیر خانہ مارہرہ شریف سے پوچھا گیا کہ مسٹر جناح کو قائد اعظم کہنا کیسا ہے؟ انہوں نے پوری مسلم لیگ کی ان لفظوں میں بخیہ دری کردی اور لکھا۔

کیا کوئی سچا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم، سب سے بڑا پیشوا اور سردار بتانا پسند کرے گا؟ حاشا وکلا، ہرگز نہیں (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۳)

فتوے مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری (والد مولانا محمود احمد رضوی) ناظم حزب الاحناف ہند لاہور ملاحظہ فرمائیں:۔

''لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت وتبلیغ کرنا، منافقین و مرتدین کی جماعت کوفروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔'' (الجوابات السنیہ ص ۳۲)

بریلویوں کے اس چوتھے دور کی محنت ان کی یہ ملکی سطح کی پانچ کتابیں ہیں۔

۱۔مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری شائع کردہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ۲۔احکام نوریہ شرعیہ برمسلم لیگ تالیف مولانا حشمت علی خاں ۳۔الجوابات السنیہ علی زھاء السوالات اللیگیہ

۴۔قہر القادر علی الکفار اللیادر ۵۔تجانب اہل السنہ

یہ پانچ کتابیں ان کے ہاں مسلمانوں کے پانچ ککے کے طور پر معروف ہیں جس طرح سکھ اپنے پانچ ککے نہیں چھوڑتے غالی بریلوی بھی ان پانچ کتابوں کونہیں چھوڑتے۔

علماء دیوبند کی ضد میں مسلم لیگ کی مخالفت

کانگریس اور بریلویوں کے پیر خانہ مارہرہ شریف کی مسلم لیگ کی مخالفت میں جوہری فرق یہ تھا کہ کانگریس تحریک آزادی ہند میں انگریزوں کی مخالفت میں قائم ہوئی تھی اور اب یہ مسلم لیگ کے خلاف نبرد آزما تھی مگر بریلوی علماء صرف اس لئے مسلم لیگ کے خلاف تھے کہ علمائے دیوبند کیوں اتنی بڑی تعداد میں مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ لیگ کے جلسوں میں کیوں اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ دیوبندیوں کی پاکستان کی حمایت اتنی روشن تھی کہ پاکستان بننے پر قائداعظم نے پاکستان کا جھنڈا شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا مولانا یہ آپ کا حق ہے۔ آپ پاکستان کی پرچم کشائی کریں۔ قائداعظم جانتے تھے کہ مذہبی حلقوں میں پاکستان کی جتنی حمایت دیوبندی حلقوں سے ملی ہے اتنی اور کسی مذہبی حلقے کی طرف سے نہیں۔

پنجاب کے علماء دیوبند پاکستان کی حمایت میں

لاہور میں سب سے بڑی مسجد شاہی مسجد ہے اس کے اس وقت خطیب مولانا غلام مرشد دیوبند کے

فاضل تھے اور شیخ الهند مولانا محمود حسن کے شاگرد تھے۔ وہ کھلم کھلا پاکستان کی حمایت میں نکل آئے۔ اور جلوسوں کی قیادت کی۔ امرتسر میں حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل مولانا مفتی محمد حسن صاحب تھے۔ آپ امرتسر کی سب سے بڑی مسجد (جامع مسجد خیر الدین ہال بازار امرتسر) میں حدیث کے مدرس اعلیٰ تھے جالندھر کے سب سے بڑے عالم مولانا خیر محمد صاحب (بانی و مہتمم خیر المدارس جالندھر) مولانا تھانوی کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ آپ بھی پاکستان کی حمایت میں رہے۔ راولپنڈی میں سب سے بڑی مسجد (مرکزی جامع مسجد) کے خطیب مولانا مولا بخش فاضل دیوبند حضرت شیخ الهندؒ کے شاگرد تھے۔ ان حضرات نے کھلے طور پر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ بریلوی علماء ان کی ضد میں مولانا ابوالبرکات (حزب الاحناف لاہور) کی قیادت میں لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف میں جمع ہوئے۔ مولانا ابوالبرکات نے فتویٰ دیا:۔

لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت وتبلیغ کرنا اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے

جناب پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے نہ مولانا احمد رضا خاں کے پیر خانہ مارہرہ شریف کا ساتھ دیا۔ نہ حزب الاحناف ہند کا اور وہ دیوبند کے صدر مہتمم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ پاکستان کی حمایت میں لاہور جمع ہو گئے۔ ان سے اپنے تمام اختلافات ختم کر دیئے انہیں اپنا بھائی کہا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں سے یکسر بے تعلق ہو گئے یہ بریلویت کا پانچواں دور تھا۔ یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اب بریلویت اپنے چھٹے دور میں داخل ہو گئی۔ پاکستان میں ہر علمی سطح پر علماء دیوبند ہی نظر آتے تھے اور بریلویت انہی کے سائے میں نئی راہیں تلاش کر رہی تھی۔

بریلویت اپنے چھٹے دور میں

پاکستان بننے پر حکومت پاکستان نے صرف علماء دیوبند سے دینی روابط رکھے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں نے پاکستان کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے لئے تعلیمات اسلامی کا ایک بورڈ قائم کیا جس کے ممبران علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب تھے۔ بعض علماء مشرقی پاکستان بھی اس میں تھے۔ کوئی بریلوی عالم اس بورڈ میں نظر نہیں آتا۔ ملکی سطح پر ریڈیو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کا درس قرآن نشر کرتا تھا۔ اور بریلوی علماء بھی اسے ہی سنتے تھے۔

ایسا کیوں تھا؟ یہ محض اس لئے کہ یہ دیوبندی علما تحریک پاکستان کی حمایت میں پیش پیش رہے تھے۔ اور اکابر بریلوی علماء کو مسلم لیگ پر کفر کے فتویٰ دینے سے فرصت نہ ملتی تھی۔صرف پیر جماعت علی شاہ علی پوری پاکستان کی حمایت میں تھے اور ظاہر ہے کہ وہ بریلوی نہ تھے بدایوں سے مولانا عبد الحامد بدایونی کراچی آئے اور انہوں نے محمد شفیع اکاڑوی، ایک نعت خواں کے ساتھ مل کر کراچی کو بریلوی عقائد سے آشنا کیا۔کراچی کے پڑھے لکھے لوگ شرک و بدعت سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔

بریلویت اپنی تاریخ کے مختلف مرحلوں سے گزرنے کے بعد اب بالکل دم توڑ گئی اب سوائے اس کے کہ وہ سیاسی طور پر دیوبندی علمائے کو آگے لائیں ان کے لئے استعمال ہوں اور مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تفریق سے یکسر لاتعلقی کا اظہار کریں ان کے لئے اور کوئی راہ سامنے نہ رہ گئی۔

بریلویت کا ساتواں دور

پاکستان میں ۲۰۰۲ء میں دیوبندی بریلوی ایک اتحاد میں شریک ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان اس مجلس عمل کے صدر بنے اور مولانا فضل الرحمٰن امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان اس کے جنرل سیکرٹری قرار پائے۔ملک کے عام انتخابات ہوئے جن میں مجلس عمل نے بھی حصہ لیا۔ اس الیکشن میں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق کے پچیس امیدوار قومی اسمبلی میں کامیاب ہوئے۔جمعیت علماء پاکستان کا صرف ایک امیدوار (مولانا ابوالخیر محمد زبیر) حیدرآباد کی ایک سیٹ سے کامیاب ہوا۔اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں دیوبندی بریلوی ۲۵:۱ کے تناسب سے ہیں؟ نہیں۔لیکن یہ رفتار عمل بریلویوں کے گرتے ہوئے گراف کی ضرور نشاندہی کر رہی ہے۔ان انتخابات کے نتیجہ میں شدت پسند بریلوی عوام مولانا شاہ احمد نورانی پر بری طرح برسے کہ انکے امیر نے بریلویت کی یہ ناؤ اتنی جلدی کیوں ڈبودی۔

ان کا ایک رسالہ النظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے مولانا عبدالحکیم شرف کی نگرانی میں نکلتا ہے۔اس کے دسمبر ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں ہے:۔

ہم اس وقت اس تمام صورت حال پر تبصرہ سے گریز کرتے ہوئے اہل سنت والجماعت کے ذمہ داران حضرات کی توجہ اس زبوں حالی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔جس کا ہم سب شکار ہیں۔ ہم اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اپنی مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے مخالف ہرگز نہیں اس لئے کہ

دینیۓ کفر کے عالم اسلام کے خلاف مذموم عزائم کے حوالے سے زمینی حقائق اتحاد و اتفاق کے متقاضی ہیں۔

لیکن ہم اس بات پر حیران ہیں کہ کیا اس اتحاد کا مطلب صرف اہل سنت والجماعت کو استعمال کر کے دیگر فرقوں کو تقویت پہنچانا تھا؟ جب ہم قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اہل سنت والجماعت کی سیٹوں بالخصوص متحدہ مجلس عمل کے حوالے سے ارکان اسمبلی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ خدشہ حقیقت کا روپ دھارتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت کی ایک معروف دینی سیاسی شخصیت کو کرسی صدارت پر براجمان کر کے اہل سنت کے خلاف جو مکروہ کھیل کھیلا گیا وہ اب راز نہیں رہا۔

اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کا ہولڈ ہے تو پنجاب اور سندھ سے متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے جمعیت علماء پاکستان کے لوگ منتخب کیوں نہ ہو سکے۔

اگر اتحاد کی برکت سے دیگر مکاتب فکر مستفید ہوئے تو اہل سنت والجماعت کے خلاف اس سازش کا پس منظر کیا ہے۔ قوم جاننا چاہتی ہے۔ اور صدر متحدہ مجلس عمل کا اخلاقی فرض بنتا ہے کہ کم از کم اہل سنت کے ان حلقوں کو تو مطمئن کریں جو اُن سے وابستہ ہیں۔ (النظامیہ ص ۷)

ہم اس موضوع پر کہ قوم ان شدت پسند بریلویوں کے ساتھ کیوں نہیں رہی۔ کوئی تبصرہ کر کے معاصر محترم کے زخموں پر کوئی مزید نمک چھڑکنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ بریلویت کا گراف اب بڑی تیزی سے گر رہا ہے۔ اور وہ بریلویت تو بالکل دم توڑ چکی ہے۔ جسے مولانا احمد رضا خاں نے اپنے دین و مذہب کے نام سے قائم کیا تھا۔ اور وہ بریلویت اب چند سر پھرے لوگوں کو مستثنیٰ کر کے بالکل دم توڑ چکی ہے۔ ان بریلویوں کا عقیدہ بقول مولانا ابوالخیر محمد زبیر (حیدر آباد کراچی) یہ ہے۔

اس فرقے کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلحضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرمؐ سے بڑھ کر ہے (مغفرت ذنب ص ۶)

العیاذ باللہ .... ثم العیاذ باللہ

بیسویں صدی کے ختم کو تین ماہ باقی تھے کہ اجمیر شریف کا سالانہ عرس رکھا گیا اس وقت ان مرکزی درسگاہوں کے زائرین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کو کس نظر احترام سے دیکھتے تھے اس کے لئے ان مصنفین کے اسماء گرامی کا مطالعہ کیجئے جن کے نام خواجہ سید عزیز الرحمٰن برزخی نے اپنے اس پمفلٹ میں دیئے گئے ہم اختصار کے پیش نظر اس کے ص ٥٦ کا عکس ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

This year the Sacred Urs (Death Anniversary) of Khwaja Gharib Nawaz will be celebrated from 30th September to 8th October 2000.

فہرست کتب (جن سے مضامین اخذ کئے گئے)

۱۔ فیوض الحرمین	از	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۔ انفاس العارفین	از	" " " " "
۳۔ امداد المشتاق	از	" مولانا اشرف علی تھانوی
۴۔ امداد السلوک	از	" مولانا رشید احمد گنگوہی
۵۔ جامع کراماتِ اولیاء	از	" شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبھانی
٦۔ طبقات	از	" علامہ سخاوی
۷۔ مرج البحرین	از	" شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۸۔ روحانیتِ اسلام	از	" مولانا الحاج واحد بخش سیال چشتی صابری
۹۔ (Influence of Islam on Indian Culture)		
ہندوستانی تہذیب پر اسلامی اثرات	از	ڈاکٹر تارا چند (مورخ)
۱۰۔ منصب امامت	از	مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی

نوٹ: ہمارے ادارے کی جانب سے یہ نایاب تحفہ آپ لوگوں کی خدمت میں مفت پیش ہے اسکے علاوہ بھی آپ کو کسی قسم کی اسلامی دینی کتابوں کی ، اسلامی کلنڈر کی ضرورت ہو تو ہم سے رابطہ قائم کریں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قوم نے مولانا احمد رضا خاں کی لگائی ہوئی اختلاف کی آگ کو سال گزرنے کے باوجود قبول نہیں کیا تھا جس طرح مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی ہیں دیوبندی بریلوی اختلافات صرف چند الزامات کا نام ہے جس کے پیچھے ضد، ذاتی انا اور انگریزوں کی سیاسی پالیسی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔

مطالعہ بریلویت کی چھٹی جلد میں ہم بریلویوں کی بہت سی ان بدعات کی نشاندہی کرآئے ہیں جو انہوں نے درود شریف کے اردگرد پھیلا رکھی تھیں۔ موقع کی مناسبت سے ہم یہاں ان کی اس جرأت کا بھی کچھ ذکر کئے دیتے ہیں جو یہ دوران تلاوت قرآن عمل میں لائے ہیں۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو تم اسے سنو اور چپ رہو۔ اگر آواز تم تک نہ پہنچے اور تم سن نہ پاؤ تو دوسرا حکم یہ ہے کہ تم چپ رہو یہ پھر بھی تمہارے لئے واجب التعمیل ہے۔ یہ قرآن کریم کی تعظیم ہے کہ جب یہ پڑھا جارہا ہے اور تم ان لوگوں میں ہو جن کے لئے پڑھا جارہا ہے تو اگر تم اسے سن نہیں رہے پھر بھی قرآن کریم کی تعظیم میں تم چپ رہو۔ قرآن پڑھے جانے کے سامنے تمہاری زبان حرکت نہ کرے۔

و اذا قری القرآن فاستمعواله وانصتو لعلکم ترحمون (پ ۸ الاعراف)

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے غور سے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مگر ایسے بریلوی بھی ہیں جو اپنا جماعتی شعار سمجھتے ہیں کہ جب امام آیت کریمہ جس میں حضورؐ پر درود وسلام کا حکم ہے۔ پڑھے تو مقتدی اس کے درمیان با آواز بلند ''حق نبی'' کہیں۔ وہ اسے اس آیت کے دو حصوں میں وقف کے دوران پڑھتے ہیں ان کے ریحان احمد مظہری لکھتے ہیں:۔

ہمارے اس علاقہ میں یہ سنیت (بریلویت) کا شعار بن چکا ہے کہ پانچوں وقت اہل سنت والجماعت کی مساجد میں نماز کے بعد امام صاحب آیت مبارکہ انّ اللـه و ملئکة یصلون علی النبی پڑھتے ہیں۔ جب وہ علی النبی پر پہنچتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے وقف کرتے ہیں جس کے دوران تمام مقتدی ''حق نبی'' کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں اس کے بعد امام صاحب آیت کریمہ کا دوسرا حصہ تلاوت کرتے ہیں۔

یا ایها الذین اٰمنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما (پ ۲۲ الاحزاب)

اس پر تمام مقتدی بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ (رسالہ حق نبی ص ۶)

آیت درود پڑھتے ہوئے درمیان میں حق نبی کا نعرہ

سوال یہ ہے کہ امام کا اس آیت کی تلاوت میں وقفہ کرنا قرأت کے حکم میں ہے یا اس وقت امام قرأت

قرآن سے باہر ہے۔ اور مقتدیوں کا اس وقت باآواز بلند حق نبی کہنا قرآن کے اس حکم کے خلاف نہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور خاموش رہو۔ یہ بات یہاں تنقیح طلب ہے کہ کسی آیت کے دوران تلاوت اس میں اپنے الفاظ داخل کئے جاسکتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح آیت پوری نہیں رہتی۔ آیت کا ایک حصہ پڑھا جائے اور دوسرا نہ تو وہ آیت رہتی ہے نہیں۔

الجواب

قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اس میں اپنے الفاظ کو داخل کرنا حضور اکرم ﷺ سے یا صحابہ کرام سے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں آیت پوری پڑھ لی جائے تو پھر کوئی الفاظ اپنی طرف سے کہے جائیں اور یہ نماز میں نہ ہو۔ تو یہ جائز ہے اور پھر دوسری آیت شروع کی جائے لیکن ایک آیت کی تلاوت کے دوران اس میں حق نبی کے الفاظ داخل کرنا قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرنا ہے تو یہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کہیں ثابت نہیں۔ چہ جائیکہ اسے اہل سنت کا شعار کہا جائے۔ یہ بریلویوں کا شعار ہو سکتا ہے اور اسی وقت سے جب بریلویت حیدر آباد کے اس علاقہ میں آئی۔ ورنہ مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خان ان کے خلاف اس نام سے رسالہ نہ لکھتے "سنو اور چپ رہو"۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

ہم انشاءاللہ العزیز آگے اس موضوع پر کچھ تفصیل سے بات کریں گے۔ واللہ ھو الموفق لما یحبہ ویرضی بہ

باب ششم

شرک و بدعت کے پودے کہاں پھوٹتے ہیں؟

نعت کی لہروں میں اور مزارات کے پھیروں میں

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد

آنحضرت ﷺ نے خود اپنے آپ کو مخلوق کی حد میں رکھا اور اس بات کو سختی سے روکا کہ آپ کو نعت و ثناء میں کوئی لامحدود درجہ دیا جائے اور دعویٰ کیا جائے کہ عشق و مستی میں سب روا ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　　وہی ظاہر وہی باطن وہی یسین وہی طٰہٰ

عشق مستی میں بھی حدود شرعیہ سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبده ورسوله ...... متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۴۱۷)

(ترجمہ) تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا (حد سے نہ بڑھنا) جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھایا۔ میں سوائے اس کے نہیں کہ اس کا (اللہ کا) بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں

اس حدیث سے پتہ چلا کہ انبیاء اکرام کی نعت و مدح کے لئے ایک حد مقرر ہے اس حد سے نہ بڑھنا چاہئے وہ حد یہ ہے کہ انہیں اللہ کی بندگی میں رکھا جائے انہیں اللہ کا رسول مانا جائے اور کسی درجہ میں بھی انہیں خدا کے ساتھ نہ ملایا جائے۔

نصاریٰ کے اس غلط عمل کو (کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کے درجہ میں لے گئے) قرآن کریم نے بھی مبالغہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ ایک ہی ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں ہوسکتا حضرت عیسیٰ کو اس سے عار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہیں۔

یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق انما المسیح

عیسی ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ القھا الیٰ مریم و روح منہ فامنوا باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلثۃ انتھوخیراً لکم انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد (پ ۶ النساء ۱۷۱)

اے اہل کتاب نہ مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور نہ کہو اللہ کی شان میں مگر حق بات بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ جو اس نے ڈالا مریم کی طرف اور ایک روح ہے اس کے ہاں کی۔ سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو خدا تین ہیں اس بات سے اب بھی رک جاؤ یہی تمہارے لئے خیر ہے۔ بے شک اللہ معبود ہے اکیلا۔ اس کے شایان شان نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مدح وتعریف کی ایک حد مقرر ہے انہیں کبھی خدائی کے درجہ میں نہ لے جانا۔ بریلویوں میں وہ لوگ بہت نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور کی تعریف کے لئے کوئی حد نہیں۔ یہ خالق اور مخلوق کے فاصلے کو مٹانا اپنے دین کو تباہ کرنا ہے جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اسلام سے نکل گئے۔

حضرت شیخ الہند لکھتے ہیں:۔

نہ کسی مخلوق میں اس کا شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اس کی ذات پاک میں اس کی گنجائش اور نہ اس کو حاجت ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا بیٹا یا شریک کہنا اس کا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔

(فائدہ) مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لئے بیٹا یا کسی کو اس کا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع مخلوقات کو مخلوق باری اور باری تعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کارسازی کے لئے کافی نہیں جانتا گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد ''سبحانہ ان یکون لہ ولد'' میں جس ناپاکی کی طرف اشارہ تھا اس کا پتہ چل گیا اور فرزند حقیقی اور فرزند مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپاکی چونکہ برابر موجود ہے۔ تو خوب سمجھ میں آ گیا کہ اس کی ذات مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ

اس کا کوئی بیٹا پیدا ہوا ایسا ہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنائے۔
شرک کا دوسرا بڑا سبب مزارات کے ساتھ خدا کا سا معاملہ کرنا ہے۔ سجدہ صرف خدا کے لئے ہے قرآن کریم کو تعظیم کی تاویل سے سجدہ کرنا یہ بھی شریعت سے نکلنا ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں حضور ﷺ نے وفات کے وقت فرمایا۔

لعنة الله علی الیهود النصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد یحذر مثل ما صنعوا (صحیح مسلم جلد ا ص ۲۰۱)

(ترجمہ) اللہ کی یہود و نصاری پر لعنت ہو انہوں نے اپنے (بنی اسرائیل کے) نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا یہ بات آپ نے مسلمانوں کو ان کے سے عمل سے ڈرانے کے لئے کہی کہ وہ ایسا کریں تو وہ بھی ویسے ہو جائیں گے۔
یعنی مسلمان بھی اگر اپنے بزرگوں کی قبروں سے یہی معاملہ کریں تو یہ بھی ان کی طرح اللہ تعالی کی لعنت کا مورد بنیں گے۔ آج دیکھیں وہ کون سا عمل ہے جو بریلویوں نے ان کی طرح اپنے بزرگوں کے مزارات پر نہیں کر رکھا۔
آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:۔

ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبره مسجداً و صوروا فيه تلك الصور اولئك شرار خلق الله عند الله عزوجل يوم القيمة (ایضاً ص ۲۰۱)

(ترجمہ) ان لوگوں میں جب کبھی کوئی بزرگ ہوتا اور وہ مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ (اس کی تصویریں) لگاتے۔ اللہ رب العزت کے ہاں یہ قیامت کے دن بدترین خلائق ہوں گے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:۔

انما نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن اتخاذ قبره وقبر غیره مسجداً خوفاً

من المبالغه في تعظيمه ولافتنان به فربما ادیٰ ذلك الی الکفر کما جری
لکثیر من الامم الخالیه (شرح صحیح مسلم جلد ا ص ۲۰۱)
حضورﷺ نے اس کی اور دوسرے بزرگوں کی قبروں پر عبادت گاہ بنانے سے اس لئے روکا کہ وہ ان بزرگوں کی شان میں زیادہ تعظیم کرنے لگیں اور اس فتنہ میں نہ گھریں کیونکہ ایسا بسا اوقات کفر تک لے جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلی قوموں میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

علامہ شامی نے تصریح کی ہے کہ دنیا میں بت پرستی کی ابتداء قبر پرستی سے ہوئی۔ پہلے قبروں پر سجدے ہوتے رہے۔ اور تعظیم کی تاویل چلتی رہی قبروں سے حاجات مانگی جاتی رہیں۔ اور اولیاء کے عطائی درجے میں حاجت روا ہونے کی تاویل چلتی رہی۔ قبروں پر چڑھاوے چڑھتے تھے۔ اور ان پر بزرگوں کے سامنے نذرانہ پیش کرنے کی تاویل ہوتی رہی۔ ہندوؤں کے ہاں مرنے والوں کو دفن نہ کرتے تھے۔ سوانہوں نے قبروں کی بجائے اپنے بزرگوں کے بت اور مجسمے ان کی یاد بنالئے اور اپنے مندروں اور گھروں میں تعظیم کے تھان بنالیا۔

بریلویوں کا عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں ہر کام اور فعل میں موثر اور مدبر نہیں بلکہ دوسرے حضرات بھی اس کے ساتھ تدبیر و تصرف میں شریک ہیں بلکہ مشکل کام اولیاء و مرشدین کے سپرد فرما دیتا ہے اور نسبتہً آسان کام اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے۔ (دیکھئے ازالۃ الریب ص ۶۸)

پھر لکھتے ہیں:۔

جو مقام محبوب پر فائز ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مظاہر بن جاتے ہیں اور انہی کے ساتھ فریادیوں کے پاس امداد کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ (دیکھئے ازالۃ الریب ص ۲۶)

مسلمانوں کے لئے شرک کے خطروں سے بچنے کی راہیں خود حضورﷺ نے تجویز فرمائی ہیں۔ وہ یہ کہ مسلمانوں میں آپ کی عبدیت اور بندہ ہونے کا اقرار اور اعلان برابر ہوتا رہے۔ آپ نے فرمایا:۔

۱۔ لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہ ورسولہ

یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی نعت وثناء میں جس مبالغہ پر آ گئے تم اس سے بچنا اور اس کی یہی راہ ہے کہ میری رسالت کے اعلان کے ساتھ ساتھ میری عبدیت اور بندہ ہونے کا اقرار بھی ہوتا رہے۔
بندہ ہونا کیا ہے۔ اور عبدیت کے تقاضے کیا ہیں اس کی بحث آپ آگے کہیں دیکھیں گے۔

۲۔ اس امت میں حضور ﷺ کے نام کے ساتھ درود شریف پڑھنا لازمی ٹھہرایا گیا۔ درود کیا ہے؟ اللہ کے حضور میں التجا کہ اے رب کریم! حضورؐ کے درجے اور بڑھا آپ پر رحمت برسا اور آپ کی عزت و تعظیم اور بڑھ کر ہو۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حضور کو اپنی رحمت کے خزانوں سے اور دینا کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہر آن حضور پر رحمت مزید ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور حضور کا اللہ تعالیٰ سے ان رحمتوں کا لینا کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کتنے خزانے کیوں نہ دے ان میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ اور حضور اللہ سے کتنے اور خزانے کیوں نہ لیں آپ کا لینا ختم نہیں ہوتا۔ آپ پر خدا کی رحمت دن رات ہر لحہ و آن مزید اور مزید برستی ہے۔

جب اللہ کا مزید دینا اور حضور کا مزید لینا کبھی ختم نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں کبھی برابر نہ ہو سکیں گے۔ اور یہ کبھی نہ کہا جا سکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا دینا تھا دے دیا۔۔۔۔ ایسا نہیں یہ سلسلہ بہ تقاضائے درود ہر لحہ و آن جاری ہے۔ سو سچے دل سے درود شریف پڑھنے والا کبھی شرک میں مبتلا نہ ہوگا۔ اور وہ کبھی عطا سے بھی نعمائے الٰہی کو آپ پر ختم ہوتی نہ مانے گا۔ مسلمانوں کو یہ جو درود شریف کا تحفہ ملا اس نے مسلمانوں کو اب تک شرک سے بچایا ہوا ہے۔ اور جو لوگ درود شریف پڑھتے بھی شرک و بدعت سے نہیں بچے انہوں نے پورے اخلاص سے کبھی آپ پر درود پڑھا ہی نہیں۔

ہم انشاء اللہ العزیز آگے درود شریف کے مختلف پیرایوں صیغوں اور اس کے اثرات پر بھی کچھ بحث کریں گے۔ واللہ ھو الموفق

پھر صرف درود شریف ہی نہیں، امت کو آپ پر سلام پڑھنے کا بھی حکم ہوا اور سلام صرف آپ پر نہیں تمام انبیاء و مرسلین پر ڈالا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے

وسلام علی المرسلین و الحمدلله رب العالمین (پ۲۳ الصافات ۱۸۱)
(ترجمہ) اور سلامتی ہو پیغمبروں کی اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ پالنے والا ہے تمام جہانوں کا
حمد وسلام کی ایک ترتیب یہ ہے۔ الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی (پ ۱۹ النمل ۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ایک نام سلام ہے وہ خود سلام ہے ہمیشہ کی سلامتی اس کی شان ہے۔ سلامت رہنا اس کی اپنی چیز ہے۔ حاجت اور خوف کے وقت سلامتی اس سے مانگی جاتی ہے۔ وہ سلامتی دیتا ہے مومن اس سے سلامتی مانگتا ہے حضرت ثوبان کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد اس طرح اللہ سے سلامتی مانگتے تھے۔

اللهم انت السلام و منك السلام تبارکت ذاالجلال ولا کرام (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۸)

اے اللہ تو ہی سلام ہے اور تجھی سے (دوسروں کو) سلامتی ملتی ہے۔ اے جلال واکرام والے! تیری ذات برکت والی ہے۔

یہ سلامتی کی دعا صرف اس شخص کے لئے مانگی جاسکتی ہے جو حاجت مند ہو اس کے لئے نہیں جو حاجت روا ہو۔ یہ اس کے لئے مانگی جاسکتی ہے جس پر آفتوں اور بیماری کے خطرات ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر سلام نہیں پڑھا جاسکتا وہ تو سلامت ہی سلامت ہے۔ کسی پر سلام پڑھا جانا اس کے مخلوق ہونے علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۳۰)

عبارت از اشعہ

نماز میں سلام کے تین مورد رکھے گئے ہیں۔

۱۔ حضور اکرم ﷺ کے لئے سلامتی کی دعا کی جائے۔ السلام علیك ایها النبی
۲۔ نمازی اپنے اور اپنے تمام شرکائے جماعت کے لئے سلامتی مانگتا ہے۔ السلام علینا

۳۔تمام اولیاء اللہ کے لئے سلامتی کی درخواست......وعلی عبادہ اللہ الصالحین

اللہ رب العزت کے لئے سلامتی نہیں مانگی گئی۔اس کے لئے تینوں عبادتیں خاص کر دی گئیں وہ زبانی ہوں یا بدنی یا مالی۔عبادت کوئی بھی ہو۔اس کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔التحیات للہ والصلوٰت والطیبات اس کے بعد مندرجہ بالا تین سلام مخلوق پر ڈالے گئے۔حضور ﷺ کو اس کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔جو عبادت کے لائق ہو۔ان کے ساتھ رکھا جن پر سلامتی ڈالی جاتی ہو۔اور انہیں خدا سے یہ سلامتی ملتی ہو۔حضور کے لئے ہر وقت خدا سے سلامتی مانگنا نمازی کو شرک کے ہر خطرے اور بدعت کی ہر آلودگی سے بچاتا ہے۔

۴۔قرآن کریم کی بعض آیات متشابہات کے قبیل سے ہیں اور بعض احادیث بھی متشابہات کے درجہ میں ہیں۔جیسے ''ان اللہ خلق آدم علی صورتہ '' و غیرھا عقائد میں متشابھات سے وہی استدلال کرے گا جس کے دل میں کجی اور بد نیتی ہو۔

۴۔شرک کے خطروں سے تحفظ کی چوتھی راہ یہ ہے کہ بعض ان چیزوں سے بھی کُلی پرہیز کی جائے جو خود تو شرک نہیں لیکن آئندہ شرک تک لے جانے کا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔سدالللباب ان سے بھی بچے۔

۵۔اسی طرح عقائد میں ان احادیث سے بھی استدلال نہ کرے جو قطعیت کے درجہ تک نہیں پہنچیں۔گو وہ سنداً صحیح ہوں۔ البتہ ان سے قرآن کریم اور احادیث قطعیہ الثبوت کی تائید میں استدلال ہو سکے گا۔شاذ اور نادر روایات کو اس راہ میں بالکل جگہ نہ دی جائے۔

۶۔تابعین کرام،ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے طریقے پر چلنے سے وہ سلامتی کی راہ مل جاتی ہے جس میں شرک و بدعت کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔کہ اگر کوئی بات کتاب وسنت میں واضح پیرایہ میں نہ ملے تو فلیقض بما قضی بہ الصالحون رواہ النسائی تو اپنی رائے قائم کرنے کی بجائے پہلے صالحین امت کی مشایعت میں رہے۔

نعت کی لہروں میں افراط مدح کے خطرے

نعت بے شک جلسہ کی رونق اور وعظ و تقریر کی زینت ہے۔حضور اکرم ﷺ کی مدح و ثناء بلاشبہ مومن کا

سرمایہ ایمان ہے۔ لیکن ان پھولوں کے گرد کانٹوں کی ایک باڑ بھی کھڑی ہے۔ نعت لکھنے والا یا پڑھنے والا اگر کہیں شرک کے کانٹوں میں پھنستا ہے۔ تو یہ علماء کا فرض ہے کہ وہ اسے عبدہ ورسولہ کے درس سے حد افراط پر نہ آنے دیں ایسے موقعوں پر کئی بریلوی یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ حضور کی تعریف جہاں تک کی جائے کم ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

ایسا ہرگز نہیں اس کے لئے ایک حد مقرر ہے اور وہ یہ کہ کہیں خالق ومخلوق کا فاصلہ عبور ہونے نہ پائے۔ حضور ﷺ نے تو سردار کہلانا بھی پسند نہ فرمایا ایک شخص نے آپ کو سید کہا آپ نے فرمایا سردار سب کا اللہ ہے۔ یہ اس لئے کہ سردار میں مالک ومختار ہونے کا پہلو بھی نکلتا تھا۔ ورنہ یہ کسے معلوم نہیں کہ آپ جمیع اولاد آدم کے سردار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن الشخیرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بنی عامر کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے حضور کو کہا "انت سیدنا"۔ آپ نے فرمایا سید سب کا اللہ ہے۔ ہم نے کہا آپ ہم سب سے افضل ہیں اور ہم سب میں بڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ کہہ سکتے ہو بلکہ اس میں سے بھی کچھ کہو اور یہ فرمایا کہ (مجھے حد سے بڑھانے میں) کہیں شیطان تمہیں جری نہ کردے کہ تم میری تعریف کرنے میں جری ہو جاؤ۔ بے خوف ہو کر میری مدح کرو۔ آپ نے فرمایا:۔

قولوا قولکم اوبعض قولکم ولا یستجرمنکم الشیطان (رواہ احمد وابوداؤد کمافی المشکوۃ ص ۴۱۸)

اس سے پتہ چلا کہ نعت خواں نعت میں مبالغہ اور زیادتی بالکل نہ کرے اور حضور کو بندہ اور مخلوق ہونے کی حد سے نہ نکالے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب مسلمانوں میں عمل کی قوت تھی اور ان کی راہ عمل حضور کی سنت تھی پھر جب لوگوں کی ہمتیں کمزور پڑ گئیں تو علمائے سُو نے لوگوں کو محبت اور نعتوں کے ذریعہ نجات کی راہ بتائی۔ عمل کمزور پڑنے لگے نعرے زور سے لگنے لگے اور اسلام بدعتوں میں ڈھلنے لگا ابوالفضل اور فیضی درباری علماء بنے تو اللہ تعالیٰ نے جہانگیر کے دور میں امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ) کو سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفتوں پر لا کھڑا کیا۔ آپ اسلام کے دوسرے ہزار

سال کے پہلے مجدد تھے۔

بریلویت کا نام تو ابھی سامنے نہ آیا تھا۔ نہ حضرت مجدد الف ثانی دیوبند کے رہنے والے تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بدعت کی سیاہ رات میں حضرت مجدد الف ثانی نے سنت کے چراغ پوری ہمت سے روشن کئے آپ فاروقی النسب تھے اور یہی فاروقی رگ پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجاہد بالا کوٹ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید اور حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی میں پھڑکی۔ اور اہل حق کا یہ سلسلہ اس دور متاخر میں اب علماء دیوبند کے نام سے چلا آرہا ہے۔

ہوتا ہے جادہ پیا اب کارواں ہمارا

عبدہ ورسولہ کا اقرار ان تمام خطروں کا سد باب ہے

عبدہ کا لفظ حضور کے بارے میں خدائی کا ہر شبہ دور کر دیتا ہے جب آپ اللہ کے بندے ٹھہرے تو ظاہر ہے کہ آپ ہر بات میں خدا کے حکم کے پابند ہیں۔ عطائی طور پر بھی مختار کل نہیں ہیں۔ رسول ہونا بھی بتلاتا ہے کہ آپ کسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے آپ کو احکام دیئے ہیں شارع حقیقی صرف وہ ہے اور آپ پہنچانے والے ہیں **شیخ عبدالحق محدث دہلوی** (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

نبی اور رسول سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں بشریت کے تمام درجوں میں سب سے اونچا درجہ نبوت اور رسالت کا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۱۰۲)

نماز ایک عبادت ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت ہے اس کے جملہ فرائض التحیات میں عبدہ ورسولہ کے اقراء پر ختم ہوئے ہیں دوسرے درجے میں شرک سے بچنے کی راہ جیسا کہ ہم مقدمہ میں کہہ آئے ہیں درود شریف ہے نمازی عبدہ ورسولہ کا اقرار کرنے کے بعد درود پڑھتا ہے۔

اللھم صلِّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید

نماز کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے اور درود شریف کے آخر میں بھی اس کے حمید مجید ہونے کا

اقرار ہے پھر اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعائیں ہیں پھر نمازی سلام کہہ کر اس دنیا میں واپس آجاتا ہے۔

عبدہ ورسولہ کے معنی

عبد کا لفظ عبدیت اور عبودیت دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے کام کرنا جن سے اللہ راضی ہو اسے عبدیت کہتے ہیں اور بندے کا اس کے ہر فیصلے اور نفاذ حکم پر اس سے راضی ہونا عبودیت ہے۔ آخرت میں عبادت نہ ہوگی۔ وہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔ عمل کی دنیا ختم ہو چکی۔ لیکن عبودیت وہاں بھی ہوگی۔ مومنین اللہ کے ہر فیصلے پر اور اس کی ہر عطا پر راضی ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

بندہ صالح وہ ہوتا ہے جو عبودیت کا حق ادا کرے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہے (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۴)

اس سے پتہ چلا مقام عبودیت مقام عبدیت سے افضل ہے عباد اللہ کی صفت صالحین اسی جہت سے ہے کہ مقام صلاح مقام عبدیت سے بھی آگے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ السلام علینا و علیٰ عباداللہ الصالحین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

صلاح اس حالت کا نام ہے جب بندہ کی مرضی ارادہ اور خواہش نفس ختم ہو جائے اور بندہ اللہ کی پسند باتوں پر قائم ہو جائے۔ (فتوح الغیب)

صحابہ کرامؓ سے اللہ راضی ہوا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہر طرح سے راضی ہوئے رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ میں صحابہ کے اسی مقام کا بیان ہے۔

عبدیت اور عبودیت میں احتیاجمندی کا اظہار ہے

عبدہ ورسولہ میں حضورؐ کی عبدیت اور عبودیت کا اقرار اور آپ کے معبود ہونے کی نفی اور اللہ کے حضور آپ کے حاجتمند ہونے کی ایک قوی دلالت ہے۔ علامہ ابن نجم (۹۶۹ھ) عبودیت کی تعریف

میں لکھتے ہیں:۔

ھی مبنیۃ عن النقص لدلالتھا علی الافتقار والحاجۃ (البحرالرائق جلد اول ص ۳۲۴)

عبدیت اور عبودیت اس کمزوری کا پتہ دیتی ہے جو حاجتمندی اور ضرورت مندی میں لپٹی ہے۔

آنحضرت کو بادشاہی اور بندگی میں سے ایک کو لینا تھا

قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں حضور کو بادشاہ، نبی اور بندہ نبی میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا گیا۔ آپ نے بندہ نبی بننا پسند فرمایا۔ آپ کو اس نیک اختیار میں سے تین انعام دیے گئے۔

۱۔ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ٹھہرے۔

۲۔ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کے لئے زمین پھٹے گی۔

۳۔ آپ کو مقام شفاعت دیا گیا۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں، آپ نے فرمایا:۔

(ترجمہ) میں بندہ ہوں کھانا کھاتا ہوں بندوں کی طرح بیٹھ کر اور بیٹھتا ہوں بندوں کی طرح (شفاء جلد ۱ ص ۷۶)

آنحضرت نے اپنے وکیل ہونے کی نفی فرمادی

آنحضرت ﷺ نے امت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی نفی فرمادی آپ نے اپنے کو امت کے مختار کل ہونے کے درجہ پر نہ رکھا۔ قرآن کریم میں ہے۔

قل لست علیکم بوکیل (پ ۷ الانعام ۶۵)

وما انا علیکم بوکیل (پ ۱۱ یونس ۱۰۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میں نہیں تمہارا کارساز اور میں تم پر مختار نہیں ہوں۔

وکیل اپنے موکل کی طرف سے پورے اختیارات رکھتا ہے حضورؐ نے رسول ہونا تسلیم فرمایا۔ اپنے وکیل ہونے کی کھلے طور پر نفی کردی وکیل اپنے موکل کی طرف سے پورے اختیارات رکھتا ہے۔ حضورؐ

نے رسول ہونا تو تسلیم فرمایا اپنے وکیل ہونے کی کھلے طور پر نفی کر دی۔ مگر بریلوی لوگ برابر اپنی لکیر پیٹتے جا رہے ہیں۔ اور بڑے زور وشور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اعلانات کو جھٹلاتے ہوئے آپ کو مختار کل کہتے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ باتیں صرف اوپر اوپر سے کہتے تھے حقیقت میں تو آپ مختار کل تھے۔

التحیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز اول سے لے کر آخر تک صرف ایک خدا کی عبادت ہے سو کسی نمازی کو نہ چاہیے کہ وہ التحیات میں خدا سے صَرف ہمت کر کے اب اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر کرے۔ نمازی کو آخر تک اللہ تعالیٰ سے دھیان ہٹانے کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ نمازی سلام کہہ کر نماز سے نکل جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام

یہاں پہلا سوال یہ ابھرتا ہے کہ حضور پر درود بصورت انشاء بھیجا جائے یا بصورت خبر۔ درس وتدریس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بیشتر خبر کے طور پر آتا ہے۔ حدیث پڑھتے کہا جاتا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس موقع پر درود شریف بھی بہ پیرایہ خبر پڑھا گیا اور معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

لیکن نماز میں جب ہم کہتے ہیں:۔

اللھم صل علی محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ اٰل ابراہیم

(ترجمہ) اے اللہ تو حضرت محمدؐ پر اور آپ کی آل پر اور رحمت فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت فرمائی۔

تو یہاں درود شریف بہ پیرایہ انشاء پڑھا جا رہا ہے۔ ''صل'' امر کا صیغہ ہے جو یہاں طلب کے معنی میں ہے کہ اے اللہ آپ پر اور درود بھیج۔ تو اس میں خطاب اللہ رب العزت سے ہی رہا یہ بصیغہ طلب ہے بصیغہ خبر نہیں)

جلیل القدر حنفی مفسر علامہ محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں:۔

وذكروا ان الاتيان بصيغة الطلب افضل من الاتيان بصيغة الخبر (روح المعاني جلد ۲۲ ص ۷۹)

(ترجمہ) علماء نے کہا ہے کہ درود شریف بصیغہ طلب پڑھنا صیغہ خبر میں پڑھنے سے افضل ہے۔

جو درود نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ ہر دوسرے پیرایہ سے افضل ہے یہیں سے اس عقیدے نے شہرت پائی۔ کہ درود ابراہیمی سب درودوں سے افضل ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ جملہ خبریہ ہے انشائیہ نہیں لیکن اسے بھی تاویل سے یا مجاز سے انشاء بنایا جاسکے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

والجملة خبر ية لفظاً منقولة الى الانشاء او مجاز فيه بمعنى اللّهم صلّ (ردالمحتار جلد۱ ص ۱۴)

سو بریلویوں کا ''صلّی الله عليك يا رسول الله'' کو درود ابراہیمی سے افضل جاننا درست نہیں ہے۔

کیا درود شریف حضور کی خدمت میں ایک نذرانہ ہے یا یہ ایک اللہ کی عبادت ہے؟

درود شریف کیا ہے یہ مومن کی اللہ کے حضور ایک دعا ہے کہ اے اللہ حضورؐ پر اپنی اور رحمتیں نازل فرما اور ظاہر ہے کہ دعا ایک عبادت ہے بلکہ ساری عبادت کا مغز ہے۔

یہ حضور کی خدمت میں ایک نذرانہ نہیں ہے یہ اللہ کے حضور میں ایک دعا ہے۔ سو درود پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ میں حضور کو کچھ نفع پہنچا رہا ہوں۔ وہ یہ سمجھے کہ میں اپنے عقیدہ توحید کو ہی پختہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حضور پر اپنا کرم اور اپنا فضل اتارنا کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور حضورؐ کا اس کی مزید رحمتوں کا مورد بننا بھی کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ سو اللہ اور اس کا رسول کبھی کسی بات میں برابر نہ ہوسکیں گے۔ نہ ان کا لینا ختم ہوگا نہ ان کا دینا۔ درود پڑھنے والے کی یہ دعا اس کے عقیدہ میں کبھی دونوں کو ایک نہ ہونے دے گی۔ آپ پر یہ عطاء الٰہی ہر لحہ و ہر آن جاری ہے۔ بریلویوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کائنات کے سب خزانے عطا فرما چکا۔ اللہ رب العزت کی عطا تو اب بھی جاری ہے۔

حضور پر سلام پڑھنا بھی اسی عقیدہ توحید کی توثیق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ڈالنا اور آپ پر سلام پیش کرنا یہ آپ کے مخلوق ہونے کا اقرار ہے۔ وہ صرف خدا ہے جس پر سلام نہیں ڈالا جاتا۔ باقی رہے انبیاء و مرسلین تو وہ سب سلام کا مورد ہیں۔ وسلام علی المرسلین۔ ان پر اللہ رب العزت کی طرف سے سلامتی اترتی ہے اور ہر سلامتی جو انہیں ملی ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ وہی ایک ہے جو سلام ہے اور جس کو سلامتی ملی وہ سلامتی اسی کی طرف سے ہے اللھمّ انت السلام و منک السلام۔

سلام کے معنی کیا ہیں؟

السلامۃ من کل مکروہ...... (ردالمحتار شامی جلد ۱ ص ۱۲)

ہر مصیبت، ہر ناگوار اور ہر ناپسند چیز سے سلامت رہنا (اس سے بچ نکلنا ہے)

سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے قرآن کریم میں اس طرح دیا گیا ہے۔

ھو اللہ الّذی لا الہ الاّ ہو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون (پ ۲۸ الحشر ۲۳)

جس طرح قدوس ہونا صرف اسی کی شان ہے اس طرح ہر طرح کی سلامتی اور ہمیشہ کی سلامتی صرف اسی کی ہے۔

اب جو کہے کہ اے اللہ مجھے سخت ضرر پہنچی ہے تو مجھے اس سے سلامتی دے تو وہ اس حالت میں تو ہے کہ اس پر سلامتی ڈالی جائے اس کے لئے سلامتی کی دعا کی جائے لیکن اسے سلام (ہمیشہ سلامتی میں رہنے والا) کا نام نہ دیا جا سکے گا۔ وہ صرف خدا ہے جو سلامتی دے دوسروں پر سلامتی اسی کی طرف سے اترتی ہے۔

الھم انت السلام و منک السلام

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے مگر آپ کو ضرر اور تکلیف بھی پہنچی اور آپ نے اللہ رب العزت کی طرف مدد کے ہاتھ اٹھائے۔

وایوب اذنادی ربه انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین فاستجبنا له فکشفنا مابه من ضر(پ ۱۷ الانبیاء ۸۳)

(ترجمہ) اور پکارا ایوب نے اپنے رب کو مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا۔ پھر سن لی ہم نے اس کی فریاد۔ سو دور کردی ہم نے اس کی تکلیف۔

اور اللہ نے ہی آپ کی آواز سنی اور آپ کی تکلیف دور فرمائی تو ہمیشہ کی سلامتی اسی کے پاس ہے حضور اکرم کے امتی بھی اپنے آقا پر سلام بھیج کر اللہ سے آپ کے لئے سلامتی مانگتے ہیں۔

سو حضور پر سلام پڑھنا اپنے ہی عقیدہ توحید کی توثیق ہے مومنین ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو السلام علیکم کہہ کر ایک دوسرے پر سلام ڈالتے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام دو مستقل عمل ہیں ان میں افراد جائز ہے

صلوٰۃ (درود شریف) اور سلام دو مستقل عمل ہیں انہیں مختلف مواقع پر علیحدہ علیحدہ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ درود ابراہیمی میں صرف صلوٰۃ ہے۔ اللھم صلِّ علی محمد و علیٰ آل محمد سلام ساتھ نہیں ہے۔ سلام آپ پر پہلے السلام علیک ایھا النبی میں پڑھا جا چکا ہے۔ علماء خطبوں میں یہ پڑھتے ہیں۔

قل الحمد لله وسلام علیٰ عباده الذین اصطفی(پ ۱۹ النمل ۵۹)

اس میں صرف سلام ہے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنھما کہتے ہیں۔

علمنی رسول الله هؤلاء الكلمات فی الوتر قال قل اللهم اهدنی فیمن هدیت و بارك لی فیما اعطیت ...... وصلی الله علی النبی محمد (سنن نسائی جلد ۱ ص ۱۹۵)

اس میں صرف درود ہے سلام نہیں حنفیہ کے ہاں صلوٰۃ وسلام میں افراد بالاتفاق جائز ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

سو "یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً " میں صلوٰۃ وسلام اسی طرح

جمع ہیں جس طرح ''اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ'' میں مطلق جمع ہے۔ایک جگہ دونوں عمل بجالانے کا حکم نہیں ہے۔ہم جلد دوم کے آخر میں اس پر اپنا ایک پورا رسالہ ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کیا ہیئت اختیار کی جائے

نماز میں قرآن قیام کی حالت میں پڑھا جاتا ہے۔قرآن قیوم کی صفت ہے اور یہ اس کا کلام ہے اس کے لئے حالت قیام ہی مناسب ہے۔تسبیحات رکوع وسجدہ میں پڑھی جاویں اور سلام وصلوٰۃ التحیات کی حالت میں بیٹھے بیٹھے پڑھیں اذکار واوراد کے لئے نماز بہترین پیرایہ ہے اسی میں دیکھ لو کہ درود وسلام بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے یا کھڑے ہو کر۔نماز میں اگر اسے قیام میں جگہ نہیں دی گئی تو نماز کے باہر اس کے لئے قیام کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

مولانا احمد رضا خاں قیام تعظیمی میں خاموش رہتے اور وہ بھی ایک لحہ سے زیادہ نہ ہوتا تھا وہ اسے ایک رسم سے زیادہ درجہ نہ دیتے تھے تاہم وہ ادب اسی میں سمجھتے ہیں کہ رسم قیام ایک نہایت خاموش پیرائے میں ہو۔درود شریف اور سلام بیٹھ کر پڑھا جائے جیسا کہ نماز میں درود بھیجنے کی حالت میں پڑھا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں کے مشہور نعت خواں جناب حافظ کا یہ شعر اس مسئلے کا پورا حل ہے:۔

بجالا کے تعظیم ورسم قیام   بیٹھے بیٹھے پڑھو درود وسلام

درود شریف صرف نماز جنازہ میں کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے۔اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں نہ رکوع وسجود کا عمل ہے نہ التحیات بیٹھنے کا۔اگر وہاں کچھ بھی بیٹھنے کا عمل ہوتا تو اس میں درود بیٹھ کر ہی پڑھا جاتا۔تاہم یقین کیجئے جہاں بھی درود وسلام قیام کر کے پڑھا جائے گا۔وہاں عام طور پر ماتم کے حالات پیدا ہوں گے۔اور جنازے عام اٹھیں گے۔اس خطہ ارضی سے برکت اٹھ چکی جب سے بریلوی برسر عام کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنے لگے ہیں اموات عام ہونے لگی ہیں۔جنازوں کا عام ماحول ہو گیا ہے۔

صلوٰۃ وسلام میں حیئت ادا کیا ہو جہر کیا جائے یا انہیں سراً پڑھا جائے

نمازیں دو قسم کی ہیں (۱) سری اور (۲) جہری نماز۔نماز سری ہو جہری ہو جمعہ کی ہو یا عید کی،فرض

کی ہو یا سنت کی، ہر نماز میں التحیات بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ اور درود وسلام بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں۔ جب نماز میں درود وسلام جہراً نہیں سراً پڑھتے ہیں تو نماز سے باہر صلوٰۃ وسلام دائرہ باندھ کر پڑھنا اور جہراً پڑھنا یہ کہاں سے نکل آیا؟

دعا میں صرف تعلیم کے لئے جہر کیا جاسکتا ہے۔ جب تعلیم پیش نظر نہ ہو تو جہر بدعت ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اذا دعا بالدعاء الماثور جهراً و معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعا لابأس به و اذتعلموا حينئذ يكون جهرالقوم بدعة(فتاویٰ عالمگیری جلد ۴، ص ۱۹۴)

(ترجمہ) جب امام ایسی دعاؤں میں جو لفظاً ماثور ہیں جہر کرے اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہوں اور یہ اس لئے ہو کہ وہ لوگ انہیں سیکھ پائیں۔ تو اس میں حرج نہیں لیکن جب لوگ سیکھ لیں تو اس وقت لوگوں کا بلند آواز سے دعا کرنا (اور درود شریف پڑھنا) بدعت ٹھہرے گا۔

سوال: فتاویٰ عالمگیری کا یہ فتویٰ مطلق دعا کے بارے میں ہے آپ نے درود شریف کو کیوں اس کے ضمن میں لے لیا؟

جواب: جب مطلق دعا کے بارے میں آواز آہستہ رکھنے کا حکم ہے تو یہ حکم درود شریف کو بھی شامل ہوا۔ کیونکہ درود شریف پڑھنا بھی تو حضورؐ کے لئے دعا کرنا ہے۔ تاہم فتاویٰ عالمگیری میں جہاں حاجیوں کے روضہ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے آداب لکھتے ہیں۔ وہاں بھی یہی بات لکھی ہے۔

ولا يرفع صوته ولا يقتصد (فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ص ۲۷۲ كتاب المناسك)

(ترجمہ) نہ آواز بلند کرے نہ درمیانی آواز بالکل آہستہ رکھے۔

تلبیہ بے شک بلند آواز سے پکارا جاتا ہے لیکن اس کے عقب میں درود شریف پڑھے تو آہستہ دبی آواز سے (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۳)

ثم اذا لبى يصلى على النبى المعلم للخيرات صلى الله عليه وسلم و دعا

بما شاء الا انه يخفض صوته اذا صلى عليه (فتاوى عالمگيری ص ۲۲۳)
(ترجمہ) پھر جب تلبیہ کہے تو نبی اکرم معلم للخیرات پر درود پڑھے اور جتنی دیر تک جائے دعا کرتا رہے لیکن جب حضور پر درود پڑھے تو آواز دبی رکھے۔
اس سے بھی زیادہ وضاحت چاہئے تو فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت بھی پڑھ لیں۔

و الاخفاء افضل عند الفزع فی السفینة و ملا عبتهم بالسیوف و كذا الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم (جلد ۴ ص ۱۸۹)
(ترجمہ) کشتی میں گھبراہٹ کے وقت ذکر الٰہی آہستہ آواز سے کرنا بہتر ہے اور تیغ زنی کے وقت بھی آہستہ آواز سے ذکر کریں اور اسی طرح درود شریف بھی آہستہ آواز سے پڑھیں۔
اس سے پہلے فقہ حنفی کے دو مقتدر امام جو علمی حیثیت سے درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔(۱) امام ابن ہمام (۸۶۱ھ) صاحب فتح القدیر اور (۲) علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) صاحب البحر الرائق اس مسئلہ میں یہی بات کہہ چکے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام میں آہستہ آواز اختیار کرے فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

يستحب ان يصلى على النبى المعلم للخير صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من التلبية و يخفض صوته بذلك (فتح القدير جلد ۲ ص ۱۴۷)
(ترجمہ) حضور اکرمؐ جو دنیا کو خیر سکھلانے والے تھے لبیک پکارنے کے بعد آپ پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور پڑھنے والا درود میں اپنی آواز آہستہ رکھے۔

ثم اذا احرم صلى الله على النبى صلى الله عليه وسلم عقب احرامه سراً و هكذا يفعل عقب التلبيه (البحر الرائق جلد ۲ ص ۳۲۳)
(ترجمہ) پھر جب احرام باندھے تو اس کے بعد آہستہ آواز سے حضور پر درود پڑھے اور اسی طرح تلبیہ کہنے کے بعد درود شریف آہستہ پڑھے۔
آنحضرت بھی جب احرام باندھتے تو تلبیہ کہنے کے بعد اپنے او پر درود بھیجتے۔(رواہ الدارقطنی والبیہقی)

اس پر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:۔

و یستحب ان یکو ن صوته به اخفض من التلبیه (مرقات جلد ۳ ص ۱۸۲)

(ترجمہ) اور چاہیے کہ اس کی آواز تلبیہ کی آواز سے نیچی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کچھ لوگوں کو مسجد میں حضور پر جہراً درود پڑھتے دیکھا تو فرمایا تم بدعتی ہو۔

یصلون علی النبی جهراًفراح الیهم فقال ما عهدنا ذٰلك علی عهده صلی الله علیه سلم ما اراکم الا مبتدعین (طوالع الانوار شرح درمختار جلد)

(ترجمہ) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر باآواز بلند درود پڑھ رہے تھے آپ ان کی طرف گئے اور کہا ہم نے یہ عمل حضور کے زمانے میں کسی کو کرتے نہیں پایا۔ میں تمہیں ایک نئی بات نکالنے والے دیکھ رہا ہوں۔

نعت خوانی کی محفلوں میں فقہ حنفی کے اسی مسئلے کا مذاق اڑایا جاتا ہے وعظ کی مجلسوں میں بھی کئی نعت خواں ایسے پائے جاتے ہیں جو نعت سے پہلے بلند آواز سے ''صلی اللہ علیک یا رسول اللہ'' پڑھواتے ہیں۔ اور پھر نعت پڑھتے ہیں۔ حضور کی مدح وثناء سے ہر مسلمان خوش ہوتا ہے۔ لیکن کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے نعت کی پاکیزگی کو درود بالجہر سے ملوث کیا جائے؟

بریلویوں کی نعت خوانی کی یہ مجالس جن میں پورا پروگرام ہی نعت خوانی ہو حدیث وفقہ کی علمی مجالس کے خلاف واقعی ایک سازش معلوم ہوتی ہیں۔ بریلویوں کے ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور نے کھلے لفظوں میں اس [illegible] بے نقاب کیا ہے۔

درود شریف کا محل وقوع کسی نیک عمل کا اول ہے یا آخر؟

اسلام میں خواتم اعمال کو فضیلت اور [illegible] دی گئی ہے درود شریف بھی ہر دعا کے آخر میں پڑھا جاتا ہے۔ ''صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و اٰله و اصحابه وسلم'' پر دعا کو ختم کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر نیک عمل کے آخر پیرائے میں اسے رکھا گیا ہے۔ نماز میں قیام، رکوع، اور سجود کے بعد آخری پیرایہ تشہد اور التحیات کا ہے درود شریف اس میں رکھا گیا ہے شروع نماز

میں نہیں۔ قنوت نازلہ میں سب دعاؤں کے آخر میں صلی اللہ علی النبی محمد پڑھا گیا اذان ہو رہی ہو تو تم وہی کچھ کہو جو مؤذن کہہ رہا ہے۔ اس کے ختم پر درود پڑھو اور حضور ﷺ کے لئے وسیلہ مانگو یہ ایک ایسا درجہ ہے جو جنت میں شاید کسی ایک بندہ خدا کو ہی حاصل ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں آپ نے حضور ﷺ کو کہتے سنا۔

اذا سمعتم الاذان فقولوا امثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوۃ صلی الله علیه بها عشراً ثم سلو الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد الله فارجعوا ان اکون انا هو فمن سأل الله لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة (سنن ابی داؤد جلدا ص ۷۸)

(ترجمہ) جب تم اذان سنو تو وہی کہو جو موذن کہہ رہا ہے پھر تم مجھ پر دور پڑھو...... پھر تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے کسی ایک بندہ ہی کے لئے مناسب ہوگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے اس مقام کو مانگے اسے (میری) شفاعت حاصل ہوگی۔

اس میں آپ نے دیکھا کہ درود شریف کو اذان کے آخر میں رکھا گیا لیکن بریلویوں کی چابک دستی بھی ملاحظہ فرمائیں کس طرح اپنی مسجدوں میں پانچ وقت اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔
مسلمانوں کا آخری بڑا عمل حج ہے حاجی حج کے بعد مدینہ منورہ آ کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں حج سے جب وہ پاک وصاف ہو گئے تو اب اس لائق ہیں کہ حضورؐ کے روضہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔

درود وسلام بلند آواز کی غرض وغایت

بلند آواز براہ راست دماغ پر اثر کرتی ہے۔ شور وشغب میں انسان اچھی طرح سوچنے کے لائق نہیں رہتا۔ بریلویوں نے جب دین کو صحابہ وتابعین سے نکالا اور اسلام کے ایک ایک عمل پر بدعات کے غلاف چڑھائے تو ان کے خطیبوں اور واعظوں کو اندیشہ ہوا کہ لوگ سارے تو بے سمجھ نہیں ہوتے۔ کہ دین کو صحابہؓ وتابعین سے نکال کر ایک نئے مذہب کی شکل دے دیں تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ

مسجدوں میں فرض نمازوں کے بعد بھی تھوڑا سا آوازوں کا شور لے آئیں۔اور نعت خوانی سے پہلے بلند آواز سے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کی رونق قائم کریں دماغ سوچ ہی نہ سکے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں کیا یہی اہل سنت کی راہ علم تھی انہیں خیال تک نہ گزرے کہ سنت اسی طریق کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی راہ تھی۔یاد رہے کہ ہم ما انا علیہ و اصحابی کی راہ سے ہی فرقہ ناجیہ بن سکتے ہیں۔

پھر جب کوئی پیر مجلس میں بیٹھا ہو تو یہ نہ صرف سر مارنے لگیں گے بلکہ وجد کی صورت بنائے تھوڑا تھوڑا پیر صاحب کی طرف بڑھنا بھی شروع کر دیں گے۔کیا اس ہنگامہ آرائی میں کوئی ذہن یہ سوچ سکے گا کہ یہ راہ عمل انہیں بحر ظلمات میں ڈبکیاں دے رہی ہے۔

تو بہ کعبہ نہ رسی ہرگز اے اعرابی   ایں راہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

شیعہ ذاکرین کو بھی جب اندیشہ ہوتا ہے کہ قوم کہیں سمجھنے پر نہ آجائے تو آواز لگاتے ہیں ''مومنین گریہ کیجئے''۔اب رونے کا وقت آگیا ہے۔

پھر کیا ہوتا ہے ماتم شروع ہو جاتا ہے اور جو دین یہ پیش کر رہے ہوتے ہیں اس کا انجام ماتم کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے

واذ عاج الاعضاء برفع الصوت جهل و انما هی دعاء والدعاء يكون بين الجهر و المخافة

(ترجمہ) درود بلند آواز سے پڑھتے اعضاء کو چلانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔درود پڑھنا تو ایک دعا ہے اور دعا اونچی اور آہستہ آواز کے بین بین ہوتی ہے۔

دوران خطبہ حضورؐ کا نام سن کر درود نہ پڑھے

حنفیہ عوام کے ہاں خطبہ جمعہ نماز کے حکم میں ہے خطبہ ہو رہا ہو تو باہمی کلام کرنا جائز نہیں ہے کوئی شخص اس دوران دوسرے کو نیکی کی تعلیم دے تو یہ عمل بھی شارع کے ہاں لغو کہلائے گا۔یہ نیکی کا نام نہیں پاتا جو شخص اسے نیکی سمجھ کر عمل میں لاتا ہے وہ بدعت کا ارتکاب کرتا ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قلت لصاحبكم يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت (صحیح بخاری جلد ۱ ص۱۲۸)

اس خطبہ میں خطیب نے حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک لیا اور سننے والوں نے اس پر زبان سے درود پڑھا تو یہ جائز نہیں اس موقع پر صرف دل سے درود پڑھے زبان سے نہیں زبان سے کلمات صادر ہوں تو یہ کلام سمجھا جائے گا۔ جس طرح خطبہ کے ہوتے نماز جائز نہیں ۔سنتیں بھی نہ پڑھے اس دوران کوئی کلام بھی جائز نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:۔

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام (ص ۱۔۸۵ مصر)

(ترجمہ) جب امام سامنے آئے تو اب نہ بات ہو سکتی ہے نہ کوئی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

اور رد المحتار میں ہے۔

والصواب انه يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم عند سماع اسمه فى نفسه و كذلك اذا ذكر النبى صلى الله عليه وسلم لا يجوزان يصلوا عليه بالجهر بل باالقلب و عليه الفتوى (رد المحتار جلد ۱ ص۷۶۸)

(ترجمہ) اور بہتر ہے کہ حضور اکرم پر آپ کا نام سنتے اپنے جی میں آپ پر درود پڑھے اور اسی طرح ہے کہ جب حضورؐ کا ذکر آئے تو بلند آواز سے آپ پر درود پڑھے صرف دل سے پڑھے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

قبروں پر ختم قرآن کا اہتمام

بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ دفن میت کے بعد قبر پر ختم قرآن کرتے ہیں۔ یہ عمل بایں التزام صحابہؓ کے ہاں نہیں دیکھا گیا نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اسے ایک جائز عمل مستنبط بتایا ہے قرآن کریم پڑھنے کا ثواب بے شک حضرۃ امام اعظم اور حضرت امام احمد کے ہاں مرحومین کو بھیجا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی ملتا ہے کہ قبر کے پاس پڑھنے سے میت اس سے مانوس ہوتی ہے۔ لیکن یہ اکٹھے ہو کر کسی قبر پر ختم قرآن کرنا یہ عمل سلف میں کہیں نہیں پایا گیا۔

مولانا امیر باز سہارنپوری (۱۳۲۵ھ) سہارنپور کی جامع مسجد کے خطیب تھے سلسلہ قادریہ مجددیہ میں

مجاز تھے۔آپ مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی قبر پران کے یوم وفات پر قرآن خوانی کرتے تھے۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے حلقہ کے علماء نے ان سے اس میں اختلاف کیا اور اسے بدعت کہا۔نزھۃ الخواطر میں ہے۔

حصل بینه و بین اساتذه مظاہر العلوم من اصحاب الامام رشید احمد گنگوہی خلاف حسین قام نجم القرآن علیٰ قبر شیخه فی یوم وفاته و کان متوسعاً فی بعض المحدثات التی شاعت عند اہل العراق (نزھۃ الخواطر ص ۸۴)

(ترجمہ) آپ میں اور مظاہر العلوم کے دوسرے اساتذہ میں (جو حضرت مولانا گنگوہی کے تلامذہ میں سے تھے) سخت اختلاف ہوگیا جب اپنے شیخ کی قبر پران کے یوم وفات پر ختم قرآن کرتے تھے آپ بعض بدعات میں جو اہل عراق میں پھیل چکی تھیں کھلے دل سے چلتے۔

اجتماعی طور پر یہ قبروں پر ختم قرآن کرنا کسی کے ہاں جائز نہیں ہے

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ بریلویوں کا بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا ہرگز کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوتا یہ بدعات سوائے اس کے نہیں کہ حنفی فقہ ماننے والوں کو بھی یہ دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیں۔ایک جماعت فقہ حنفی کی کتابوں درمختار شامی اور فتاویٰ عالمگیری سے سند لے اور دوسری جماعت مولانا محمد عمر اچھروی کی کتاب مقیاس حنفیت اور مفتی احمد یار گجراتی کی کتاب جاء الحق کو فقہ حنفی کے متون مانیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

احناف کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے یہ اختلافات بریلوی مولویوں نے قائم کر رکھے ہیں۔اہل سنت عوام نے اب تک اسے حقیقی تقسیم تسلیم نہیں کیا۔وہ سب ایک دوسرے سے کھلے دلوں ملتے ہیں لیکن یہ بے رحم مولوی ہیں جو انہیں صدق دل سے ملنے کا موقع نہیں دیتے۔

جہاں تک عقائد کے اختلاف کی آواز تھی یہ آگ مولانا احمد رضا خاں کی حسام الحرمین نے بھڑکائی اور حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی المہند علی المفند نے بجھائی۔ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے

عوام بھی ان تمام بنیادوں کو خود دیکھ پائیں جن کے سہارے مولانا احمد رضا خاں نے اہل سنت کو مستقل طور پر دو جماعتوں میں تقسیم کرنے کوشش کی تھی۔

دوران خطبہ حضورؐ کا نام سنے تو زبان سے درود نہ پڑھے

احناف کے ہاں خطبہ نماز کے حکم میں ہے خطبہ کے دوران مقتدی کسی کو نیک بات کے لئے بھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کسی کو اتنا کہنا کہ خطبہ ہو رہا ہے تم چپ رہو۔ یہ بھی ایک لغو حرکت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت (صحيح بخاري جلد ۱ ص ۱۲۸)

(ترجمہ) جب تو نے اپنے ساتھی کو کہہ دیا کہ چپ رہو اور امام خطبہ دے رہا ہے تو تُو نے ایک لغو حرکت کی۔

آیت درود کے وسط میں حق نبی کہہ کر درود پڑھنا

ایک شخص پڑھتا ہے ان اللہ و ملئكة يصلون على النبى اور وقفہ کرتا ہے اس وقفہ پر لوگ با آواز بلند حق نبی کہتے ہیں۔ پھر وہ باقی آیت پڑھتا ہے یا ایھا الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسليماً اور پھر لوگ با آواز بلند درود پڑھتے ہیں کیا اس طرح وسط آیت میں اپنی طرف سے کوئی الفاظ لائے جا سکتے ہیں۔

الجواب

خطیب جب پوری آیت پڑھے تو سننے والے اپنے جی میں حضور پر درود پڑھیں اس میں یہ بات بھی آ گئی کہ درمیان آیت کوئی اپنے الفاظ قرآن میں نہ لائے اور حق نبیؐ نہ کہے اور یہ بھی آ گئی کہ آیت کے آخر میں وہ حضورؐ پر اپنے جی میں درود پڑھے زبان سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح بلند آواز سے درود پڑھنے کو کوئی راہ نہ ملے گی۔

اذا قال الخطيب في الخطبة يا ايها الذين امنوا صلو عليه وسلموا تسليماً يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في نفسه (فتاوى قاضي خان جلد١

ص ۸۸)

(ترجمہ) جب خطیب خطبہ میں پڑھے، اے ایمان والو! تم حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھو تو چاہیئے کہ سننے والا اپنے جی میں حضورؐ پر درود پڑھے۔ یصلی السامع فی نفسہ سراً (ہدایہ جلد اص ۱۰۱ مجتبائی فتاویٰ دارالعلوم ص ۵ ص ۱۲۷)

لیجئے یہاں بھی جی میں پڑھنے کی قید ہے

و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب (ردالمحتار جلدا ص ۳۷۱)

(ترجمہ) اور چاہیئے کہ (جمعہ پر) خطیب کے سامنے جب اذان دی جائے تو سننے والا اپنی زبان سے جواب اذان نہ دے۔ یعنی جب ہر اذان میں سامعین کو جواب اذان دینے کا حکم ہے تو جمعہ کی اس اذان کا جو خطیب کے سامنے دی جارہی ہے۔ جواب نہ دے کیونکہ اس وقت وہ امام کے منبر پر آنے سے خطبہ کے احکام کا پابند ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے آنکلے تو اب مقتدی نہ کوئی نماز پڑھے نہ کسی سے بات کرے۔

تلاوت قرآن اور درود شریف میں کس کا حق مقدم ہے

قرآن کریم پڑھتے حضور کا نام مبارک آجائے تو قرآن چھوڑ کر درود نہ پڑھے تلاوت قرآن جاری رکھے اور جب تلاوت سے فارغ ہو تو اس وقت حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے جو حضورؐ کا نام آنے سے اس کے ذمہ ہو گیا تھا اور نہ بھی پڑھے تو وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ کیونکہ تلاوت قائم رکھتے اس پر درود شریف شرعاً واجب نہ ہوا تھا فتاویٰ عالمگیری میں فقہ حنفی کا یہ فیصلہ اس طرح دیا گیا ہے۔

ولو قرأ القرآن فمرّ علیٰ اسم النبی ﷺ فقراٴۃ القرآن علی تالیفه و نظمه افضل من الصلوٰۃ علی النبی ﷺ واٰله و اصحابه فی ذٰلك الوقت فان ففعل فهو افضل و ان لم یفعل فلا شئی علیه کذافی الملتقط

(ترجمہ) اور اگر قرآن پڑھتے کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک سے گزرا تو اس وقت تو

قرآن شریف کی تالیف وترتیب کو قائم دیکھتے اس کی تلاوت حضورؐ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر درود پڑھنے سے افضل ہے۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہوا اور اس نے حضورؐ پر درود پڑھا تو یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر اس نے اس طرح درود نہ پڑھا تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں ملتقط میں اس طرح ہے۔
قرآن پڑھنا کلام خالق کو زبان پر لاتا ہے اور درود پڑھنا کلام مخلوق ہے۔ یہ پڑھنے والے کی ایک اپنی نیاز مندی ہے۔ سو جس طرح کلام خالق کو کلام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے قرآن کریم کو الفاظ درود پر فضیلت حاصل ہے۔ اپنے کلام کے دوران حضورﷺ کا نام سن پائے تو درود پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تلاوت کے دوران حضورؐ کا نام آنے سے درود پڑھنا واجب نہیں ہوتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن پڑھتے آیت کے درمیان اپنے الفاظ نہ ڈالنے چاہیں۔ یہ کلام خالق کی بے ادبی ہوگی صحابہ کرامؓ حضورؐ سے جب آیت سبّح اسم ربّك الاعلى سنتے تو ختم آیت پر کلمہ سبحان الله یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہتے لفظ سبّح کے ساتھ یہ کلمات تسبیح نہ کہتے تاکہ قرآن میں غیر قرآن داخل کرنے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں حضورﷺ جب کسی آیت تسبیح سے گزرتے تو سبحان الله کہتے اور آپ جب کسی آیت سوال سے گزرتے تو اللہ رب العزت سے کچھ نہ کچھ مانگتے اور جب آیت تعوذ سے گذرتے تو اللہ سے پناہ مانگتے۔

اذا مر بآية فيها تسبيح سبّح و اذا مر بسوال سأل و اذا مر بتعوذ تعوذ (صحيح مسلم جلد۱)

قلت رواه ابوداؤد في سننه جلد۱ ص۱۲۷

اس کی وضاحت ایک دوسری روایت میں اس طرح دی گئی ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا قرأ سبح اسم ربك الاعلى قال سبحان ربى الاعلىٰ

(ترجمہ) حضور اکرمﷺ جب آیت سبّح اسم ربك الاعلىٰ پڑھ لیتے تو کہتے سبحان ربى الاعلىٰ۔

یہ نہیں کہ درمیان آیت اپنے الفاظ کہتے اور پھر قرآن کریم اعوذ باالله پڑھ کر شروع کرتے ایسا کبھی نہ ہوتا تھا۔ اس کی مزید تائید ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنات کے سامنے سورہ الرحمٰن پڑھی تو جب حضور یہ آیت پڑھتے فبای الا ربکما تکذبان تو وہ (جنات) اس کے جواب میں اس تکذیب کا انکار کرتے اور حضورؐ نے ان کے اس جواب کو پسند فرمایا وہ ہر دفعہ اس کے اختتام پر کہتے۔

لا بشئی من نعملك ربنا نكذب فلك الحمد(رواه الترمذی و قال هذا حديث غريب مشكوٰة ص ۸۱)

(ترجمہ) اے رب ہمارے ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے سب تعریف تیرے لئے ہے اس میں یہ واضح ہے کہ جب حضور یہ پوری آیت پڑھ لیتے تو جنات پھر یہ کلمات کہتے درمیان آیت اپنی بات داخل نہ کرتے قرآن میں غیر قرآن کو داخل نہ کرتے بخلاف ان لوگوں کے جو آیت درود کے عین وسط میں با آواز بلند حق نبی کے الفاظ کہتے ہیں۔ اور قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ جب تم سورہ والتین پڑھو اور اليس الله باحكم الحاكمين تک پہنچو تو اس کے بعد کہو بلىٰ و انا علىٰ ذلك من الشاهدين

(۲) جب تم سورہ القیامۃ پڑھو اور أليس ذلك بقادر علىٰ ان يحى الموتىٰ تک پہنچو تو کہو بلیٰ (کیوں نہیں) اور جب تم سورہ مرسلات پڑھو اور فبایّ حديث بعده يوسنون تک پہنچو تو کہو امنّا با الله (سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۱۲۹ جامع ترمذی جلد ۱ ص)

اس روایت میں فانتھی کے لفظ پر غور فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

من قرأ منكم بالتين والزيتون فانتهىٰ الىٰ أليس الله باحكم الحاكمين فليقل بلىٰ و انا علىٰ ذلك من الشاهدين ومن قرأه اقسم بيوم القيمة فانتهى الىٰ أليس ذلك بقادر علىٰ ان يحى الموتىٰ فليقل بلىٰ۔

اس قسم کے جوابات آیت قرآن میں نہیں آیت قرآن کے ساتھ رکھے جائیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں

بدانکہ ایں جوابہا نزد قرأت آیات قرآنی بسیار است (اشعۃ اللمعات جلد اص ۳۸۷)

یہ جوابات آیت قرآنی کے نزدیک لائے جاسکتے ہیں آیات کے درمیان میں نہیں۔ علامہ فخر الدین الزبلعی شرح کنز میں لکھتے ہیں۔

روی انہ علیہ الصلوٰۃ و السلام ما مرّ بآیۃ رحمۃ الا سأ لھا و أیۃ العذاب الا استغفر منہ

(ترجمہ) حضور جب کسی آیت رحمۃ سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت مانگتے اور جب کسی آیت عذاب سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے۔

یہ تبھی ہوتا کہ آپ اس آیت سے گزر جاتے درمیان آیت اپنے الفاظ داخل نہ کرتے تھے۔

جو اہل علم فی اور عند میں فرق سمجھتے ہیں وہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت میں غور کریں دوران آیت اپنی بات کہنے کی کہیں گنجائش نہ ملے گی۔

ولا بأس للمتطوع المنفرد ان یتعوذ من اللہ و یسائل الرحمۃ عند آیۃ الرحمۃ او یستغفر و ان کان فی الفرض فمنکرۃ (فتاویٰ عالمگیری جلداص)

(ترجمہ) اکیلے نفل نماز پڑھنے والے کے لئے حرج نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور آیت رحمت کے قریب اللہ سے رحمت مانگے اور اپنے گناہوں سے استغفار چاہے اور اگر فرض نماز ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی بھی یہی کہتے ہیں۔

و فی النفل یسأل الجنۃ و یتعوذ من النار عند ذکرھما (منحۃ الخالق جلداص ۳۴۳)

(ترجمہ) نفل نماز میں اللہ تعالیٰ سے جنت مانگے اور جہنم سے اللہ کی پناہ میں آئے کب؟ رحمت اور آگ کے ذکر کے وقت۔

جس طرح نماز میں جب نمازی اللہ کے حضور پیش ہوتا ہے تو کسی دوسری طرف صرف ہمت نہیں کرتا یہاں تک کہ حضور پر درود پڑھتے بھی وہ اللہ کی حضوری سے نہیں نکلتا اس طرح قرآن پڑھنے یا سننے والا قرأت کے دوران ایک لحہ کے لئے بھی اپنی کوئی بات نہیں لاسکتا۔ محفل حسن قرأت میں بھی سامعین کو چاہئے کہ آیت پوری ہونے پر تو بے شک کلمات تحسین کہیں لیکن آیت کے درمیان میں اپنا کوئی کلمہ تسبیح یا تحسین نہ لائیں تا کہ قرآن میں غیر قرآن داخل نہ ہو پائے۔ نماز میں بھی جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ لے تو پھر امین کہیں یہ امین کہنا امام کی پڑھی ساری فاتحہ کو مقتدیوں کے حق عمل میں لے آتا ہے۔

قرآن کا یہ حق ہے کہ اس کے مقابل کسی کی زبان نہ کھلے

کلام الٰہی کی عظمت ہے کہ اس کے سامنے کسی کی زبان نہ کھلے قرآن پڑھتے کو کوئی السلام علیکم نہ کہہ سکے۔ سوائے اس کے کہ قرآن کے بھولنے والے کے لئے سامع لقمہ دے سکتا ہے اور وہ بھی اپنے کلام سے نہیں کلام الٰہی سے ہی یہ بھی اور عظمت قرآن کے لئے ہے۔ کہ بھولنے والے کو چلنے نہ دیا جائے صحیح لفظ بتادیا جائے۔ قرآن کریم نے تو نہ صرف (قرآن پڑھے جانے کے وقت) سننے کا حکم دیا بلکہ مطلقاً چپ رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ (قرآن سنا جائے یا نہ) یہ صرف ان کے لئے جن کے لئے قرآن پڑھا جارہا ہے۔ لقولہ تعالیٰ و اذا قری علیھم القراٰن (پ۳۰ انشقاق)

اذا قرء القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (پ ۹ الاعراف ۲۰۴)

(ترجمہ) جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس طرف کان دھرو اور چپ رہو ہوسکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں مطلق سماع کا حکم ہے اور انصات پر رحمت الٰہی کا وعدہ ہے سو یہ بشارت مسلمانوں کے لئے ہے کافروں کے لئے نہیں۔ انہیں پہلے ایمان لانے کا حکم ہے ہم اہلحدیث (باصطلاح جدید) علماء سے اس بات پر اتفاق نہیں کرسکتے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے نازل ہوئی نہ کہ مسلمان نمازیوں کے لئے۔

امام نسائی (۳۰۳ھ) نے اپنی سنن میں آیت سے باب باندھا ہے اور اس میں حدیث نقل کی ہے کہ

جب امام نماز میں قرآن پڑھے تو مقتدی خاموش رہیں۔ وہ (سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کا حصہ) قرآن نہ پڑھیں۔ سو قرآن کی عظمت اس کو مقتضی ہے کہ جب یہ پڑھا جائے تو سننے والے اسے سنیں اور جو دور ہیں وہ نہ بھی سن پائیں تو بھی خاموش رہیں جن کے لئے بھی قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ وہ اس حکم میں شامل ہیں۔

لانّ الاستماع والانصات فرض بالنص کمافی الھدایہ (ص ۱۰۱)

حافظ ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:۔

قلت رواہ ابوداؤد فی سننہ جلدا ص۱۲۷

حاصل الاستدلال بالأیۃ ان المطلوب امران الاستماع والسکوت فیعمل بکل واحد منھما ولاوّل یخصّ الجھریۃ والثانی لا فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عندالقرأۃ مطلقاً

(ترجمہ) اس آیت سے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں دو چیزیں مطلوب ہیں (۱) استماع اور (۲) سکوت (فتح القدیر جلد۱)

ان میں سے ہر ایک پر عمل ضروری ہے استماع صرف نماز جہری میں ہو سکتا ہے اور سکوت کسی نماز سے خاص نہیں یہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔

جب بھی قرأت ہو (وہ سنی جائے یا نہ) چپ رہنا ضروری ہے خود پڑھنے کی اجازت نہیں۔

یقرء الخطیب قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ الأیۃ فیصلی السامع فی نفسہ واختلفوا فی النائی عن المنبر ولاحوط ھو السکوت اقامۃ لغرض الانصات (ھدایہ جلداص ۱۰۱)

خطیب جب یہ آیت پڑھتا ہے اے ایمان والو! حضورؐ پر درود بھیجو تو سامعین اپنے جی میں درود پڑھیں (زبان سے نہیں) جو شخص امام سے دور بیٹھا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے اور احوط یہی ہے کہ وہ چپ رہنے کو قائم رکھتے ہوئے مطلق خاموش رہے۔

بریلویوں نے درمیان آیت شور کرنے کی کیا راہ نکالی

فقہ حنفی کے خلاف بریلوی کہتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اس وقت تو سامعین بے شک چپ رہیں اور جب امام وقف کرے تو وہ قرأت سے نکل گیا ہے اب سامعین اس میں اپنے کلمات تحسین کہہ لیں تو جائز ہے بلکہ کچھ لوگ جھومنے لگیں تو یہ جائز ہوگا ان کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:۔

قرآن سنتے وقت رونا، جھومنا، اور کچھ پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے۔ (مرأۃ المناجیح جلد۲ ص ۲۶)

کیا قاری وقف کے وقت قرأت سے نکل جاتا ہے

بریلوی علماء یہاں اہلحدیث کے بہت قریب ہو جاتے ہیں جس طرح بعض اہلحدیث (باصطلاح جدید) امام کے پیچھے اس کے وقفوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور وہ اسے حکم آیت فاستمعوا له وانصتوا کے خلاف نہیں سمجھتے بریلوی بھی قاری کی قرأت میں اس کے وقف میں اپنے پیارے کلمات کہہ لیتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ بریلوی بھی قاری کے وقف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ اہلحدیث بھی مگر دونوں میں پھر بھی فرق ہے بریلوی آیت اور درود شریف میں حق نبیؐ کہنے کے لئے آیت کے اندر کئے گئے وقف میں اپنی ساری بات (حق نبیؐ) کہتے ہیں اور یہ اہلحدیث آیات فاتحہ کے اختتام پر کئے گئے وقفوں میں اپنی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تا کہ قرآن کے حکم استماع وانصات کی مخالفت سے بچ سکیں۔

قاری جب آیات درود شریف میں یصلون علی النبی پر وقفہ کرتا ہے یہ وقف قرأت ہے اور آیت کے اختتام پر جو وقفہ کیا جاتا ہے۔ وہ وقف قطع ہے یہاں وقف کی علامت ج ہے کہ یہاں وقف کرنا جائز ہے۔

علامة الوقف الجائز جوازاً مستوى الطرفين

جیسے نحن نقص عليك نبأهم بالحق ج انهم فتية آمنوا بربهم (پ ۱۵ الکہف)

قاری وقفہ قرأت میں سانس لیتا ہے وہ حکم قرأت سے نکلتا نہیں۔

والمستعد للشئى كالشارع فيه

وقفہ سانس تلاوت کے حکم میں ہے سامعین بھی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ اس نے ابھی قرأت ختم نہیں کی۔ قاری اس وقفہ میں اگلے حصہ کی تلاوت پر مستعد ہوتا ہے اور سامعین اس وقت آئندہ تلاوت کے منتظر ہوتے ہیں اس دوران قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرنا اور با آواز بلند اجتماعی طور پر حق نبیؐ کہنا اس کے لئے فقہ حنفی میں کوئی راہ نہ ملے گی۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں قرأت کے وقفوں میں غیر قرآن کو لانے کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ بھی سامنے لے آئیں ایک مقتدی جو ثناء (سبحانك اللهم) نہ پڑھ سکا کیا وہ اسے امام کے وقفات میں پڑھ سکتا ہے؟ اس پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:۔

سبحانك اللهم اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرأت با آواز نہ شروع کرے۔ جب قرأت جہری شروع کردی جائے اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے اور وہ جو دھابی نے بتایا ہے کہ امام کے ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرلے، ضعیف اور غیر مختار ہے۔

جو پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور قرأت شروع ہوجانے کے باعث سبحانك اللهم نہ پڑھ سکا اس پر الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ثنا خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا (فتاویٰ رضویہ جلد۲ ص ۸۳)

اس سے پتہ چلا کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک قاری کے وقفوں میں تم ایک مسنون عمل کو بھی ادا نہیں کرسکتے۔ چہ جائیکہ اپنا وضع کردہ کلمہ حق نبیؐ اس دوران زبان پر لائیں۔ وہ بھی جہراً اور وہ بھی اجتماعی آواز سے...... آپ دیکھیں کہ ایک غلط بات سے آگے کتنی غلطیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور کس طرح ایک بدعت اور کئی بدعتوں کو جنم دیتی ہے۔ ایک واعظ مجمع عام میں قرآن پڑھ رہا ہے وعظ بھی کررہا ہے اور اپنی بات بھی ساتھ ساتھ کررہا ہے۔ اس میں قرآن کا سننا فرض ہے اور سب پر سننا فرض ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم جاتا ہے۔ جس طرح نماز میں جماعت کے مقتدیان کے ہر شخص پر استماع وانصات جداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ

خطبہ کہ اس میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کی یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو۔ جب تذکیر میں کلام بشر کا سننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۹۳)

بریلویوں کے رسالہ حق نبی پر کی گئیں تقریظات

بریلویوں نے اپنے اس موقف پر ایک رسالہ حق نبی رکن الاسلام پبلی کیشنز حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔ اس میں اس اس نعرہ حق نبی کی جو صورت عمل بتائی گئی ہے یہ ہے۔

امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ و ملئکتہ پڑھتے ہیں۔ جب وہ علی النبی پر پہنچتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے وقف کرتے ہیں جس کے دوران تمام مقتدی حق نبی کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں۔ اس کے بعد امام آیت کریمہ کا دوسرا حصہ یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلموا تسلیما تلاوت کرتے ہیں۔ جس پر تمام مقتدی بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں (ص ۶)

ہم نے اس رسالہ کو کہیں کہیں سے دیکھا ہے بریلویوں نے اس میں اس نعرہ حق نبی کو اپنے ہاں بریلویت کا شعار بتایا ہے۔ گویا اس کے بغیر کوئی مسجد بریلویوں کی مسجد سمجھی ہی نہیں جا سکتی۔ جب شعار ہاتھ سے گیا تو قوم بھی گئی۔

اس رسالہ پر جن بریلوی علماء کی تصدیقات ہیں ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان

۲۔ مفتی مختار احمد نعیمی (گجرات)

۳۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق خطیب زینۃ المساجد گوجرانوالہ

۴۔ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

۵۔ مولانا غلام رسول رضوی جامعہ رضویہ فیصل آباد

۶۔ مفتی محمد اسلم مظہر الاسلام فیصل آباد

۷۔ مفتی غلام سرور قادری (لاہور)

۸۔ مفتی محمد خاں منہاج القرآن لاہور

۹۔ مفتی غلام مصطفےٰ شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان

۱۰۔ مولانا غلام علی اوکاڑوی

۱۱۔ مولانا محمد حسن حقانی دار العلوم امجدیہ کراچی

۱۲۔ جسٹس شجاعت علی قادری

۱۳۔ مولانا کوکب نورانی بن محمد شفیع اوکاڑوی

۱۴۔ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی

یہ رسالہ حق نبی ۱۴۱۰ھ، ۱۹۸۹ء کا چھپا ہوا ہے۔ اس کے سرورق کا عکسی فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

حق سے حق نبی مراد لینے کا استدلال

قرآن کی جب یہ آیت قد جاء کم الحق اتری تھی تو کسی نے اس سے دوران تلاوت حق نبی کہنا مراد نہ لیا تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسا حوالہ ہو تو ہمیں اس سے مستفید کریں۔

بریلوی علماء نے محض ضد کے طور پر اس نعرہ حق نبی کو پوری بریلویت کا شعار بنا لیا تو ہم نے بعض دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ مولانا احمد رضا خاں کے دور میں کبھی یہ نعرہ بریلی میں نہ لگا نہ ان کے صاحبزادوں مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے کبھی اس نعرہ کو اپنے ہاں جگہ دی تھی۔ اب یہ نعرہ مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں کے دور میں کیسے پوری بریلویت کی زینت اور ان کے دین و مذہب کا شعار بن گیا۔ یہ تو مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب میں جس کی انہوں نے وفات سے کچھ پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اس میں نہ تھا۔ مولانا اختر رضا خاں پاکستان آئے اور یہاں کے بریلوی حلقوں کی اس آواز پر حیران اور ششدر رہ گئے۔ آپ نے برسر عام پاکستان میں بریلویت کے اس شعار کے خلاف تقریر فرمائی اور تمام بریلویوں کو کہا کہ یہ ہمارا شعار نہیں ہے۔ اسے خواہ مخواہ بریلویت کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ تم قاری سے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی سنو تو چپ رہو۔ حق نبی کا نعرہ نہ لگاؤ۔ ہم آپ کے اس جوابی رسالہ کے ٹائٹل کا سامنے فوٹو شائع کر رہے ہیں۔

مولانا محمد اختر رضا خاں کی تقریر اس کے ص ۲۳ سے لے کر ص ۲۸ تک چھ صفحوں میں دی گئی۔ ہم اس کے اقتباسات دینے کی بجائے اس من و عن ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ممکن ہے ان تک یہ اصل کتاب نہ پہنچ پائے۔

مولانا اختر رضا خاں کی اس تقریر سے جن علماء کرام نے بریلویت کے اس شعار سے توبہ کی اور اپنے پچھلے فتوے سے جو وہ رسالہ حق نبی کی تقریظات میں دے چکے تھے۔ رجوع فرمایا ان میں سے بعض نام ہم یہاں بھی دیئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تائبین کی توبہ قبول فرمائے:۔

۱۔ مفتی غلام سرور قادری (لاہور)

۲۔ مفتی مختار احمد دارالافتاء جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

۳۔مولانا محمد اشرف سیالوی (سیال شریف)

۴۔مولانا ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ

۵۔مولانا محمد فیض احمد اویسی (بہاولپور)

۶۔مولانا عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)

۷۔مولانا غلام مصطفیٰ رضوی (انوار العلوم ملتان)

۸۔محمد حسن قادری رضوی (میلسی)

۹۔مفتی عبدالقیوم دارالعلوم حزب الاحناف (لاہور)

۱۰۔

ان میں کھلا رجوع مولانا مفتی غلام سرور قادری اور مولانا مفتی مختار احمد (فیصل آباد) کا ہے۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء

۱۔مولانا محمد اشرف سیالوی کے رجوع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق کی رُو سے فیصلہ کرنہیں کرتے وہ اس راہ میں بھی فرقہ بندی سے چلتے ہیں مثلاً اس رجوع میں آپ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کی سعی جمیل (حق نبی کوشعار ٹھہرانے والوں) کے پس پشت کون سا محرک ہے ورنہ میں حصہ ہی نہ لیتا۔ص ۱۴۰

فتویٰ دینے کا یہ انداز کہ اس سے محض کسی کی مخالفت یا موافقت مقصود ہو آپ نے کسی دیانت دار مفتی سے نہ سنا ہوگا مولانا محمد اشرف سیالوی کے اس رجوع سے ان کی دیانت اور ذہانت بری طرح مجروح ہوئی ہے اب آپ ہی اندازہ کریں کہ کیا اس قسم کے جذبات حق پرست علماء کے ہو سکتے ہیں؟

۲۔مولانا مفتی غلام محمد قادری قاسمی کوئٹہ بھی لکھتے ہیں ہمیں قطعاً یہ علم نہ تھا کہ اس فتوے کے پیچھے کون سا جذبہ ہے ورنہ ہرگز تصدیق نہ کرتے حضرت علامہ اختر رضا خاں کی تحقیق لا جواب ہے۔ مجھے اگر یہ معلوم ہوتا کہ مقابلہ ہو رہا ہے تو میں تصدیق نہ لکھتا (ص ۱۴۲)

۳۔مولانا فیض احمد اویسی (بہاولپور) لکھتے ہیں:۔

بریلویوں کی اس داستان اختلاف کو ہم زیادہ طول نہیں دیتے۔ یہ ان کا اختلاف ایک ایسے مسئلہ میں

ہے جسے وہ بریلویت کا شعار قرار دیتے ہیں جب شعار میں ان کا یہ حال ہے تو ان نعتوں کے اشعار میں معلوم نہیں ان کے کتنے بڑے بڑے اختلاف ہوں گے۔

ہم یہاں صرف یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے میں بھی وہ درود شریف پڑھنے کو اس طرح لانا چاہتے ہیں کہ اگر وہ خود مولانا احمد رضا خاں کے مسلک سے بھی نکل جائیں انہیں بریلویت کا ایک علیحدہ شعار مقرر کرنے میں بڑی روحانی مسرت ہوگی۔

ہمیں ان بریلوی حضرات سے شکوہ نہیں نہ ہم ان کی تردید کے درپے ہیں مطالعہ بریلویت صرف ایک تحریک کا مطالعہ ہے جو ہندوستان میں انگریزی عملداری میں بدایوں سے چلی۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی اور بریلی کے مولانا احمد رضا خاں اس تحریک کے قافلہ سالار بنے مولانا احمد رضا خاں نے اپنی زندگی کے پچاس سال اس محاذ پر لگا دیئے۔ اور پھر وہی ایک اس تحریک کے قافلہ سالار بن گئے ان کی علمائے بدایوں سے بھی بگڑ گئی۔ المھند کی اشاعت کے بعد وہ اپنے الزامات میں ٹھنڈے پڑ گئے جو انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف وضع کئے تھے۔ اور پھر پوری زندگی مولانا احمد رضا خاں نے المھند کے خلاف کچھ نہ لکھا یہاں تک کہ ان کے پیروؤں نے ان کی وفات کے بعد عقائد خمسہ پر اپنا نیا محاذ بنایا۔ ان کے گرد پچاس بدعات کی ایک ایسی خار زار باڑ لگائی کہ دیہاتوں کے کئی جہلاء انہی کانٹوں میں الجھ کر رہ گئے۔

جہاں تک عقائد کا تعلق ہے عوام اہل سنت نے دیوبندی بریلوی فاصلے کو کبھی قطعی درجے میں تسلیم نہیں کیا اور اب ان کے اس دور کے بعض علماء مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر بھی مختلف پہلوؤں سے جرح کرنے لگے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک

جناب پیر کرم شاہ صاحب نے کھلے لفظوں میں دونوں کو اہل سنت قرار دیا ہے:۔

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل سنت والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں (دیوبندی اور بریلوی کے) دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریمؐ کی رسالت اور ختم نبوت، قیامت اور دیگر

ضروریات دین میں کلی موافقت ہے (تفسیر ضیاء القرآن جلد ص ۴)
پاکستان کے نئے حالات میں مولانا ابوالخیر محمد زبیر، مولانا غلام رسول اور مولانا محمد حسین نعیمی نے مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کی کھلے طور پر غلطیاں نکال کر احناف کو پھر سے ایک کرنے کی کوشش کی ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن افسوس کہ مولانا محمد زبیر ایک دوسرے مسئلے میں صرف اپنی حلقہ بندی کے لئے وہ اس وقت بھی مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا اختر رضا خاں کے خلاف بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہم مطالعہ بریلویت کی اس کاوش میں مولانا اختر رضا خاں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے ہمارے تمہید میں آیت درود میں کلمہ حق نبیؐ داخل کرنے کی علی الاعلان مخالفت کی ہے اور جس طرح مولانا احمد رضا خاں نے عورتوں کے قبروں پر جانے اور عرسوں کے ریلے میلے میں چلنے پھرنے کو مستوجب لعنت قرار دیا۔ اور اس جہت میں ایک بدعت کے خلاف حق کی حمایت کی۔ مولانا اختر رضا خاں نے بھی کلمہ حق نبی کو آیت کے دوران وقف لانے کی اس بدعت کے خلاف اپنی خاندانی روایت قائم رکھی۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور صمیم دل سے امید باندھے ہوئے ہیں کہ ایک دن دیوبندی بریلوی فاصلے میں نفرت کی دیواریں یکسر گر پڑیں گی۔

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش　　　اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

مولف عفا اللہ عنہ

اب وہ تصدیقات ملاحظہ فرمائیں جو بریلوی علماء نے مولانا اختر رضا خاں کے فتوے سے پہلے مولانا محمد زبیر کو ارسال کیں۔

تصدیق

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی گولڑوی
جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف گجرات

امابعد برادران اہلسنت کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ متنازعہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے بلکہ بالکل واضح ہے کہ آیہ تصلیہ میں سکوت کے وقت حق نبی کا تلفظ جائز بلکہ مسنون ہے۔ اس میں اختلاف اور نزع نامناسب ہے۔ جناب مفتی مدقق نے جو کچھ تحقیق کی ہے اس سے بندہ کو پورا اتفاق ہے۔

ھذا ھو الحق وماذا بعد الحق الا لضلال
حررہ الفقیر عطامحمد چشتی گولڑوی عفی عنہ
۲۳ ذوالحج ۱۴۰۹ء مطابق ۸۹۔۷۔۲۷

تصدیق

حضرت علامہ مولانا مفتی مختار احمد صاحب نعیمی گجراتی

مہتمم ومفتی مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سوال مذکورہ کا جواب فاضل محقق مفتی محمد زبیر صاحب نے نہایت مدلل تحریر کیا ہے جو قرآن وحدیث اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ اشیاء میں اصلی حالت مباح ہوتا ہے تو دلیل اس کے ذمہ ہوگی جو روک رہا ہے اسے اس حرمت یا ممانعت کی دلیل پیش کرنی چاہئے۔ ''حق نبی'' کہنے والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے منع نہیں کیا گیا۔

اب جو لوگ واذا قرأ القران الخ سے استدلال کرر ہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاموش رہنے کا حکم قرأت قرآن سے مشروط ہے۔ اور چونکہ خطبہ دینے والے نے علی النبی پر سکوت کیا ہے۔ اس وقفہ میں سامعین نے حق نبی کہا۔ اور اس وقت چونکہ قرأت نہیں ہو رہی اس لئے اس پر وانصتوا کا حکم بھی جاری نہ ہوگا۔ جیسے کوئی سامع اچھی قرأت کو سن کر قاری کے وقفہ میں لفظ اللہ، سبحان اللہ یا صدقت کہہ دے۔

اس کے علاوہ معتبر کتب تفسیر میں صراحتاً مذکور ہے کہ آیت مذکورہ واذا قرء القرآن الخ کا نزول امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والے مقتدی کے لئے ہے۔ مطلقاً ہر جگہ اور ہر وقت اور ہر حال میں غور سے نہ سننے والا یا خاموش نہ رہنے والا حرام کا مرتکب نہیں گردانا جائے گا۔ وغیر ذالک فاضل مفتی کا جواب دلائل و براہین کی روشنی میں بالکل برحق ہے۔ اور مخالف کے پاس سوائے بغض کے کوئی دلیل واضح موجود نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم باالصواب

مفتی محمد مختار احمد نعیمی ومفتی جامعہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

17
25

تصدیق

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عرفان صاحب
مفتی جامعہ محمد یہ نوریہ رضویہ، گجرات

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد امام قرآن مقدس کی آیت یصلون علی النبی الخ پر توقف کرے اور مقتدی بلند آواز سے ''حق نبیؐ'' کہیں ۔ اس صورت کے جواز واستحسان پر حضرت العلامہ مولانا ابوالخیر محمد زبیر صاحب مدظلہ کی تحقیق لائق تحسین ہے۔ اور قرآن و حدیث و اقوال فقہاء سے مذکورہ صورت کو مبرہن کیا ہے اور براہین سے استدلال تام فرمایا ہے۔ اور حسب قواعد جواز کے ثبوت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم مصری قاعدہ نقل فرماتے ہیں ۔ اصل الاشیاء اباحۃ ۔ الاشباہ والنظائر اور معارض کا منع پر آیت فاستمعوا کو پیش کرنا استدلال فاسد کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ امام کی خاموشی کے وقت مقتدیوں کا ''حق نبیؐ'' کہنا فاستمعوا کے امر کا محل نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ فاضل محترم ابوالخیر کا جواب عین صواب ہے۔ بایں ہمہ اس فروعی مسئلہ کو انتشار کا سبب نہ بنا چاہئے۔

راقم: الراجی الی رحمۃ ربہ المنان محمد عرفان غفرلہ الرحمن
خادم دارالافتاء جامعہ محمد یہ نوریہ رضویہ بھکی شریف ضلع گجرات

(مفتی صاحب الراجی اور الراجع میں فرق نہیں کر رہے الراجی کے ساتھ بھی الیٰ کا صلہ لگا رہے ہیں)

تصدیق

حضرت علامہ مولانا عبدالرشید صاحب رضوی
مہتمم مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ جھنگ

اصاب من اجاب

محمد عبدالرشید رضوی غفرلہ

خادم دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر فون: ۴۳۳۷

تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ مذکورہ علامہ صاحب زادہ محمد زبیر صاحب نے جس تحقیق وتفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کے بعد کسی مصنف کے لئے مجالِ انکار نہیں۔ ''حق نبی کہنے کے جواز اور اس سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت کے اظہار میں کوئی شرعی مانع نہیں۔ واللہ و رسولہ' اعلم

ابوداؤد محمد صادق غفرلہ

خطیب زینت المساجد امیر جماعت رضائے مصطفےٰ دار السلام گوجرانوالہ

تصدیق

حضرت علامہ مولانا قاضی محمد ایوب صاحب

مفتی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

حیدرآباد کے علاقہ میں اہلسنت والجماعت کا مساجد میں نماز کے بعد والی دعا میں یہ معمول کہ جب امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ وملائکتہ الآیہ پڑھتا ہے تو وہ (علی النبی) پر پہنچ کر کچھ دیر کے لئے وقف کرتا ہے۔ اور اس وقفہ کے دوران تمام مقتدی ''حق نبیؐ'' کے الفاظ بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ تو ان کا اظہار محبت والفت کے لئے ''حق نبیؐ'' کہنا مباح ہے۔ اور حضرت علامہ صاحب زادہ مفتی محمد زبیر صاحب نے اس کا جو تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے درست ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب زادہ صاحب کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قاضی محمد ایوب مفتی دار الافتاء المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ ۲۲ ذی الحج ۱۳۹۰ھ

تصدیق

حضرت علامہ مولانا پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

اصاب المجیب اللبیب اثابه الله تعالی حسن الثواب فی الدنیا ولاخرة
محمد کرم شاہ الازہری رئیس دار العلوم المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابو الحسنات محمد اشرف صاحب سیالوی
شیخ الحدیث دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

بسم الله الرحمٰن الرحیم

صورت مسئولہ کے جواب میں فاضل مجیب نے حق تحقیق ادا فرمایا ہے اور جواب باصواب دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ اذا قرء القرآن فاستمعوا الآیہ قرأت مقتدی سے منع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ جیسے کہ کتب تفاسیر میں تصریح موجود ہے۔ لہٰذا اس سے علی الاطلاق عدم استماع یا تکلم کی حرمت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ نیز اذا کلمات اہمال سے ہے۔ کلیۃ حکم کے لئے اور ایجاب کلی کے لئے نہیں ہوتا اور موہوم قوت جزئیہ میں ہوتا ہے۔ اور جزوی صورت روایات اور تفاسیر نے متعین کردی۔ یعنی حالت اقتداء نیز انصات اور استماع مشروط ہے۔ اذا قرء کے ساتھ اور جب قاری ہی سکوت کرلے تو حکم مشروط کا لزوم ووجوب بوجہ انتفاء شرط ختم ہوگیا۔ علاوہ ازیں حکم استماع مقدم ہے جو وجود اور تحقق قراءت کو مستلزم ہے۔ اور جب قرأت ہی منقطع ہوگئی تو حکم استماع بھی مرتفع ہوگیا۔ اور انصات کا لزوم استماع کی تاکیدی صورت تھی۔ لہٰذا اس کا ارتفاع بھی واضح ہوگیا۔ الغرض مستدل کا اس آیت کریمہ سے تحریم پر استدلال ناتمام ہے۔ اور فاضل مجیب کا جواب عین صواب ہے۔

هذا والله ورسوله اعلم

حرره احقر الانام محمد اشرف سیالوی کان الله له

اس کے بعد انہی حضرات نے اپنے اس موقف سے تھوک پیانے پر توبہ کی یہ جس قوت استدلال لے اٹھے تھے پھر توبہ میں ان کو وہ نبوت نصیب نہ ہوسکی سوائے اس کے کہ ان کے مرکز نے ان کی کسی بات کو پذیرائی نہ دی۔

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر   فریاد تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

ان کی توبہ پر مولانا محمد زبیر پھر اکیلے رہ گئے۔

اب ان بریلوی فتووں کی تردید میں مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں جسے مولانا عبدالرشید نوری قادری نے شائع کیا ہے "سنو چپ رہو" نام ہے۔ ہم اس کا عکسی فوٹو صفحہ ۲۳ سے ص ۲۸ تک ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

مسئلہ حق نبی "عند القراءۃ" پر تحقیقی کتاب

— از —

علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری

نبیرۂ امام اہلسنت فاضل بریلوی

— مرتبہ —

ابو السخا محمد عبدالرشید نوری

(ایم اے)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکیڈمی

شعبۂ تحقیق بزم رضا پاکستان

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے؟

عالم اسلام اور دنیائے اہلسنت کی مسلمہ شخصیت، نبیرہ امام اہلسنت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہما کے جانشین اور نائب حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں بریلوی قادری برکاتی نوری مدظلہم العالی گزشتہ سال پاکستان تشریف لائے تو اس موقعہ پر عوام اہلسنت خانوادہ رضویہ کے اس عظیم فرزند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تابانہ ٹوٹ پڑے اپنے اس دورہ میں حضرت نے حیدرآباد میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب سے قبل آپ نے ایک تمہیدی گفتگو میں عوام اہلسنت کو ایک مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کے درمیان خاموشی لازم ہے اور اس موقعہ پر حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگانا قرآنی حکم کے خلاف ہے۔ ذیل میں حضرت کی وہ تقریر نذر قارئین ہے مرتب

حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری کی تقریر!

حدیث میں ہے۔

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان" جو تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے ہاتھ سے بدل دے

اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے اس کو منع کرے بدل دے
اور زبان سے اس منکر کو بدل دے۔ اگر اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو
اسے دل سے برا جانے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے دوسری حدیث میں فرمایا ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل یعنی اس کے بعد اس کے علاوہ ایمان کا رائی برابر کوئی درجہ نہیں ہے یعنی برائی کو برا جاننا ایمان کا تقاضا ہے اور یہ مومن کی شان ہے اور ایمان کا خاصہ ہے لازمۂ ایمان ہے کہ برائی کو برا جانے پھر اگر قدرت رکھتا ہے تو مومن کی یہ شان ہے کہ سرکار نے ارشاد فرمایا اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اس برائی کو مقرر نہ رکھے اور اگر اسکی بھی قدرت نہیں ہے تو برائی کو برا کہے اور منکر کی برائی کو ظاہر کرے اس کی شناعت ظاہر کرے لوگوں کو منع کرے یہاں پاکستان میں یہ دستور ہے کہ جب آیت درود پڑھی جاتی ہے اس وقت لوگ زور سے نعرہ لگاتے ہیں "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ ہم نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمہ گو ہیں اور ایسے کلمہ گو ہیں کہ مدعیوں کے پاس تو محض دعوے کے سوا کچھ نہیں ہے اور ہم ایسے کلمہ گو ہیں کہ روئے زمین پر ہم ہی مسلمان ہیں الحمد للہ اور ہم سچے کلمہ گو ہیں اس لئے کہ ہم سچے نبی کو مانتے ہیں ہمارا نبی بھی سچا اور ہمارا خدا بھی سچا اور ہمارا کلمہ بھی سچا اور الحمد للہ اس نبی کا کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہم بھی ایسے سچے ہیں کہ کوئی ہم کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا لیکن ہم پر آپ پر سب پر اس کی اطاعت ضروری ہے جس کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور کلمہ پڑھنے سے ہی ہمارے ذمہ میں ان کی اطاعت فرض ہوئی ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تو ہمارے اوپر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ضروری ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہی بعینہ خدا کی اطاعت ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ط

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو
اور تمہارے اندر جو علماء ہیں، اہل حکم ہیں ان کی اطاعت کرو

اب اس پر غور کیجئے کہ ہم جو نعرہ لگاتے ہیں "حق نبی، صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس سے قطع نظر کہ یہ نعرہ فی نفسہٖ جائز ہے کوئی بری بات نہیں بلکہ یہ ہمارے دل کی آواز ہے جو ہمارے منہ سے، ہمارے لبوں سے، ہماری زبان سے نکلتی ہے! یہ دل کی آواز ہے لیکن اس پر غور کیجئے کہ اس وقت جو یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے اس وقت نعرہ لگانے سے آپکو منع کیا ہے یا اس نعرہ لگانے کی اجازت دی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ؕ

جب قرآن پڑھا جائے فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ تو اس کو سنو اور
چپ رہو تاکہ تمہارے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہو۔

قرآن کریم نے ہمیں اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے ایک یہ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو آپ سنیں اور دوسری بات یہ کہ قرآن کی تلاوت کے دوران چپ رہیں اور اس پر قرآن کریم نے وعدہ فرمایا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو گے اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہوگی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابھی جب قاری ٹھہر گیا اور اس نے وقف کیا تو قرات ابھی نہیں ہو رہی ہے تو سننے کا حکم نہیں ہے اور جب سننے کا حکم نہیں ہے تو چپ رہنے کا بھی حکم نہیں ہے۔ اس لئے کہ چپ رہنا دہ سننے کے لئے ہے لہذا حق نبی کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس خیال کا اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے چپ رہنے کا جو حکم دیا ہے یہ محض سننے کے لئے نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو چپ رہنے کا حکم دیا ہے وہ حرمت قرآن کی وجہ سے ہے اور قرآن کو سننے کیلئے بھی ہے۔ دیکھئے کہ جب تک تلاوت کی محفل قائم رہے جب تک تلاوت کی مجلس قائم رہے یہ شرع کا قاعدہ کلیہ ہے کہ شرع مجلس کا اعتبار کرتی ہے جس مجلس میں جو کام ہو رہا ہے جب تک وہ کام ہوتا رہے گا وہ مجلس اسی کام کی ہے آپ نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا ہے لیکن کھانا کھانے کیلئے مستعد ہیں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ہیں تو عرفاً کیا کہا جائے گا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے کھانا کھا رہے ہیں جب تک کھانے کا فعل ہوتا رہے گا تب تک یہی کہا جائیگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے حالانکہ اس پوری مجلس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کھانا کھاتے رہیں بیچ میں کوئی فصل واقع نہ ہو بیچ میں فصل واقع ہوگا تو آپ بات بھی کریں گے کوئی اور کام بھی کریں گے لیکن وہ چونکہ کھانے کی مجلس ہے کھانے کی محفل ہے تو اس میں اس فصل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو

معمولی سا فصل ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کھانا
کھا رہے ہیں اور کھانا کھانے سے پہلے بھی آپ جب کھانے کے لئے مستعد
ہیں تو اس حالت استعدادی پر بھی وہ اطلاق ہوگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے
کھانا کھا رہے ہیں فلاں شخص کھانے کے لئے جا رہا ہے ابھی کھانا کھایا نہیں
ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا کھا رہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ جو فعل جب تک
قائم رہے جب تک جاری رہے وہ مجلس اسی فعل کی قرار دی جائے گی اس
طریقے سے میں (مفتی اختر رضا خاں ازہری) جو تقریر کر رہا ہوں تو میرے جملوں
کے درمیان خاموشی بھی ہوگی لیکن اس خاموشی کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا بلکہ
یہی کہے گا کہ تقریر ہو رہی ہے اور آپ لوگ بھی کہیں گے کہ فلاں صاحب تقریر
کر رہے ہیں اور ہم تقریر سن رہے ہیں حالانکہ بیچ میں خاموشی بھی ہوگی اسکو
بہت سی مثالوں سے سمجھایا جا سکتا ہے بہرحال مختصر یہ ہے کہ جب تک جس کام
کی محفل رہے گی وہ محفل اس کام کی شمار کی جائے گی جب تک تقریر جاری
ہے تقریر کی محفل قرار دی جائے گی جب تک خطبہ جاری ہے تو خطبہ کی محفل قرار
دی جائے گی بلاتشبیہ و تمثیل اسی طریقے سے جب تک تلاوت کی جاری
ہے ہزار مرتبہ اگرچہ قاری سکوت کرے اگرچہ وقف کرے لیکن وہ محفل
اسی مجلس کی، تلاوت کی ہی قرار دی جائے گی اسی لئے قاری کی تلاوت کے
درمیان اور خطبہ کے درمیان اور وعظ کے درمیان یہی حکم ہے کہ جب تک
خطبہ جاری ہے تو لوگوں کو ضروری ہے کہ وہ چپ بیٹھیں اگرچہ آواز نہ پہنچتی ہو
معلوم ہوا کہ یہ جو چپ رہنے کا حکم ہے وہ محض سننے کے لئے نہیں ہے،
سننے کے لئے بھی ہے اور حرمت وعظ، حرمت خطبہ و حرمت تلاوت
کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے اس لئے کہ جب بولا جائے گا اسکے

درمیان جو کلام کیا جائے گا تو تلاوت کی حرمت ختم ہو جائے گی وعظ کی حرمت ختم ہو جائیگی خطبہ کی حرمت ختم ہو جائیگی لہذا فقہاء بالاتفاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دور بیٹھا ہوا ہے یا کچھ لوگ دور بیٹھے ہوئے ہیں خطبہ کی آواز جہاں تک نہیں جارہی ہے یا وعظ کی آواز نہیں جارہی ہے یا قاری کی آواز نہیں جارہی ہے ان لوگوں کو بھی یہ فرض ہے کہ وہ چپ بیٹھیں جب کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ابھی قاری قرأت کر رہا ہے یا خطیب خطبہ دے رہا ہے یا واعظ وعظ کر رہا ہے معلوم یہ ہوا کہ یہ حکم چپ رہنے کا محض استماع کے لئے نہیں ہے محض یہ سننے کیلئے نہیں ہے بلکہ حرمت قرآن کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے قرآن کی تلاوت کے دوران اگر بولنا جائز ہوتا تو تلاوت ہی کی رخصت ہوتی کہ ہم تلاوت کر رہے ہیں دوسرا تلاوت شروع کر دے اور اگر یوں نہ بھی جب تک جتنے لمحوں میں قاری وقف کرتا ہے خاموش رہتا ہے تو اس کے سکتے میں تلاوت کرے لیکن سکتوں میں بھی تلاوت جائز نہیں ہے نہ اس تلاوت کے دوران دوسرا کو تلاوت کرنے کا حکم ہے تو معلوم یہ ہوا کہ یہ جو ہم لوگ "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہیں اس وقت اس نعرہ کا حکم نہیں ہے آپ دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دل میں "حق نبی" کا نعرہ لگائیں یعنی ذکر قلبی جاری رہے تو یہ منع نہیں ہے ذکر لسانی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کے دوران منع کیا ہے اور یہی بکی شان یہ ہے کہ جہاں ہم کو روکا گیا ہے وہیں رک جائیں اور جو ہم کو کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہم کریں اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(تقریر ختم ہوئی)

علمائے دیوبند کے آخری لمحات

تالیف: ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

برصغیر ہند و پاک میں علمائے دیوبند کا مثالی کردار اتنا روشن اور واضح ہے کہ کوئی کور چشم ہی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ وہ کون سا میدان ہے جہاں سے وہ آبلہ پا نہیں گذرے اور وہ کونسا محاذ ہے جہاں انہوں نے دادشجاعت نہیں دی، مدارس انہوں نے قائم کئے جو آج دین کے مضبوط قلعے بن چکے ہیں اور جن کے ذریعے اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔ دعوت و تبلیغ کے لئے ان کی قربانیوں نے دور صحابہ کی یاد تازہ کردی، مادر وطن کی آزادی سے لے کر مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح تک ہر پہلو سے انہوں نے وہ بے مثال جدوجہد کی ہے کہ امت مسلمہ اس احسان کے بار گراں سے سبکدوش نہیں ہوسکتی، دین حق کی اشاعت کا معاملہ ہو یا باطل فتنوں سے اس کی حفاظت کا مسئلہ، علمائے دیوبند ہمیشہ پیش پیش رہے، اس جماعت کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک انجمن تھا، جہاں بیٹھ جاتا مثال شمع ہر طرف اجالے بکھیرتا اور لوگ پروانوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوجاتے، ایثار، قربانی، تواضع، اخلاص، للّٰہیت، استغناء اور سب سے بڑھ کر اتباع سنت کے جذبے سے سرشار یہ جماعت بلاشبہ علمائے ربانیین اور قدسی صفت انسانوں کی جماعت ہے، یہ لوگ زندہ رہے تو اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند رہے اور جب اپنی دائمی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو علامہ اقبال کے اس شعر کی مجسم تفسیر بن گئے۔

نشانِ مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی نے ان صلحائے امت کے آخری لمحوں کو اور ابدی زندگی کی طرف روانگی کے وقت پیش آنے والے واقعات کو مستند کتابوں اور معتبر لکھنے والوں کی مدد سے ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ اس کتاب میں ایک باب ان بزرگوں کے واقعات پر مشتمل ہے، جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے جام شہادت نوش کیا، لگ بھگ سو مشہور و معروف شخصیتوں کے آخری لمحات کی یہ روداد آپ کے ایمان کو تازہ کرے گی، اور آپ کے دونوں ہاتھ خود بخود یہ دعا مانگنے کے لئے رب کریم کی بارگاہ میں اٹھ جائیں گے کہ اے اللہ! ہمیں ایسی ہی زندگی نصیب فرما، اور ایسی ہی موت عطا کر۔

حافظی بک ڈپو دیوبند 247554 (یوپی)

باب ہفتم

پاکستان میں دیوبندی بریلوی اتحاد کی نئی کوششیں

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

خوش قسمت ہیں وہ قومیں جو حالات بدلنے پر اپنی پچھلی غلطیوں پر متنبہ ہو جاتی ہیں اور اپنے اسلاف سے کٹنے کی صورتیں چھوڑ کر پھر سے ایک ہونے کا عزم کرتی ہیں۔

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

پاکستان بننے کے بعد امید تھی کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے جو باہمی نفرت کی دیواریں کھڑی کی گئی تھیں وہ یکسر گر جائیں گی۔ اور پاکستان میں مسلمان پھر ایک قوم بن کر ابھریں گے۔ لیکن افسوس کہ پاکستان کے بیشتر حکمرانوں، دانشوروں اور صحافیوں نے یہاں مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے لئے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا ان کے لئے کچھ تجویزات سامنے آئیں اور نہ کسی سیاسی جماعت نے اس کے لئے رائے عامہ کو ہموار کیا۔ پنجاب میں بنگلہ کی تعلیم اور ڈھاکہ میں اردو کی تعلیم ہمیں ایک قوم بنانے کے لئے ناگزیر تھی۔ اس کے لئے بھی ہم نے سیاستدانوں کا کوئی قدم اٹھتے نہ دیکھا۔ اور ہمارے حکمران آزاد قبائل کی سرپرستی کے باوجود ان لوگوں میں اردو زبان نہ لے جا سکے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں اب تک پختون اپنے میں اور پنجاب میں ایک بڑا فاصلہ محسوس کر رہے ہیں۔ اردو زبان اور سندھی زبان کے فرق پر کراچی کو علیحدہ کرنے کی تحریک چلی اور پاکستان کے مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کا خواب نصف صدی گزرنے کے باوجود ابھی تک اپنی تعبیر نہ پا سکا۔ پھر بھی ہم اللہ کے کرم سے مایوس نہیں ہیں تھوڑی بہت جو کوششیں ہوئیں ہیں ان میں گوئے سبقت پھر بھی مذہبی حلقے ہی لے گئے اور انہوں نے اپنے اختلافات کو کچھ نہ کچھ ضرور سمیٹ لیا۔ پہلے کیا کچھ ہو چکا تھا مذہب کے دائروں میں الحادی تحریکات جیسے نیچریت، قادیانیت، خارجیت، پرویزیت مسلمانوں کے اصولی مسائل پر حملہ آور ہوئیں۔ مذہبی آزادی کے نام سے سلف سے بغاوت بڑھتی گئی اور نئے نئے مذاہب نے پاکستان میں ایسے الحادی حلقے بنائے کہ فرقہ ناجیہ اہل

السنۃ والجماعۃ خود اپنا تحفظ نہ کر سکا اور اپنے دائرہ کے گرد کوئی حفاظت کے بند نہ باندھ سکا۔ آہستہ آہستہ اہل سنت ان الحادی تحریکات کی زد میں آگئے اور دیوبندی اور بریلوی جو ایک اصول و فروع سے نسبت رکھتے تھے اس اشتراک فکر کے باوجود اپنے مدارس اور اپنی مساجد کو بھی ایک ساتھ نہ رکھ سکے آج کتنی مساجد آپ کو نظر آئیں گی جن پر بریلوی مسجد کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اور شیعہ انہیں بڑی محبت کی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ ان کی محنتوں سے اب سنی ایک طاقت نہیں رہے دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان دو حلقوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لئے سیاستدانوں اور علماء نے کچھ قدم اٹھائے لیکن افسوس کہ ہم ان مخلصین کی اس محنت کو آگے نہ لے جا سکے۔ یہ عمارتیں بنتی رہیں اور گرتی رہیں۔

؎ جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

۱۔ پہلی کوشش اتحاد:

قائداعظم محمد علی جناح نے کی جب انہوں نے لاہور میں علی پور ضلع سیالکوٹ کے معروف گدی نشین جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور دیوبند کے معروف عالم علامہ شبیر احمد عثمانی کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر لیا۔ مولانا عثمانیؒ نے اپنے عقائد کی وضاحت کی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب نے آپ کو گلے سے لگالیا اور کھڑے ہو کر اعلان فرمایا:۔

علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے

یہ پیر صاحب کی حق پرستی تھی کہ انہوں نے اپنا فیصلہ دینے کے لئے مولانا احمد رضا خاں کے جانشینوں سے کوئی مشورہ نہ کیا نہ ان کے پیر خانہ مارہرہ شریف کو اس باب میں درخور مشورہ سمجھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کبھی علمائے دیوبند کی مخالفت نہیں کی انہیں ہمیشہ اہل سنت سمجھا۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پیرو اب مولانا احمد رضا خاں کے پیرووں سے قدرے مختلف ہیں اور یہ لوگ اپنی علیحدہ اذانوں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ بریلویوں کی مسجدوں میں شروع اذان میں صلوٰۃ وسلام کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی مسجدوں میں فرض نمازوں

کے بعد ذکر بالجہر ہوتا ہے جب کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے معتقدین نے ان بدعتوں کو اپنے ہاں پذیرائی نہیں دی۔

۲۔دوسری کوشش اتحاد

علماء کی طرف سے یہ کوشش علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے کی انہوں نے ۱۹۴۹ء میں کراچی میں مختلف المسالک کے اکتیس علماء کرام کی ایک عظیم میٹنگ بلائی اور پاکستان کے مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے لئے عمل اسلام کا آغاز کیا۔مختلف فرقوں کے لئے ایک مشترک خاکہ تجویز کیا جس کی مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا ابوالحسنات الوری نے کھل کر تائید کی۔

۳۔تیسری کوشش اتحاد

مولانا ابوالحسنات نے ۱۹۵۵ء میں ایک عدالت میں یہ بیان دیا:۔

مجھے کہا گیا کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلوی اور دیوبندی کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلی اور دیوبند دونوں جگہ ہر خیال اور عقیدہ اور ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں اس لئے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا موضوع تقریر کا یہ عنوان ہی صحیح نہیں۔علاوہ ازیں بریلی اور دیوبند دونوں مقام ہندوستان میں رہ گئے ہیں اس لئے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال بے معنی ہے اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی دینی درسگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات و افکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی جائے تو میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں دونوں سلسلہ کے علماء کے درمیان بعض عبارات کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔

۴۔چوتھی کوشش اتحاد

سابق صدر پاکستان جنرل ایوب مرحوم نے کی جس نے دیوبند کے معروف محدث مولانا شمس الحق افغانی اور ملتان کے معروف عالم مولانا احمد سعید کاظمی کو بہاولپور یونیورسٹی میں ایک جگہ مدرس بنا کر

بٹھادیا۔ اس حلقہ درس میں دیوبندی اور بریلوی طلبہ بلا امتیاز داخلہ لیتے تھے۔ اور وہ فارغ ہوکر پورے ملک میں اپنی اپنی مساجد میں ایک دوسرے کو کھلے بندوں ملتے تھے۔ باہمی علیک سلیک کے علاوہ بیشتر کھانے پینے کی مجلسوں میں بھی یہ حضرات اکٹھے ہوجاتے۔ ان مجالس میں بریلویوں نے مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کو عملاً ترک کردیا جو دونوں حلقوں کو علیک سلیک سے روکتا تھا۔ جس میں دوسروں کے بیماروں کی عیادت کرنے تک کو حرام کہا گیا تھا یہاں تک کہ دوسروں کے جنازہ اٹھانے کو بھی عظیم گناہ بتلایا گیا۔ لیکن اب یہ دونوں حلقے ایک دوسرے کو برابر ملتے ہیں۔ مولانا احمد رضا کا فتو ے ان ... بارے میں گو وہی رہا مگر عملاً اس میں بہت ڈھیل آ گئی وہ فتوی یہ تھا۔

بلا شبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض واہانت ......اس کا فرض ہے۔ اور توقیر حرام و ہدم اسلام۔ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام۔ مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت حرام۔ اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر۔ اس کا جنازہ اپنے کندھے پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشایعت کرنا حرام۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام۔ اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام۔ اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر۔

اس مشترک حلقہ عامہ کے علماء میں مولانا محمد حسین نعیمی والد ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا عبدالرحیم مرحوم اور مولانا فضل الرحیم نائب ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (حضرو ضلع کیمبل پور) اور مفتی محمد سرور قادری (لاہور) خاصے معروف ہیں۔ اور آپ نے نہ دیکھا ہوگا کہ کبھی ان حضرات نے دیوبندی اور بریلوی اختلاف میں کسی چنگاری کو پھر سے ہوا دی ہو۔ پاکستان میں ان کا ایک دوسرے سے ملنا اور اکٹھے بیٹھنا عام ہے۔

۵۔ پانچویں کوشش اتحاد

یہ کوشش اتحاد صدر پاکستان ضیاء الحق مرحوم نے کی جنہوں نے پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت قائم کی اور ان میں مولانا محمد تقی عثمانی اور پیر کرم شاہ صاحب کو اور مولانا عبدالقدوس فاضل دیوبند اور مولانا شجاعت علی قادری کو عدالت کی کرسیوں پر اکٹھا بٹھادیا۔ یہ حضرات آپس میں اٹھتے بیٹھتے رہے مل کر کھاتے پیتے بھی رہے اور مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فتویٰ کو ان حضرات نے عملاً مقتضاء

حال کے خلاف سمجھا۔ مولانا پیر کرم شاہ صاحب نے کھل کر دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتوں کو اہل السنۃ والجماعت کہا۔ اور ایک جگہ ان کی باہمی تفریق پر یوں اظہار افسوس کیا۔

سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت۔ قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات میں کلی موافقت ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریروں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا شخص گمراہ ہے دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت یا مورد تنقید خیال نہیں کرتے۔ لیکن اصول واساس میں بریلوی علماء سے سو فیصد متفق ہیں۔

پاکستان میں دیوبندی بریلوی اتحاد کے مواقع بار بار پیدا ہوئے ہیں۔ اور قوم اس ایک صد سالہ تفریق سے فارغ ہو کر پھر سے ایک ہونے کو ہے اور یہ صرف ان کے اتحاد پر موقوف ہے۔ پاکستان میں الحادی تحریکات دم توڑ جائیں یہ ابھی تک نہیں ہو سکا۔ مگر افسوس کہ ان الحادی تحریکات نے اپنی تمام تر مساعی اس محاذ پر لگا دیں۔ کہ پاکستان میں دیوبندی بریلوی حلقوں کو کبھی ایک نہ ہونے دیا جائے۔

بریلویوں کا انتہا پسند طبقہ ایک نئے فرقے کے روپ میں

اب بریلویوں کا ایک حلقہ ایک نئے جوش اور ولولہ سے اٹھا ہے اور انہوں نے مولانا احمد رضا خان کے ایک ایک لفظ پر ایمان و جان لگانے کی بازی لگا دی ہے۔ یہاں تک کہ بریلویوں کے مشہور دانشور پروفیسر مسعود احمد کے بھانجے مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے ان کے خلاف خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ انہوں نے تعصب کے مارے اس فتنہ کا اس طرح پتہ دیا ہے، سرخی ملاحظہ ہو:۔

''ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جارہی ہے''

مفتی مظہر اللہ دہلوی کے اس نواسہ نے بریلویوں کے اس فرقے کی اس طرح نشان دہی کی:۔

''حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور شان کی آڑ میں بڑے بڑے نبیوں ولیوں اور صحابہ کو گستاخ بے ادب کافر بنایا جارہا ہے۔ مثلاً اس فرقے کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ آیت مبارکہ لیغفر اللہ ماتقدم من ذنبك وما تاخر میں جو ذنب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف کی ہے اس کا ترجمہ اور

تشریح کرتے وقت ذنب کے کوئی سے بھی معنی لئے جائیں لفظ ذنب یا اس کا ترجمہ گناہ یا خطا وغیرہ سے کر کے اس کی نسبت حضورؐ کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی گستاخی، جہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبیؐ کا گستاخ ہے اور کافر ہے توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے جہنم اس کا مقدر ہے''۔

یہ فرقہ اس پر مصر ہے کہ ان کا تعارف بریلوی نام سے ہی ہو لیکن ان کے اعتدال پسند لوگ اب یہ پختہ رائے رکھتے ہیں کہ پاکستان کے نئے حالات میں مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ پر دیوبندیوں سے علیک سلیک کو حرام جاننا اور ایک دوسرے سے کبھی ہاتھ نہ ملانا اب یہ دن اس تعصب کو باقی رکھنے کے نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل سنت کے بنیادی عقائد جو پہلی کتب عقائد میں پوری تفصیل سے موجود ہیں۔ اہل سنت کے دونوں حلقے ان پر قائم ہوں۔ اور محض الزامات کے سہارے ایک دوسرے سے عقائد کے فاصلے قائم نہ کئے جائیں۔

رہے اپنے فروعی مسائل تو جب دونوں ایک فقہ پر یقین رکھتے ہیں تو چاہیئے کہ دونوں محض اپنی رسوم اور اغراض پر مبنی بدعات کے واسطہ سے اپنے آپ کو ایک دوسرے سے دور نہ رکھیں۔ بریلوی علماء کو بھی چاہئے کہ ایصال ثواب کا کھانا نہ کھائیں یہ صرف مساکین وغرباء کا حق ہے انہیں چاہئے کہ اس مسئلہ میں وہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کو غلط نہ کہیں۔

سنجیدہ بریلوی سنبھل رہے ہیں

ہم نے مطالعہ بریلویت کی چھٹی جلد کے آخر میں اس مسئلہ پر بحث کی تھی کہ مساجد بنیادی طور پر نمازوں کیلئے ہیں۔ نغمہ سرائی کے لئے نہیں۔ ان میں شعر خوانی اور محافل نعت کو اس درجہ میں جگہ نہ دی جائے کہ نمازی مساجد میں اپنا حق نہ پا سکیں۔ ہم نے جس دردمندی سے یہ آواز اٹھائی تھی۔ الحمد للہ کہ اس سے اعتدال پسند بریلویوں کو قبول حق کی توفیق ملی۔ بریلویوں کا ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور سے نکلتا ہے اس کے مدیر اعلیٰ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری ہیں۔ انہوں نے اپنے مئی ۲۰۰۱ کے پرچہ میں ص ۷ پر ایک مضمون اس عنوان سے دیا ہے۔

''محافل نعت ...... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش''

مضمون نگار نے اس میں اپنے اس انتہا پسند حلقے کی شکایت کی ہے۔ وہ اپنے ان جہلاء کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں۔ ہم یہ مضمون ہدیہ قارئین کر چکے ہیں۔ حق کی صدا جدھر سے بھی اٹھے لائق داد ہے

قومی سیاست میں دیو بندی اور بریلوی اتحاد

۔۔۔۔ کے انتخابات میں دیو بندی بریلوی بھی نوستاروں میں ایک ہوئے مولانا مفتی محمود اور مولانا شاہ احمد نورانی ایک ساتھ چلے اور مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ دھرے کے دھرے رہ گئے کہ دیو بندیوں سے ملنا جلنا اور علیک سلیک سب حرام ہے۔

ایسا کیوں ہوا؟

یہ اس لئے کہ پاکستان کے قومی تقاضوں میں مولانا احمد رضا خاں کے فتووں کے تحت ہم پاکستان میں کبھی ایک قوم ہو کر چل ہی نہیں سکتے۔ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے انگریز حکومت کے دھارے میں چلے تھے اب یہاں ان کے چھوڑنے سے چارہ نہیں۔ قادیانیوں سے اختلاف حقیقی تھا وہ اور شدید ہوتا گیا۔ اور مسلمانوں نے بالاتفاق انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ دیو بندی بریلوی اختلافات زیادہ تر الزامات پر مبنی تھے۔ وہ خفیف ہوتے گئے۔ اور تمام بریلوی مولانا مفتی محمود صدر قومی اتحاد کی قیادت میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر پاکستان کی سڑکوں پر چلے۔ بریلویوں کے چند انتہا پسند علماء کے سوا کسی نے اس قومی اتحاد کی مخالفت نہ کی۔

مدارس عربی کے تحفظ میں دیو بندی بریلوی اتحاد

پاکستان کے دیو بندی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان ہے۔ اور بریلوی مدارس کی تنظیم کا نام تنظیم المدارس العربیہ ہے۔ دونوں میں تقریباً ایک ہی نصاب پڑھایا جاتا ہے، کسی حکومت نے جب کبھی کسی مدرسہ عربی میں بے جا مداخلت کی مذکورہ بالا دونوں تنظیمیں ایک ہو کر سامنے آئیں۔ اور ان کے مشترکہ اجلاس ایک دوسرے کے مدارس میں عام ہوتے رہے۔ کیا یہ وقائع ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں کے دیو بندیوں پر کفر کے فتوے محض ایک سیاسی جوش میں تھے۔ جو وقت کے دھارے میں بہہ گئے۔ اور اب وقت آ گیا ہے کہ دونوں اپنے اس عبوری اختلافی دور کو نذر ماضی کر کے اپنے ایک روشن مستقبل کی تعمیر کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی علمائے دیوبند کے اشتراک عمل میں

مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان علم وفضیلت میں مولانا احمد رضا خاں سے کم نہیں ہیں۔ وہ وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر تو یہ کہتے ہیں۔ انہوں نے بریلوی جماعت کی بہبود اب اسی میں سمجھی ہے کہ سیاسی طور پر دیوبند کے ساتھ رہیں۔ وگرنہ لادینی قومیں نئی نسلوں کو دین کے عنوان سے بھی متنفر کر دیں گی۔

جو بریلوی علماء دیوبند سے کسی درجہ میں بھی اتحاد کے قائل نہ تھے۔ ان کی رضا خانی رگ پھڑکی اور انہوں نے شاہ احمد نورانی کی خلاف ایک اپنی سنی تحریک قائم کی۔ پاکستان کے ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں شاہ احمد نورانی متحدہ مجلس عمل کے صدر بنے۔ قاضی حسین احمد نائب صدر، اور بطل حریت، مولانا فضل الرحمن ناظم اعلیٰ بنے۔ اس اشتراک عمل نے قومی اسمبلی کی سیٹیں حاصل کیں۔ سنی تحریک نے بھی متعدد نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کئے ان کے سربراہ عباس قادری اور افتخار بھٹی سمیت ان کا کوئی امیدوار ایک سیٹ بھی نہ لے سکا۔ یہ صورت حال بتا رہی ہے کہ بریلویوں کی علیحدگی پسندی کا گراف اب نیچے جا چکا ہے۔ آج عام بریلوی محسوس کرنے لگا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے تشدد پر چل کر ہم کبھی پاکستان کے وفادار شہری نہ ہو سکیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کو ان کی سیاسی سوچ یہاں تک لے آئی ہے۔

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا　　　بہت کچھ ہو چکی اجزائے سنی کی پریشانی

متحدہ مجلس عمل میں مولانا شاہ احمد نورانی کے گروپ کے بھی صرف ایک عالم متحدہ مجلس عمل میں کامیاب ہوئے وہ مولانا ابوالخیر محمد زبیر (حیدر آباد) ہیں۔ آپ کھلے طور پر مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ کنز الایمان کے خلاف ایک علمی جنگ جیتے۔ یہ ان کا قدم راسخ تھا۔ جو انہیں اتحاد اہل سنت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ کاش کہ آپ آیت درود کے دوران بھی حنفی مذہب سے نہ نکلتے اور اس میں حق نبی کے نعرے کی حمایت نہ کرتے تو ہمیں آپ کی حمایت میں آپ کی جماعت سے شرمندہ نہ ہونا پڑتا اب ہم اپنے عقائد کی وضاحت میں المہند علی المفند کو ایک مقدمہ کے اضافہ سے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

دو سو سال کے بعد بھی آپ وہی بات سنیں گے نہ ماننے سے حقائق نہیں بدلتے۔

باب ہشتم

المہند علی المفند

مقدمہ

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

المہند علی المفند مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری دستاویز حسام الحرمین کے جواب میں ۱۳۲۵ھ میں ہنگامی حالات میں لکھی اس میں علمائے حرمین کے اٹھائے چھبیس سوالوں کے بڑے واضح جوابات ہیں لیکن افسوس کہ اب تک اس پر کوئی مقدمہ تفصیل نہیں آسکا یہ سطور اسی ضرورت کا ایک تاریخی احساس ہے۔ واللہ ھوالموفق۔

ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی ایک قدیمی درسگاہ ہے اس کی ثقاہت اور تحقیق پر پورے ہندوستان کا علمی اعتماد رہا ہے انیسویں صدی میں یہ ناممکن سمجھا جاتا کہ یہاں کے علماء کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف کہیں قصور کے ایک تاریخی بزرگ مولانا غلام دستگیر قصوری ایک جگہ مسجد کے ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ظن غالب ہے کہ جو فتوے دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شئے کو حرام بنادیں اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور غیر آباد کردیویں (استفتاء مسجد ستیہ والہ ص۹ مطبوعہ قصور ۱۲۹۴ھ)

موضع ستیہ والا ضلع فیروزپور میں ایک گاؤں ہے وہاں کی ایک مسجد کے بارے میں یہ اختلاف اٹھا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا غلام دستگیر کا ان حضرات سے بعض علمی مسائل میں اختلاف بھی ہوا مولانا قصوری نے تقدیس الوکیل لکھی اور اس میں بہ طریق لزوم حضرت مولانا خلیل احمد پر توھین باری تعالیٰ کا الزام لگایا لیکن یہ الزام چونکہ بطریق لزوم تھا بطریق التزام نہ تھا اس لئے آپ نے ان حضرات کے خلاف

فتویٰ کی زبان استعمال نہ کی اور کوئی فتویٰ نہ دیا پھر جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن نے اس پر جہدالعقل فی تنزیہہ المعز والمذل لکھی تو مولانا قصوری کا وہ ابہام بھی جاتا رہا اب واقعی ان کے نزدیک ناممکن تھا کہ علمائے دیوبند کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف کہیں فتویٰ کی زبان میں ہندوستان کے اہل سنت مسلمانوں کے علماء دیوبند پر پورا اعتماد تھا۔

لزوم اور التزام میں فرق کی ایک اور شہادت

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

لزوم اور التزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہے ہم احتیاط برتیں گے۔(سل السیوف الھندیہ ص ۲۲ مطبوعہ عظیم آباد)

ہاں بدایوں میں ایک آواز ضرور اٹھی تھی جس کے نقیب مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۴ھ) تھے لیکن یہ بات کسی سے چھپی نہ تھی کہ آپ روزگار کی تلاش میں تھے اور انگریزی حکومت کو کسی ایسے عالم کی ضرورت تھی جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے جانشینوں حضرت شاہ محمد اسحٰق اور حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے خلاف اعتقادی محاذ آرائی کریں تاکہ ہندوستان کی سب سے بڑی دینی جماعت اہل السنۃ والجماعۃ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے خاندان کے ایک مرید محمد یعقوب القادری اکمل التاریخ میں مولانا کے سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ مولانا فکر معاش میں بہت سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدردانی کا ہاتھ بڑھایا محمد یعقوب القادری لکھتے ہیں:۔

اس بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی طرف سے فارغ البال ہو آخر اس جستجو پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا۔(اکمل التاریخ جلد ۲ ص ۳۸)

آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چاردیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کے علمی سبززاروں کی گلگشت شروع کی حکام وقت اور والیان ریاست نے قدردانی اور مرتبہ شناسی کے لئے دست طلب

بڑھانا شروع کیا اور آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کے لئے مانگنا چاہا۔(ایضاً جلد۲ص۵۱)
نواب محی الدولہ نے کوشش کر کے سترہ روپے یومیہ مقرر کرا دیئے اور پھر یہ وظیفہ برابر جاری رہا مگر اب رقم گیارہ روپے روزانہ ہوگئی تھی۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اس محاذ کو سنبھالا مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت اختلاف پسند تھی آپ علماء بدایوں سے بھی بگڑے اور نوبت عدالت تک پہنچ گئی آپ خیرآبادی علماء سے بھی بگڑے اور حضرت مولانا معین الدین اجمیری نے آپ کے خلاف ایک پوری کتاب تجلیات انوارالمعین تین حصوں میں لکھ ڈالی تاہم یہ صحیح ہے کہ اہل سنت کی باہمی تقسیم کا جوخواب مولانا فضل رسول نے دیکھا تھا مولانا احمد رضا خاں بریلوی اس کی تعبیر بن کرابھرے آپ کے تذکرہ نگار مسلسل اسی جدوجہد میں رہے یہاں تک کہ مستقل دو دو مکتب فکر قائم ہوگئے بریلوی اور دیوبندی دونوں۔

قاری احمد علی بھیتی لکھتے ہیں:

۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں متوفی (۱۳۴۰ھ) نے قلم اٹھایا.....مولانا احمد رضا خاں پچاس سال جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان تحائف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے (سوانح اعلیٰ حضرت ص۶۰)

مولانا احمد رضا خاں کا اس جدوجہد میں آخری کارنامہ یہ رہا کہ آپ علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز حسام الحرمین کے نام سے تیار کر کے حرمین پہنچے اور جہاں تلوار اٹھانا منع تھا وہیں سے تلوار چلا دی۔آپ علماء حرمین سے اس کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے عرب پہنچے وہاں پہلے سے مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری پہنچے ہوئے تھے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کو اپنے مشن میں کامیاب ہونے نہ دیا مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری علماء حرمین ان کی عزت کرتے تھے اس کی ایک جھلک آپ شاہ سراج الیقین سجادہ نشین درگاہ کرسی شریف کے ان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

میں نہیں کہہ سکتا ارباب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ میں

جاری رہتا تھا حتی کہ جب آپ عازم حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھ میں لئے ہوئے اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ (زیارت خانہ زیارت اولیائے کاملین ص ۲۳ طبع ۱۹۱۴)

مولانا احمد رضا خاں کو وہاں مولانا خلیل احمد کا سامنا کرنے کی تو کہیں جرأت نہ ہوئی نہ وہ کبھی آپ کے سامنے آئے لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اتنا ضرور کیا کہ چند علماء حرمین سے جو اردو نہ جانتے تھے علماء دیوبند کی چند اردو عبارات پر فتوے کفر حاصل کر لیا جو انہوں نے مشروط پیرائے میں لکھا کہ اگر واقعی یہ مضامین کفریہ ان عبارات میں موجود ہوں تو یہ واقعی کفر ہیں جب مولانا احمد رضا خاں کی اس سازش سے پردہ اٹھا تو اب مولانا احمد رضا خاں کے لئے وہاں رہنا ہی مشکل ہو گیا اور وہاں کے علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے ذکر کردہ مسائل پر خود علماء دیوبند سے براہ راست استفسار کیا اور ان سے چھبیس ۲۶ سوالات پوچھے۔ المہند علی المفند انہی سوالات کے جوابات ہیں سوالات عربی میں تھے اور ان کے عربی میں ہی جوابات دیئے گئے یہ جوابات حضرت مولانا خلیل احمد نے لکھے اور ان پر دیوبند کے اس وقت کے سب بڑے بڑے علماء سے اس پر دستخط کروائے یہ جوابات علمائے حرمین کو پہنچے اور پھر سب نے ان پر تائیدی دستخط کئے اب آپ نے اس کتاب کو ایک دوسرا نام بھی دیا "التصدیقات لدفع التلبیات"۔ اس کتاب کا ہندوستان پر بہت گہرا اثر ہوا اور علمائے دیوبند پر الزامات کے سب بادل چھٹ گئے۔ یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں نے بھی پھر المہند کے خلاف زندگی بھر ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ باوجود یہ کہ آپ اس کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے مگر آپ اس کے جواب میں کوئی ایک رسالہ تک لکھ نہ پائے یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے حلقے کے بعض علماء میں یہ بات چل نکلی کہ مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے ان جوابات سے جو المہند میں دیئے گئے پورے مطمئن ہو چکے ہیں اور اب آپ ان الزامات سے امت کی اس تقسیم کے حامی نہیں رہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ایک پیرو مولانا خلیل الرحمن خاں نے علماء دیوبند کے خلاف اپنی زبان روک لی اور مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے پیرووں کو چیلنج دیا کہ اگر تم کہتے ہو کہ مولانا احمد رضا خاں نے المہند کے جوابات کی روشنی میں اپنے سابق موقف سے رجوع نہیں کیا تو ان کی اپنی

ایک دستاویز دکھاؤ جو انہوں نے المھند کی اشاعت کے بعد اس کے خلاف لکھی ہو اور یہ حقیقت ہے کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کی کوئی اپنی تحریر المھند کے جواب میں پیش نہ کر سکے۔

یہ المھند اب آپ کے سامنے ہے اس سے حضرت کعب بن زبیرؓ (ھ) کی پیشگوئی پوری ہوگئی کہ المھند اللہ کی تلواروں میں ایک ایسی تلوار ہے جو قیامت تک سونتی رہے گی حضور اکرم کی یہ تیغ ان پر ہمیشہ مسلول رہے گی کوئی اس کا جواب نہ لکھ سکے گا آپ نے کہا تھا:۔

ان الرسول لنور يستضاء به مهند من سيوف الله مسلول (شرح مواہب اللدیہ للزرقانی جلد۳ص۵۴)

(ترجمہ) بے شک یہ رسول صلعم ایک ایسا نور ہیں جن سے ہر طرف ضیاء باری ہوگی آپ کی روشنی ہر طرف جائے گی اللہ کی تلواروں میں یہ ہندی تلوار مھند ہمیشہ سونتی رہے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے ان الزامات کے جواب میں الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب لکھی۔ آپ وہیں مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیتے تھے آپ کی ان حلقوں میں یہ تدریسی خدمات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہاں حسام الحرمین کا پترکاہ کے برابر اثر نہ ہوا تھا۔ ایسا ہوتا تو آپ کا درس وہاں جاری نہ رہ سکتا تھا۔ اب المھند پر نہ صرف علمائے حرمین بلکہ علمائے شام و مصر نے بھی اپنی تصدیقات ثبت کریں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد حالات کا نیا رخ

پہلی جنگ عظیم میں شریف مکہ نے جو ترکی خلافت کی طرف سے مکہ کا گورنر تھا انگریزوں کی حمایت میں ترکی خلافت کے خلاف بغاوت کی تھی شیخ الہند مولانا محمود حسن کو مکہ سے گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا اور مولانا احمد رضا خاں اور ان کے بیٹوں نے بریلی میں شریف مکہ کے اعزاز سلطنت میں متعدد رسالے لکھے۔ الحجۃ الواھرہ کا ٹائٹل ملاحظہ کیجئے۔ شریف گو ہاشمی تھا عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا لیکن پڑھے لکھے طبقے پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا ڈاکٹر اقبال نے شریف کے اقتدار پر صاف بات کہی۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفےٰ   خاک وخوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

پھر شریف کو بھی وہاں چین نصیب نہ ہوا جو مدینہ طیبہ میں کسی برائی کا ارادہ کرے وہ پاک زمین اس کو دور پھینک دیتی ہے شریف پر آل سعود نے حملہ کیا تو یہ ہاشمی سلطنت جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں کے بیٹوں نے رسالے لکھے تھے صرف شرق اردن میں محدود ہوکر رہ گئی اور عرب کا وہ علاقہ جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں آل سعود کے قبضہ میں آ گیا اور اس نے سعودی عرب کا نام پایا۔ سعودی سلطنت کے خلاف مولانا احمد رضا خاں کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے الحجۃ الداھرہ نام سے ایک رسالہ لکھا اور کہا جب تک مکہ پر آل سعود کا قبضہ ہے حج ملتوی رکھا جائے وہاں حج کے لئے نہ جائیں یہ ہندوستان کی باتیں ہندوستان میں ہی رہیں عالم اسلام پر بریلویوں کی ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

سعودی عرب کے نئے حالات

سعودی عرب میں ملک عبدالعزیز آل سعود نے اسلامی حدود نافذ کیں سیاسی اور آل سعود کے ہاتھ میں رہے اور مذہبی امور آل شیخ کی تحویل میں دیئے گئے سعودی عرب میں یہ نئی اسلامی سلطنت قائم ہوئی اور وہاں کے قاضی فقہ حنبلی کے مطابق اقامت حدود کرنے لکھے ان سے پہلے ترکی خلافت کے فتوے حنفی فقہ پر چلتے تھے اہل علم کے ان مسلکی فاصلوں سے گو کچھ نئے اختلافات ابھرے لیکن آل سعود اور آل شیخ کے حلقوں میں ان اختلافات کو کوئی اہمیت نہ دی گئی اور وہاں غیر مقلدین کے نام سے کوئی حلقہ قائم نہ ہو پایا اب ہندوستان اور پاکستان کے غیر مقلدین حضرات نے وہاں اہلحدیث نام کی بجائے سلفی نام سے داخلہ لے لیا اور اسی نام سے وہاں پذیرائی پائی۔ سلفی کا معنی ہے سلف صالحین کی پیروی میں چلنے والے لوگ۔ اس سے صاف یہ سمجھا جاتا ہے کہ سلفی وہ لوگ ہیں جو مطلق تقلید کے خلاف نہیں صرف شخصی تقلید کے خلاف ہیں علمائے دیوبند چونکہ فقہ میں حنفی مسلک کے تھے اور سلطنت ترکی بھی حنفی مسلک پر تھی اور ان سے آل سعود کو بُعد ہونا فطری تھا اس لئے یہاں کے نو وارد غیر مقلدین نے علماء دیوبند اور علماء آل شیخ میں خرافات اور بدعات قائم تھیں علمائے دیوبند پر بھی انہوں نے وہاں ان کی پوری تصویر اتار دی۔

پانچ مسئلوں میں انہوں نے وہاں المہند کو بدعت سے ملوث کیا ہم سمجھتے ہیں کہ ذرا دقتِ نظر اور

وسعت ظرف سے کام لیا جائے تو ان میں بھی صرف اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ان میں شرک و بدعت کی آلائش کہیں نظر نہیں آتی۔ اختلاف میں وسعت ظرفی اور برداشت سے کام لینا چاہئے ضد کسی طرح نہ چاہئے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم ان پانچ مسائل کی یہاں کچھ وضاحت کردیں۔ وہ پانچ مسائل یہ ہیں:۔

۱۔اشاعرہ اور ماتریدیہ سے انتساب

۲۔تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب

۳۔قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا

۴۔توسل بالصالحین میں شرک کوئی گمان نہیں

۵۔مقام احسان پر جانے کے لئے مشائخ کی ضرورت

۱۔اشاعرہ اور ماتریدیہ سے انتساب

امام ابوالحسن الاشعری (۳۳۰ھ) اور امام ابوالمنصور الماتریدی (۳۳۳ھ) اہل السنۃ عقائد کے تھے عقائد کی جنگ اہل سنت اور معتزلہ میں ہوئی معتزلہ نے اس میں عقل کے ہتھیار ضرورت سے زیادہ استعمال کئے اور خبر واحد کی حجت کا انکار کیا معجزات کے پیچھے طبعی اسباب تلاش کئے اہل سنت نے اسے عقائد قرآن و حدیث سے ثابت کئے محدثین اور فقہاء اہل سنت نظریات پر رہے اشاعرہ اور ماتریدیہ بھی عقائد میں اہل سنت ہی تھے انہوں نے معتزلہ کے جواب میں بے شک ان کے ہتھیار بھی استعمال کئے اور عقلی استدلالات سے انہیں ہر مسئلے میں شکست دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معتزلہ عقل کے مہلک ہتھیاروں سے اہل السنۃ کو اعتزال میں نہ کھینچ سکے اور اہل سنت نے عقل سلیم اور نقل صحیح میں جو توافق کی راہ قائم کی وہ زیادہ تر انہی متکلمین کی نصرت سنت کی محنتوں کا ثمرہ تھا بعد میں بھی جو متکلمین ان کی راہوں پر چلے وہ نسفی ہوں یا تفتازانی وہ بھی زیادہ سنت کے قریب رہے یہ صحیح ہے کہ علم حدیث کے بعض حلقوں میں متکلمین سے بہت زیادہ نفرت رہی لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ

حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے جبال علم حدیث اشاعرہ اور ماتریدیہ کی ان نصرتوں کو ہمیشہ اہل سنت کے کھاتے میں ہی شمار کرتے آئے ہیں۔حافظ ابن تیمیہ (۷۲۴ھ) لکھتے ہیں:۔

وکان الاشعری وائمة اصحابه یقولون انهم یحتجون بالعقل لما عرف ثبوته بالسمع فالشرع هوالذی یعتمد علیه فی اصول الدین والعقل عاضد له ومعاون (کتاب العقل والنقل)

(ترجمہ) ابوالحسن الاشعری اور ان کے شاگرد میں جوفن عقائد میں امامت کے درجہ پر پہنچے اپنا مسلک یہ بیان کرتے رہے ہیں کہ ہم عقل سے صرف ان امور پر حجت پکڑتے ہیں جن کا ثبوت نقل صحیح سے معلوم ہو چکا ہو یہی وہ شریعت ہے جس پر اصول دین میں اعتماد کیا جا سکتا ہے عقل تو نقل کی اس بات کو مضبوط کرنے کے لئے پہلے اور اس کی معاون ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابوالحسن الاشعری اور ان کے شاگردوں کی یہ کوششیں بہت لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے اصل دینی کتاب وسنت کو ہی سمجھا ہے اور عقل کو ان کے خادم کے طور پر استعمال کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

وهذا مما مدح به الاشعری فانه بین من فضائح المعتزله وتناقض اقوالهم وفسادها یبینه غیره لانه کان منهم (منهاج السنہ جلد۳ص ۷۱)

(ترجمہ) اشعری نے کتاب الابانۃ میں کہا ہے کہ میں وہی کہتا ہوں جو سنت اور حدیث والوں نے کہا ہے آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ امام احمد کے قول پر فتوے دیتے ہیں۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ امام ابوالحسن الاشعری جب اپنے عقلی استدلال سے کتاب وسنت کا پہرہ دیتے تھے تو ان کی کتاب وسنت پر جامع نظر ضرور ہوگی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کی نصرت میں معتزلہ کے اختیار کردہ ہتھیار ان کے خلاف اس شہرت عام سے استعمال کریں کہ اہل سنت میں متکلمین خود ان کا اپنا ایک گروہ شمار ہوں اور خود ان کی حدیث پر وسیع نظر نہ ہو امام ابوالحسن اشعری

نے آخرت میں رویت باری ہونے پر جو بیان دیا ہے وہ بتلاتا ہے کہ حدیث وسنت پر ان کی جامع نظر تھی۔آپ معتزلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

خالفوا روایات الصحابه عن نبی الله ﷺفی رویةالله بالابصار وقد جاء ت فی ذلك الروایات من الجهات المختلفات و تواترات بها الآثار وتتابعت بها الاخبار (کتاب الابانة الاشعری ص۵)

(ترجمہ) معتزلہ نے ان روایات کی مخالفت کی ہے جو صحابہؓ آنکھوں سے رویت باری ہونے پر اللہ کے پیغمبر سے روایت کی ہیں اس باب میں روایات مختلف جہات سے آئی ہیں۔احادیث اس میں تواتر کے درجہ تک پہنچی ہیں اور اس میں آثار ایک دوسرے کی متابعت میں وارد ہیں۔

اس سے امام ابوالحسن الاشعری کے آثار واحادیث کے وسیع علم کا پتہ چلتا ہے سو بعض سلفیوں کے اس پراپیگنڈہ میں کوئی جان نہیں کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ اہل سنت میں سے نہیں ہیں معاذ اللہ اہل بدعت میں سے ہیں۔

اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے مقتدر عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ یہ متکلمین حضرات اہل سنت میں سے ہیں،آپ لکھتے ہیں:۔

الغرض اصول عقائد میں ایک اہل سنت کے تین مسلک قرار پائے ،۱۔حنبلی ۲۔اشعری اور ۳۔ماتریدی اور انہی میں ان کے فروعی مذاہب بھی شامل ہیں منابلہ میں حنبلی مقلدین اور اہل حدیث قدیم..... اشاعرہ میں مالکیہ اور شافعیہ اور ماتریدیہ میں حنفیہ۔(تاریخ اہلحدیث ص ۷۱ طبع ۲۰۰۰ھ)

آپ ماتریدیہ کے بارے میں یہ پہلے لکھ آئے ہیں۔

خواجہ ابوالحسن الاشعری کے زمانہ میں ہی بمقام ماترید جو سمرقند کا ایک محلّہ ہے یا اس کے متصل ایک موضع تھا امام ابوالمنصور محمد بن محمود (۳۳۳ھ) ہوئے یہ دوواسطوں سے قاضی ابو یوسف اور امام محمد کے شاگرد تھے.....امام ابومنصور ماتریدی نے بھی خواجہ ابوالحسن الاشعری کی طرح معتزلہ قرامطہ اور روافض کے رد میں کئی ایک کتابیں لکھیں عقائد کی بنیاد نصوص پر ہی رکھی لیکن طریق بیان اور صورت

استدلال عقلی میں بعض مسائل میں خواجہ اشعری سے اختلاف کیا لہٰذا ان کا طریق الگ قرار پایا اور ماتریدی کے نام سے موسوم ہوا۔ (ایضاً ص ۱۱۰)

(نوٹ) یہ ضروری نہیں کہ تمام احناف ماتریدی ہی ہوں قاضی ابوالحسن بن ابی جعفر سمنانی اور ان کے والد فروعی مسائل میں حنفی تھے مگر اصول دین میں اشعری رہے اور وہ بھی غالی درجے میں۔ مورخ ابن اثیر جزری (ھ) ۴۶۶ھ کے واقعات میں ان دونوں کو حنفی اشعری لکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے عربی مدارس میں عقائد میں شرح عقائد نسفی اشعری اور ماتریدی دونوں قدردوں کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے صاحب متن علامہ نسفی حنفی ہیں اور شارح علامہ تفتازانی شافعی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کے ہاں اشاعرہ اور ماتریدیہ میں کوئی اصولی فاصلے نہ تھے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی لکھتے ہیں۔ درسوں میں پڑھنے والے بھی حنفی اور پڑھانے والے بھی حنفی لیکن جو کچھ پڑھا پڑھایا جاتا ہے وہ سب اشعری ہے۔

گویا آج کل حنفی بھی اشعری ہیں (تاریخ اہل حدیث ص ۱۱۷)

حضرت اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اس سے علامہ نمرالدین ابن اثیر الجزری کا یہ تعجب ختم ہو جاتا ہے کہ حنفی اشعری کیوں۔

ھذا مما یستطرف ان یکون حنفی اشعریاً (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۲)

یہ درست نہیں کہ یہ حضرات اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ اہل سنت میں سے نہ تھے یہ خود اپنے آپ کو ہمیشہ اہل سنت ہی کہتے رہے امام ابومنصور الماتریدی مسئلہ صفات میں لکھتے ہیں:

صفات اللہ لاھی ھو ولا غیرہ عند اھل السنۃ والجماعۃ ولاھی محدثۃ سواء کانت من صفات الذات او من صفات الفعل (شرح فقہ اکبر ص ۲۱ الماتریدی)

علامہ ابومنصور الماتریدی استواء علی العرش کے قائل تھے لیکن علو ارتفاع اور علو مسافت کی کھل کر نفی کرتے تھے افسوس کہ آج کل کے جدید اہلحدیث اس باب میں ذات باری سے جہت کی نفی نہیں کرتے استویٰ علی العرش کو اپنے ظاہری معنی پر رکھتے ہوئے فرقہ مجسمہ کے ساتھ شامل ہوئے ہیں

تاہم یہ صحیح ہے کہ ان میں جو اہل علم ہوئے وہ عقیدہ علو جہت کو کفر کہتے تھے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں۔ (حاشیہ شھادۃ القرآن طبع دوم)

یہ متکلمین اسلام کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ انہوں نے نئی دنیا میں اسلام کو فطری پیمانے پر اس طرح پیش کیا ہے کہ اب کسی کے لئے اسلام کے کسی پہلو سے انکار کی گنجائش نہیں رہی۔ صنائع وعلوم عقلیہ نہ تو عرب میں تھے اور نہ ان کو ان کی ضرورت پڑی پھر آہستہ آہستہ جوں جوں تمدن میں ترقی ہوتی گئی اور فتح ممالک کی وجہ سے غیر قوموں سے اختلاط اور امتزاج ہوتا گیا طبیعتیں اس طرف مائل ہوتی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ان علوم عقلیہ میں بھی کامل اور پورے ماہر ہوگئے کئی مسائل میں یونانیوں سے بر بنائے دلیل اختلاف کیا اور کئی ایک جدید تحقیقات اضافہ کیں اور کئی ایک علوم کو ان کی ابتدائی حالت سے کمال تک پہنچادیا ایسے علماء حکمائے اسلام یا متکلمین کہلائے جنہوں نے علوم عقلیہ کی رو سے عقائد اسلام کے متعلق کتابیں تصنیف کیں فجزاھم اللہ عنا خیر الجزاء۔ اللہ ان سب کو اس نیک کام پر نیک جزاء عطا فرمائے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۱۰۲)

علماء دیوبند بھی عجم میں اسی راہ پر چلے ہیں

علماء دیوبند نے ہندوستان میں ہندوؤں اور عیسائیوں پر اس راہ سے اسلام کی جنگ لڑی ہے انگلینڈ اور فرانس سے آنے والے پادریوں کو اور آریہ سماج کو ہر محاذ پر شکست تاہم مسائل صفات میں ان کا اپنا عقیدہ وہی رہا جو سلف صالحین کا تھا (تاریخ اہلحدیث ص ۱۰۲)

وہ امام ابوحنیفہ امام احمد اور امام طحاوی کے عقائد پر صدق دل سے معتقد رہے۔

کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ   جس طرح جلتے توے پہ رقص کرتا ہے سپند

مسائل صفات میں دیوبند کے ایک مقتدر عالم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔

یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبداء اس کی ذات اقدس میں موجود ہے اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو روایت بصری سے حاصل ہوسکتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے آگے یہ کہ مبداء کیسا ہے اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے تو بجز اس بات سے کہ اس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں

کہ لیس کمثلہ شئی وھوالسمیع البصیر نہ صرف سمع وبصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنے چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے مبداء و غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کے ماوراء العقل حقائق میں خوض کر کے پریشان ہو...... رہا استواء علی العرش کا مبداء اور ظاہری صورت اس کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ (فوائد القرآن سورہ الاعراف ص ۲۰۳)

سو یہ تقریباً وہی بات ہے جو امام ابوالمنصور الماتریدی نے شرح فقہ اکبر میں کہی ہے

اما مذھب اھل السنة والجماعة ان الله تعالیٰ علی العرش علو عظمة وربوبية لا علو ارتفاع ومسافة (شرح فقہ اکبر ص ۱۸)

سو المہند میں علماء دیوبند کے اپنے آپ کو اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متبعین کہنے میں کوئی وحشت محسوس نہ کریں اللہ تعالیٰ کی صفات میں جو متشابہ الفاظ وارد ہیں ان سے ان کے ظاہری معنی کی نفی اس لئے ضروری ہے کہ کہیں ہم فرقہ مجسمہ کے ساتھ نہ جا کھڑے ہوں اور علو عظمت اور ربوبیت سے ہمارے مسلک تفویض پر کوئی زد نہیں آتی والله اعلم و علمه اتم واحكم

۲۔ تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب

المہند میں اگر علماء دیوبند نے اپنے آپ کو امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بتایا ہے تو یاد رکھئے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی میں ہرگز کوئی وحشت اور شرعی قباحت نہیں ہے اگر حنفی ہونے میں کوئی قباحت ہوتی تو سعودی عرب کے مشائخ عقیدہ طحاوی کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل نہ کرتے امام طحاوی (۳۲۹ھ) کا حنفی ہونا کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ہاں یہ ملحوظ رہے کہ تقلید مجتہد کا درجہ کتاب وسنت کا کوئی مسئلہ اپنی دلالت میں واضح اور قطعی نہ ہو قطعیات کتاب وسنت کے خلاف کسی کی کوئی بات سنی اور مانی نہیں جاسکتی کسی آیت یا حدیث کے معنی میں سلف کا اختلاف ہو تو اسے بیشک کسی امام کی تقلید یا رہنمائی میں حل کیا جاسکتا ہے جو مسائل منصوصہ

بظاہر متعارضہ ہوں یا بذات خود وہ غیر منصوص ہوں ان میں تقلید کرنا جائز نہیں ایسا ہوتا تو شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی جیسے موحد بزرگ ہرگز مقلد نہ رہتے۔

شیخ سلیمان بن سحیم نے شیخ محمد بن عبدالوھاب پر یہ بہتان باندھا کہ وہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے خلاف نہیں اور وسعت مذاہب کو امت کے حق میں رحمت نہیں سمجھتے۔ مذاہب اربعہ کو وہ اختلاف امت سمجھتے ہیں اس پر شیخ محمد بن عبدالوھاب نے جو جواب لکھا وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ نے لکھا۔

ان الرجل افترى على اموراً لم اقلها ولم يأت اكثرها على ما يابى (فمنها) قوله انى مبطل المذاهب الاربعه وانى اقول ان الناس من ستمأة سنة ليسوء على شئى وانى ادعى الاجتهاد وانى خارج عن التقليد وانى اقول ان اختلاف العلماء نقمة وانى اكفر من توسل بالصالحين (مولفات الشیخ محمد بن عبدالوھاب جلد ۱ ص ۲۴ مطابع الریاض)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی باتوں میں افتراء کیا ہے جو میں نے نہیں کیں نہ ان میں سے اکثر کی مجھ پر ذمہ داری آتی ہے ایک بات ان میں سے یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتب فقہ کو باطل ٹھہراتا ہوں (انہیں غلط کہتا ہوں) اور میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے حق سے ہٹے ہوئے ہیں اور یہ کہ میں اپنے لئے مقام اجتہاد کا مدعی ہوں اور یہ کہ میں تقلید نہیں کرتا اور یہ کہ میں کہتا ہوں کہ فروعی مسائل میں اختلاف مجتہدین میں ایک مصیبت ہے (فروعی مسائل میں ایک ہی راہ عمل ہونی چاہئے نہ کہ مختلف مذاہب) اور یہ کہ جو صالحین امت سے توسل کریں میں انہیں کافر سمجھتا ہوں (یہ سب باتیں مجھ پر بہتان وافتراء ہیں)

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے صاحبزادہ شیخ عبداللہ نے اپنے مسلک پر ایک رسالہ لکھا ہے آپ اس میں کھل کر اپنے نظریۂ تقلید کی تائید کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں:۔

ونحن ایضاً فی الفروع علیٰ مذہب الامام احمد بن حنبل ولا ننکر علی

سن قلّه الائمة الاربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاہب الغير ..... و نجبرهم علی تقليد احد الائمة الاربعة ولا تستحق مرتبة الاجتهاد وما احد منا يدعيه (ترجمہ مولانا اسماعیل غزنوی مطبع انوارالاسلام امرتسر ص۶۱)

(ترجمہ) اور ہم فروعات میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں اور ہم ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے کسی پر (ترکِ حدیث کی) تنکیر نہیں کرتے یہ بات اور مذاہب کے لئے نہیں کیونکہ اور ائمہ کے مذاہب منضبط نہیں ہو پائے ..... ہم لوگوں کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کا پابند رکھتے ہیں اور اپنے لئے ہم اجتہاد کے مدعی نہیں نہ ہم (علمائے نجد) میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔

صحابہ بھی فروعی مسائل میں مختلف مذاہب رکھتے تھے

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ میں بھی بعض فروعی مسائل میں اختلافات ہوئے اور وہ اپنے اپنے طریقے پر چلتے تھے اور کوئی کسی کو گمراہ نہ کہتا تھا اور نہ کرنے والے بھی تھے امام کے پیچھے قرأۃ کرنے والے بھی تھے اور نہ کرنے والے بھی آمین اونچی آواز سے کہنے والے بھی تھے اور دبی آواز سے کہنے والے بھی تھے۔ اور ان میں سے کوئی اس کو اختلاف امت کہتا تھا نہ ہی کسی نے کہا کہ سب کو فروعی مسائل میں ایک ہی طریقہ پر ہونا چاہئے۔

مجدد قرن اول حضرت عمر بن عبدالعزیز (۱۰۱ھ) کہتے ہیں:۔

ماسرني لو ان اصحاب محمد ﷺ لم يختلفوا الانهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة

(ترجمہ) مجھے یہ بات خوشی نہیں دیتی کہ صحابہ آپس میں (فروعی مسائل میں) اختلاف نہ کرتے اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو اعمال میں یہ رعایت راہ نہ پاتی۔

سو اب علماء دیوبند نے المہند میں اگر اپنے آپ کو مقلد کہا ہے اور اپنے کو فقہ حنفی پر کاربند بتلایا ہے تو سلفی حضرات کو اور اہل حدیث (باصطلاح جدید) کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے اس اختلاف عمل کو سلف کے طریقہ پر برداشت کرنا چاہئے المہند کے حوالے سے ان علماء حق کو بدعات سے ملوث کرنا

چاہئے جن کا ہمیشہ سے ہی اعتقاد اور موقف رہا ہے کہ ان تمام امور محدثانہ کا کسی طرح درست نہیں۔
حافظ ابن قیمؒ (۷۵۱ھ) کی بھی ایک شہادت سن لیجئے:۔

فاذا جهربه الامام احياناً ليعلم الماموميں فلا بأس بذلك فقد جهر عمر بالافتتاح ليعلم الماموميں وجهر ابن عباس بقرأة الفاتحة في اصلوة الجنازة ليعلمهم انها سنة ومن هذا ايضاً جهراً لامام بالتامين وهذا من الاختلاف المباح الذي لا يعنف فيه من فعله لا ومن تركه وهذا كرفع اليدين في الصلوٰة وتركه وكا لخلاف في الانواع التشهدات و انواع الاذان والاقامت وانواع النسك من الافراد والقران والتمتع (زادالمعاد جلد اص ۷۰)

(ترجمہ) سو امام کبھی قنوت اونچی آواز سے پڑھے تا کہ مقتدیوں کو وہ سکھلا سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں حضرت عمرؓ نے تو ثنا بھی کبھی تعلیماً جہری پڑھی تا کہ مقتدیوں کو تعلیم دی جا سکے حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ جہراً پڑھی تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھی سنت ہے یہ اسی طرح نماز میں امام کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی ہے (یعنی یہ بھی تعلیماً ہے نہ کہ اسے حکم سمجھا جائے) یہ اختلاف مباح ہے جس میں بلند کہنے والے اور بلند نہ کہنے والوں میں سے کسی کو ملامت نہ کیا جائے (یہ مسئلے کا اختلاف نہیں صرف مصلحت کا اختلاف ہے) اسی طرح نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا ہے (یہ بھی اختلاف مباح ہے نہ کہ اختلاف عمل ثواب) یہ اسی طرح ہے جس طرح حدیث میں کئی طرح کے التحیات مروی ہیں اور اذان اور اقامت میں بھی مختلف روایات ہیں اور حج کے مختلف طریقوں میں کونسا بہتر ہے اس میں افراد قران اور تمتع تینوں طریقے ثابت ہیں۔

مقام احتیاط

سو ان مختلف فیہ مسائل میں کسی ایک عمل کے درپے اثبات ہونا حدیث کے ایک بڑے ذخیرہ کو مختلف فیہ ٹھہرانا ہے اس سے نقد حدیث کی وہ رو چلے گی کہ آہستہ آہستہ کل ذخیرہ حدیث ہی مخدوش ہو جائے گی سو احتیاط اسی میں ہے کہ جن مسائل میں صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف رہا ہو ان میں سے ہر ایک

عمل کو جائز جانے اگر رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو سنت سمجھتا ہے تو اس کے ترک کرنے کو بھی سنت سمجھے۔ آمین بالجہر کو سنت سمجھتا ہے نہ آمین بالاخفاء کو بھی سنت سمجھے اور کسی پر عمل زیادہ ثواب کی نیت سے نہ کرے اسے صرف اختلاج مباح سمجھے تاکہ اپنے آپ کو کسی صحابی سے برتر سمجھنے کی بدعت راہ نہ پاسکے غیر صحابی اتباع رسول میں صحابی سے بڑھ سکتا ہے یہ عقیدہ شیعہ لوگوں کا ہے اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔

ایک سوال

ان مسائل میں جو اختلاف احادیث پایا جاتا ہے ان میں سے اگر صرف حضورؐ سے مروی روایات کو لے لیا جائے تو کیا یہ عمل بالاحتیاط نہیں؟

جواب: نہیں کیونکہ بعض صحابہ کرامؓ سے اس کے خلاف روایات ملیں گی تو یہ نمازی لازمی طور پر اپنے آپ کو ان صحابہؓ سے اتباع رسول میں آگے سمجھے گا اور یہ موقف اہل حق میں سے کسی کا نہیں ہے۔ اس وقت ہمیں ان مختلف فیہ مسائل سے بحث نہیں ہم یہاں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سلف میں (صحابہ کرام اور تابعین میں) جو اختلافات راہ پاچکے اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک نے اسے معمول نہ ٹھہرایا ان میں سے کسی کو برا نہ سمجھے۔ ان میں سے ہر ایک کے طریقے کو سنت اسلام سمجھے...... اور جو اختلافات اس پہلے دور میں قائم رہے آج ان میں سے کسی کے مٹانے کے در پے نہ ہو...... جو اختلاف مٹانے کے لائق ہیں وہ صرف وہ ہیں جو اصول کے ہوں اور عقائد کے...... کہ ان میں سے صرف ایک ہی بات حق ہے اور حق کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے۔

اعاذنا الله تعالیٰ منه

اللہ تعالیٰ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ بن قیم پر انوار کی بارش فرمائے کہ امت کو فروعی مسائل میں نہ جھگڑنے کا سبق دے کر اپنی بزرگانہ ذمہ داری ادا کر گئے۔

صحابہ اور تابعین کے اختلاف میں الحاد و بے دینی، کجروی و بد اعتقادی، اتباع ھوی اور بد مذہبی نہیں ہے اور اگر حدیث اختلاف امتی رحمۃ کا اعتبار کیا جائے تو اس کی بس یہی صورت ہے جو صحابہؓ اور

تابعین میں تھی اورائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی اس پر مبنی ہے (تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۷)

قوله ان هذه المذاهب لم تكن في زمن النبي ولا الصحابة ان اراد ان الاقوال لم تنقل عن النبي او عن الصحابة بان تركوا قول النبي و الصحابة وابتدعوا خلاف ذلك فهذا كذب عليهم لا نهم لم يتفقوا على مخالفة الصحابة بل هم و سائر اهل السنة متبعون للصحابة في اقوالهم وان قدر ان بعض اهل السنة خالف الصحابة لعدم علمه باتاويلهم فالباقون يوافقونهم ويثبتون خطاء من يخالفهم وان اراد ان نفس اصحابها لم يكونوا في ذلك الزمان فهو لا محذور فيه فمن المعلوم ان كل قرن ياتي يكون بعد القرن الاول

(الفتاویٰ الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۸۵)

(ترجمہ) شیعوں کا یہ کہنا کہ یہ مذاہب اربعہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تھے اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان کے اقوال آنحضرتؐ اور صحابہؓ سے منقول نہیں انہوں نے حضورؐ اور صحابہؓ کی بات چھوڑ دی ہے اور اپنی طرف سے یہ مذاہب گھڑ لئے ہیں تو یہ ان مذاہب پر کھلا جھوٹ ہے کیونکہ وہ ہرگز صحابہؓ کی مخالفت پر متفق نہیں ہوئے اور سب اہل سنت اپنے اقوال میں صحابہؓ کے متبعین ہیں اور اگر یہ بات تجویز کی جائے کہ انہوں نے (صحابہؓ کے) اقوال پر اطلاع نہ پانے کے باعث ان کے خلاف کیا تو باقی تو ان کے موافق رہے گو وہ ان پہلوؤں کی مخالفت کرتے رہے اور اس میں کیا حرج ہے اگر اس (شیعی) معترض کی مراد یہ ہے کہ ان مذاہب کے امام اس دور میں نہ تھے تو اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہر کسی کو معلوم ہے کہ ہر آنے والا دور پہلے دور کے بعد ہی آتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں:۔

فان السلف فعلوا هذا وكان كلا الفعلين مشهوراً بينهم كانوا يصلون على الجنازة بقرأة و بغير قرأة كما كانوا يصلون تارةً بالجهر با بسملة وتارةً بغير جهر وتارةً باستفتاح وتارةً بغير استفتاح وتارة برفع اليدين في المواطن

الثلثه وتارة بغير رفع وتارة يسلمون تسليمتين وتارةً تسليمةً واحدة وتارة يقرئون خلف الامام بالسّر وتارة لا يقرؤن وتارة يكبرون على الجنازة سبعاً وتارةً خمساً وتارةً اربعاً۔ كان فيهم من يفعل هذا وفيهم من يفعل هذا كل هذا ثابت عن الصحابة (فتاوے ابن تیمیہ رسالہ سنۃ الجمعہ نقلاً عن الانصاف لرفع الاختلاف ص۱۰ مولانا عبدالحق سیالکوٹی)

اس دور میں علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنے حلقے میں ایک مذہب School of thought قائم ہو گیا ہر شہر میں فقہ کے امام نمایاں ہوئے امام سعید بن المسیب، امام سالم مدینہ میں اور ان کے بعد امام زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ رای اور امام عطا مکہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور علامہ شعبی کوفہ میں اور امام حسن بصرہ میں طاؤس اور کیسان یمن میں اور امام مکحول شام میں اس امامت پر قائم رہے۔

مولوی غلام علی قصوری نے ۱۲۹۸ھ میں مذاہب اربعہ کو امت مسلمہ کے حق میں افتراق و انتشار کا سبب بتلایا اور اس پر ایک مختصر رسالہ لکھا مولانا عبدالجبار غزنوی نے اس کے جواب میں اثبات الالہام والبیعہ کے نام سے فارسی میں ایک کتاب لکھی جس کا مولوی محمد حسن مرحوم رئیس لدھیانہ نے اردو میں ترجمہ کیا اس میں مولانا غزنوی نے غلام علی قصوری کی بہت سی باتوں کو مغالطہ قرار دیا اور اس کی اصلاح ہدایت کے عنوان سے کی ہم اس سے ایک مغالطہ اور اس کی اصلاح بیان نقل کرتے ہیں:۔

مغالطہ قصوری: یہ چار مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کیسے ہیں اور کب سے ہیں؟

ہدایت : مذاہب اربعہ حق ہیں اور ان کا آپس کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا باوجود اختلاف کے ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتے اور باہم سب وشتم نہیں کرتے مثل خوارج اور روافض کے صلحاء اور ائمہ دین کی محبت جز وایمان ہے (ص۶ طبع دوم)

اہلحدیث کے امام ثانی مولانا عبدالجبار غزنوی نے یہ کتاب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۳۲۰ھ) نواب صدیق حسن خاں (ھ) مولانا محمد حسین بٹالوی (ھ) اور ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) کو بھی بھیجی اور ان حضرات میں سے کسی نے اس پر نکیر نہ فرمائی اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اہلحدیث (باصطلاح جدید) اپنی ابتداء نشاۃ میں مذاہب کے اختلاف کو امت کے حق کوئی وجہ افتراق نہیں سمجھتے تھے۔

آیئے اب ہم چوتھے مسئلے پر کچھ عرض کرتے ہیں۔توسل بالصالین میں شرک کا کوئی مظنہ نہیں اس پر ہم مکہ مکرمہ سے آئے پہلے سوال کی جملہ تنقیحات ختم کرتے ہیں ان کے بعد آپ وہ جواب ملاحظہ فرمادیں جو حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے المہند میں لکھا اور جملہ جملہ اکابر علماء دیوبند نے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔

۴۔قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔مسئلہ شدِ رحال

ا۔وہابی سے پہلے دنوں وہ لوگ مراد لئے جاتے تھے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرتے ہوں ہندوستان میں یہ تحریک میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے ایک تنظیم بن چکی تھی آپ ان لوگوں کے پہلے جماعتی سربراہ تھے اب تک جماعت کے لوگ انہیں شیخ الکل کہتے ہیں گویا یہ اس فرقے کے بانی تھے ابھی اس نے اہل حدیث نام نہ پایا تھا یہ نام ان کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزی حکومت سے منظور کرایا تھا عرب گو ان دنوں ترکی خلافت کے سائے میں تھا مگر ترکوں کی طرف سے یہاں شریف کی حکومت تھی اور ان دنوں عرب سرحد پر اہل نجد کی طرف سے جنگی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں انگریزوں نے شریف مکہ کی خیر خواہی میں انہیں مفسدین مشہور کر رکھا تھا نجد میں ان دنوں شیخ محمد بن عبدالوھاب مذہبی پیشوا تھے اور انہی کے نام سے انگریزوں نے لفظ وہابی درآمد کر رکھا تھا۔

ہندوستان پر ان دنوں انگریزوں کی حکومت تھی یہاں انگریزوں یا سکھوں کے خلاف جو علماء بھی اٹھتے انگریز ان پر نہایت خاموشی سے لفظ وہابی اتار دیتے تاہم یہ حقیقت ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کا شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی سے کوئی علمی نسبتی یا سیاسی رشتہ نہ تھا گو انگریزی حکومت دونوں

پرلفظ وہابی کے اطلاق سے ایک سیاسی اطمینان محسوس کرتی تھی۔

ہندوستان کے غیر مقلدین انگریزوں کے خلاف نہ تھے مگر جب انہوں نے مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا رسالہ رفع یدین دیکھا تو انہوں نے انہیں اپنا بڑا امان لیا اب ہندوستان میں لفظ وہابی غیر مقلدین پر اتار دیا گیا اور اب یہاں اس سے مراد وہی لوگ لئے جاتے تھے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی نہ کرتے ہوں۔ اور نماز میں وہ رفع الیدین عند الرکوع سے پہچانے جاتے تھے۔

سوال ھذا میں لفظ وہابی جو اہل السنت والجماعہ کے مقابل استعمال ہوا ہے انہی معنوں سے ہے المھند میں ہے:۔

انّ فی اصطلاح بلاد الهند کان اطلاق الوهابی علیٰ من ترک تقلید الائمة رضی الله تعالیٰ عنهم

(ترجمہ) ہندوستان میں وہابی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ائمہ اربعہ (چار اماموں) کی تقلید سے باہر نکلے ہوں۔

سو برصغیر پاک وہند میں وہابی کا لفظ غیر مقلدین کے لئے کسی طور پر اشتباہ میں نہ تھا لیکن عرب میں سعودی قبضے سے پہلے شیخ محمد بن عبدالوھاب کے عقائد کھلے اور شیخ سلیمان بن سحیم نے ان کے خلاف جو عقائد مشہور کر رکھے تھے ان کا پردہ کھل گیا۔

شیخ محمد بن عبدالوھاب نے اس کی تردید میں یہ تحریر ہر طرف بھیجی:۔

ان الرجل افتری علی اموراً لم اقلها و لم یأت اکثرها علی بالی (فمنها) قوله انی مبطل کتب المذاهب الاربعه و انی اقول ان الناس من ستمأة سنة لیسوا علی شئی وانی ادعی الاجتهاد وانی خارج عن التقلید و انی اقول ان اختلاف العلماء نقمه وانی اکفر من توسل بالصالحین

(مولّفات الشیخ محمد بن عبدالوهاب جلد ١١ ص ١٢ ص ٢٣ ،مطابع الریاض)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی جھوٹ باندھے ہیں یہ باتیں میں نے کبھی نہیں کہیں انہی میں سے

ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل ٹھہراتا ہوں اور یہ کہ میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے غلط چلے آرہے ہیں اور یہ کہ میں مجتہد ہونے کا مدعی ہوں اور یہ کہ میں تقلید سے نکل چکا ہوں اور یہ کہ میں کہتا ہوں علماء کا فروعی اختلاف مصیبت ہے اور یہ کہ میں نیک لوگوں کے توسل کو کفر قرار دیتا ہوں اس کے بعد عرب میں وہابی کا اطلاق اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابل نہ رہا وہاں کے وہابی دائرہ اہل سنت میں رہے وہ تقلید کے مخالف نہیں بلکہ خود مقلد رہے شیخ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

اما مذهبنا فمذهب احمد بن حنبل امام اہل السنة ولا ننكر على اہل المذاهب الاربعه اذا لم يخالف نص الكتاب والسنةواجماع الامة و قول جمهورها (ایضاً جلد ۱۱ ص ۱۰٦)

(ترجمہ) ہم امام اہل سنت احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور ہم مذاہب اربعہ میں سے کسی پر نکیر نہیں کرتے جب کہ وہ نص کتاب سنت اور اجماع امت اور جمہور امت کے خلاف نہ ہو۔

دوسرے سوال کا جواب بھی اس ضمن آگیا ہے اب ہم تیسرے ضمنی سوال کا جواب ہدیہ قارئین کرتے ہیں

۳۔ کسی جگہ شدِ رحال کر کے جانا (کجاوے کس کر اور سامان باندھ کر) سفر کرنا یا بدوں شدِ رحال سفر کرنا ان دونوں میں کسی پہلو سے کوئی مظنہ ضلالت نہیں اس میں جائز اور ناجائز کے باب میں تو کھل سکتے ہیں لیکن یہ شرک کسی پہلو سے نہیں ہوسکتا علامہ شامی بھی اسی عام اثر کے تحت ان لوگوں کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے۔

ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے یہاں تمہید سوال میں لپٹے چند امور تنقیح طلب ہیں ہر تنقیح کا جواب پہلے دیا جائے گا پھر اصل سوال کا جواب آئے گا۔ سوال میں ایک فرقے کا نام وہابی بتلایا گیا ہے اور اس کے مقابل اہل السنۃ والجماعۃ کا نام لیا گیا ہے یہاں ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وھابی سے کون لوگ مراد ہیں جو اہل سنت میں شمار نہیں ہیں ان دونوں میں ان دنوں جوہری فرق واضح سمجھا جاتا تھا۔

۲۔ وھابی کا لفظ کس کی طرف منسوب ہے؟ اگر یہ نجد کے شیخ محمد بن عبدالوھاب کی طرف منسوب ہے

تو یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا شیخ واقعی اہل السنۃ والجماعۃ سے مختلف کسی نئے فرقے کے بانی تھے؟ بصورت ثانیہ وہ کس مسلک کے تھے اور کس امام کے مقلد تھے

۳۔کوئی کام شدِّ رحال سے ہو یا بدوں شدِّ رحال سے (جس کے لئے سفر نہ کرنا پڑھے) کیا اس میں کوئی مظنہ شرک پیدا ہوسکتا ہے یا شرک ہمیشہ شرک ہے شدِّ رحال سے ہو یا بدوں شدِ رحال کے۔ اگر کسی قبر کی زیارت بدوں شدِ رحال جائز ہے تو شدِ رحال سے یہ عمل شریعت کے کون سے اصول کے تحت ممنوع ٹھہرایا جاسکتا ہے اسے واضح کیجئے۔

۴۔اگر کچھ لوگ شدِ رحال سے حضورؐ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے آئیں تو کیا اس سے صرف ایک حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد کا خلاف لازم آئے گا یا اس سے اسلام کا کوئی قطعی اصول بگڑتا ہے؟ بصورت اول یہ حدیث خبر واحد کے درجہ میں ہے؟ یا یہ ثبوت میں کسی قطعی درجہ کو پہنچی ہے کہ اس کا اثر عقیدے پر پڑنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

۵۔جن احادیث میں حج کے بعد یا حج سے پہلے حضورؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے جانے کی ترغیب ہے ان پر یا ان میں سے کسی پر جن محدثین نے جرح کی ہے کیا ان میں سے کسی محدث یا فقیہ نے ان پر مظنہ شرک کا بھی گمان کیا ہے یا انہیں صرف ثبوتاً ضعیف کہا ہے؟

۶۔شرک لازم آنے کے لئے اسلام میں کیا کسی زندہ اور مردہ کا فرق بھی کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ کسی زندہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا تو جائز ہو اور فوت شدہ کی قبر کی زیارت میں شرک کا گمان ہو، اس میں زندہ اور فوت شدہ میں فرق کی کیا کوئی وجہ ہوسکتی ہے؟

۷۔حضور ﷺ کی زندگی میں جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آتے کیا ان کا یہ سفر از روئے شریعت درست تھا تو اب کون سا شرعی تقاضا ہوسکتا ہے کہ وہی سفر اب آپ کی قبر کی زیارت کے لئے ناجائز ٹھہرے؟

۸۔گناہوں کو بخشنا صرف اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے یہ اسلام کا ایک قطعی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص حضورؐ کے پاس اس لئے آئے کہ آپ اس کے لئے اللہ تعالٰی سے گناہوں کی مغفرت کی

درخواست کریں تو اس کے اس کام کے لئے آنے میں کیا کوئی شرک کا گمان ہے؟

۹۔کیا صحابہ کرامؓ یا امہات المومنینؓ نے حضورﷺ کی وفات کے بعد قصداً کبھی آپ کی قبر مبارک پر حاضری دی؟ اور کیا کسی دوسرے صحابیؓ نے اس پر کوئی اعتراض کیا؟ اس پر کوئی حوالہ ہو تو لکھ بھیجئے۔

۱۰۔کیا حضور اکرمؐ نے قبروں کی زیارت کا بھی کہیں حکم دیا ہے؟ بصورت اثبات کیا اس پر عمل کرنے کے لئے شدِ رحال (سفر کرنا) کیا جاسکتا ہے؟ کیا کہیں حکم زیارت میں یہ قید مذکور ہے کہ اس کے لئے شدِ رحال کی اجازت نہیں؟ اب اگر حضور کی قبر مبارک کی اس طرح زیارت کی اجازت نہ ہو تو کیا اس کے لئے کوئی دلیل استثناء کتب حدیث میں میں ملتی ہے؟

۱۱۔صرف تین مسجدوں کے لئے سفر کے جانا جائز ہے اور کسی مسجد کے لئے بالقصد سفر کی اجازت نہیں اس کی شرعی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ اگر وہ وجہ حضورؐ کے روضہ مبارکہ کی زیارت میں نہ پائی جائے تو اس رفع علت سے روضہ مبارکہ کی زیارت کے لئے شدِ رحال کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ اس صورت میں اس کی شرعی دلیل کیا ہوگی؟

۱۲۔اسلام کی پہلی چھ صدیوں میں کیا کسی معروف عالم دین، محدث، مفسر یا فقیہ نے حضورؐ کے روضہ کی زیارت کی نیت سے شدِ رحال سے منع کیا ہے؟ آیا اس میں ان ادوار میں کبھی احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ میں اس موضوع پر کوئی اختلاف ہوا؟

اب ہم ان تنقیحات کا ترتیب وار جواب دیتے ہیں حق تو یہ تھا کہ یہ بارہ سوالات خود سائلین سے پوچھے جاتے لیکن سائلین کے ان سوالات پر جو المھند میں مذکور ہوئے ایک صدی ہو رہی ہے اور ان سوالات کے اجمالی جوابات بھی ہو چکے سو نامناسب نہ ہوگا کہ ہم خود ہی ان کے کچھ جوابات دیں تا کہ المھند میں کئے گئے سوالات اور نکھر کر سامنے آجائیں۔ پھر ان جوابات میں جو حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے دیئے اور ان پر تقریباً سب اکابر علمائے دیوبند نے تصدیقات لکھیں، ہمارے قارئین پوری تسلی پاسکیں گے، واللہ ھو الموفق لما یحبہ و یرضی بہ۔

۳۔ان دنوں اکثر اسفار شدِ رحال سے ہی کئے جاتے ہیں ہوائی جہازوں کو دیکھو، بحری جہازوں کو

دیکھو، ریلوے کے مسافروں کے سفر پر نظر کرو یا بسوں اور کاروں میں جانے لوگوں کا جائزہ لو، یہ تمام سفر شدِ رحال سے ہی کئے جا رہے ہیں اور کوئی انہیں ناجائز نہیں کہتا پھر جو سفر ثواب کی نیت سے کئے جاتے ہیں جیسے کہیں جہاد کے لئے جانا یا طلب علم کے لئے کسی مدرسہ میں داخلہ لینے جانا یا کسی زلزلہ واقع ہونے کی جگہ پر متاثرین کی امداد کے لئے شدِ رحال کرنا، ائمہ اربعہ کے پیروؤں میں سے کسی کے ہاں بھی ناجائز نہیں ٹھہرایا گیا اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ تجارت کے اسفار وہ رحلۃ الشتاء ہوں یا رحلۃ الصیف کبھی کسی کے ہاں ان کے لئے شدِ رحال گناہ شمار نہیں کیا گیا تو معلوم نہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے شدِ رحال میں شریعت کا کون سا اصول ٹوٹتا نظر آتا ہے؟ سو یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ کسی کام کے لئے جانے اور شدِ رحال سے سفر کرنے میں شرعاً کوئی اصول شریعت خطرے میں نہیں آتا اور ان میں سے کسی میں مظنہ شرک نہیں ہے، شرک کے فیصلے کبھی فاصلوں سے نہیں کئے جاتے کہ کوئی سو میل سفر کرے تو شرک ہو جائے اور نوے میل سفر کرے تو یہ مشرک نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب بھی کسی سفر سے آتے تو سیدھے روضہ رسول پر آتے۔ یہ کسی روایت میں نہیں ملتا کہ آپ نے پہلے کبھی تحیۃ المسجد کی نماز ادا کی ہو جس میں گمان ٹھہرے کہ شاید آپ نے زیارت مسجد کی نیت کی ہو اور پھر قبر مبارک پر حاضر ہوئے ہوں، ہم اس وقت حدیث کی دو قدیم ترین کتابوں سے اس پر حوالہ پیش کرتے ہیں حضرت امام محمد (۱۸۹ھ) کہتے ہیں۔

اخبرنا مالك اخبرنا عبدالله بن دينار ان ابن عمر كان اذا اراد سفراً اوقدم من سفر جاء قبر النبي ﷺ فصلّى عليه و دعا ثم انصرف قال محمد هكذا ينبغي ان يفعله اذا قدم المدينة يأتي قبرالنبي ﷺ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۶)

امام ابوحنیفہ کے ایک دوسرے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) لکھتے ہیں:۔

عن معمر عن ايوب عن نافع قال كان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبرالنبي ﷺ فقال السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا ابا بكر السلام عليك

یا ابناہ (المصنف جلد ۳ ص ۵۷۶)

اس سے پتہ چلا ہے کہ سفر کر کے آپ کی قبر مبارک پر آنا اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے ارادہ سے یہاں آنا ہرگز کوئی امر ممنوع نہیں ہے یہ سمجھنا کہ یہ سفر اگر شدِ رحال سے ہو تو ممنوع ہے اور بدوں شدِ رحال ہو تو ممنوع نہیں۔ اس کے پیچھے کوئی اصل شرعی۔۔۔موجود۔۔نہیں ملتی جب عمرہ وحج کے سفر بدوں نیت زیارت مسجد حرام جائز ہو سکتے ہیں اور

مختلف دینی مدارس کی طرف شدِ رحال سے سفر کئے جاتے ہیں تلاش رزق میں انسان جگہ جگہ شدِ رحال کر سکتا ہے تو حضور اکرمؐ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے شدِ رحال کسی خاص دلیل سے ممنوع ٹھہرے ہمیں وہ دلیل معلوم کرنی چاہئے جو اس خاص زیارت قبر شریف کو ممنوع ٹھہراتی ہو۔

۴۔ حدیث منع شدِ رحال یہ ہے جس کے ہوتے ہوئے مسلمان دیگر ضرورتوں بلکہ سیر وسیاحت کے لئے بھی شدِ رحال کرتے ہیں اور کوئی انہیں اس حدیث کے حوالے سے نہیں روکتا۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ (۴۳ھ) کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایاؐ۔

لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد (۱) مسجد الحرام (۲) والمسجد الاقصیٰ (۳) و مسجدی (صحیح بخاری جلد۱ ص ۱۵۹)

(ترجمہ) شدِ رحال سے سفر نہ کیا جائے مگر ان تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد شریعت کی رو سے صرف تین مسجدیں ہیں جن میں نماز پڑھنے کا ثواب عام مساجد میں نماز پڑھنے سے کئی گنا زیادہ ہے ان تین مسجدوں کے سوا اور کل مسجدیں ثواب میں برابر ہیں اب جو شخص کسی بھی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کو ثواب تو وہی ملے گا جو عام دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے اسے ملتا ہے تو اب اس کا یہ سفر اور اس پر خرچ کرنا بالکل فضول ٹھہرتا ہے اپنے امتیوں کو اس مفت کی محنت سے بچانے کے لئے حضورﷺ نے کسی اور مسجد کی طرف کسی مزید ثواب کے لئے شدِ رحال کرنے سے منع فرما دیا۔ دنیا کے کسی حصے میں کوئی مسجد بنے اس میں نماز پڑھنے کا ثواب بس اتنا ہی ہے جتنا کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے کا ہو سکتا ہے صرف تین مسجدیں ہیں جن میں مزید ثواب کا

آسمانی وعدہ دیا گیا ہے ان مساجد کے سوا دوسری جگہوں کے لئے شدِ رحال کرنے سے اس حدیث میں نہیں روکا گیا جہاں مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو وہاں مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ٹھہرایا جاتا ہے یعنی کسی مسجد کی طرف شدِ رحال سے سفر کرنا درست نہیں سوائے ان تین مسجدوں کے۔

حضرت ابوسعید کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا کہ کیا اس میں کوئی مزید ثواب ہے اس پر آپ نے یہ حدیث اس طرح پڑھی:۔

قال رسول الله ﷺ لا ينبغي للمصلیٔ ان يشدر حاله الى مسجد يبتغی منه الصلوة غير المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی (رواه احمد جلد ص فتح الباری جلد ۳ ص ۵۳)

(ترجمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث لاتشد الرحال میں قصر حقیقی نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ میں شدِ رحال سے جانے کی اجازت نہ ہو بلکہ قصر اضافی ہے اور یہ حدیث حضور اکرمؐ کی قبر مبارک پر حاضری دینے کے لئے کسی کو نہیں روکتی ورنہ حضرت ام المومنین کبھی قصد زیارت سے آپ کے روضہ پر نہ آتیں آپ کہتی ہیں:۔

كنت ادخل فی بيتی الذی فيه رسول الله ﷺ و انی واضع ثوبی و اقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فو الله ما دخلته الا و انا لمشدودة علی ثيابی حياء من عمر (رواه احمد جلد ص)

(ترجمہ)

قال الطيبی فيه ان اكرام المیت كا كرامه حيا (مرقات جلد ۴ ص ۱۱۷)

(ترجمہ) میت کا اکرام اسی طرح کیا جائے جس طرح اس کا زندگی میں اکرام ہوتا تھا۔

اب یہ کہنا کہ حضرت ام المومنین کا وہاں آنا شدِ رحال سے نہیں تھا اس لئے جائز تھا منع صرف شدِ رحال سے ہے نہ کہ [illegible] زیارت قبر شریف، یہ بات دین کے کسی اصول پر منطبق نہیں ہوتی [illegible]

اس کے کہ شدِ رحال میں اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

حافظ ابن عساکر (۵۷۱ھ) نے حضرت بلالؓ کا حضور کی قبر کی زیارت کے لئے آنا ذکر کیا ہے امام محمد نے حضرت ابن عمرؓ کا آنا روایت کیا ہے امام احمد نے حضرت ابوایوب انصاری کا آپ کی قبر پر آنا روایت کیا ہے قاضی عیاض نے حضرت انس کا آپ کی قبر پر حاضر ہونا روایت کیا ہے حافظ بزار نے حضرت عمر کا آپ کے روضے پر آنا بیان کیا ہے اور دار قطنی نے حضرت علی کا وہاں حاضری دینا نقل کیا ہے۔ کیا یہ حضرات آپ کے روضہ پر زیارت کا قصد کئے بغیر ہی حاضری دیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے اس حکم صریح کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی کو حضور کی قبر مبارک پر حاضری دینے سے نہیں روک سکتا۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۱۴ مسند احمد ۳ ص ۲۳۸ مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

(ترجمہ) میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت کے لئے جانے سے روکا کرتا تھا اب نہیں۔ اجازت ہے تم ان کی زیارت کے لئے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اور زیارت قبور کا عام حکم دیا کوئی پیدل جائے یا اونٹ پر سوار ہو کر آئے جس طرح چاہے جائے۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضورؐ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی مومن کو حضورؐ کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہونے سے روکے۔

حدیث لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد خبر واحد ہے یہ تواتر کو نہیں پہنچی سو اس کے حوالے سے اسلام کے کسی قطعی فیصلے کو نہیں روکا جا سکتا۔

اسلام کا ایک اصولی مسئلہ

اسلام کا یہ ایک اصولی مسئلہ ہے کہ شریعت محمدی میں نماز کسی پاک جگہ پر بھی مالک زمین کی اجازت سے پڑھی جا سکتی ہے (رقبہ مغصوبہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں)

اس پہلو سے پوری زمین صفحہ مسجد ہے پھر اس زمین پر جو جگہیں مسجد کے لئے وقف ہوئیں۔ وہاں نماز پڑھنے پر وہ ثواب مذکور ہے جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے اس اعتبار سے روئے کائنات کی تمام مسجدیں برابر ہیں سوائے تین مسجدوں کے۔ ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کئی گنا ہے اس فضیلت کو پانے کے لئے صرف انہی تین مسجدوں کی طرف شدِ رحال کیا جاسکتا ہے اس ثواب کی خاطر دنیا کی اور کسی مسجد کی طرف شدِ رحال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسلام میں کسی اور مسجد میں نماز کے اس ثواب کا خاص وعدہ نہیں ہے۔

سو اس حدیث منع شدِ رحال کی رو سے کسی کو کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جانے کے عام اسلامی اذن کو روکا نہیں جاسکتا۔

خدا سے بخشش مانگنے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضری

گناہوں سے معافی مانگنے کا تعلق بندے اور خدا کے مابین ہے وہی جانتا ہے کہ کوئی کس اخلاص اور کس نیت سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اس کے لئے بندے کا زیادہ سے زیادہ اخلاص اور چاہیئے لیکن اس کے لئے بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آنے کو بڑی فضیلت دی گئی ہے۔ وہ کس لئے؟ وہ اس لئے نہیں کہ آپ لوگوں کے گناہوں کو معاف کریں جیسا کہ قرونِ اولیٰ میں عیسائی پادری اپنے پاس آنے والے گناہگاروں کے گناہ معاف کرتے رہے۔ اسلام میں اس کا ہرگز کوئی تصور نہیں بلکہ یہ صورت عمل صرف اس لئے تجویز کی گئی کہ خود حضور ﷺ اپنے اس امتی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے تواب و رحیم ہونے کی بشارت دی ہے۔ اگر اس میں کوئی شرک کا احتمال ہوتا تو قرآن کریم میں اس عمل پر یہ بشارت نہ ملتی۔

و لو انّھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفرو اللہ و استغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ تواباً رحیما (پ ۵ النساء، ۶۴)

(ترجمہ) اور اگر وہ لوگ جنہوں نے خود اپنے پر ظلم کیا (گناہ کمائے) آپ کے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف

کرنے والا مہربان پاتے۔

اب اگر حضورؐ کے عہد میں کوئی گنہگار یمن، مکہ یا کسی اور دور کے مقام سے آپ کے پاس مدینہ منورہ آتا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور حضورؐ بھی اس کے لئے اللہ کے حضور استغفار کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اس کا دور کے علاقہ سے شدِ رحال کر کے آپ کے پاس آنا اس حدیث منع شدِ رحال کی رو سے ناجائز شمار ہوتا ہے یا قرآن کی رو سے یہ آیت جاؤوک (وہ تیرے پاس آئیں) اس سے عام ہے کہ وہ پیدل آئے یا شدِ رحال سے آئے اس کا یہاں گناہوں کی مغفرت کے لئے آنا کسی صورت میں ناجائز نہیں بتلایا جاسکے گا اور حدیث منع شدِ رحال قرآن کی اس آیت کو منسوخ نہ کر سکے گی۔

اس آیت کی رو سے معلوم ہوا کہ حدیث منع شدِ رحال صرف مساجد کے لئے ہے کہ دنیا میں کسی بھی مسجد میں زیادہ ثواب پانے کی نیت سے نماز پڑھنے جانا اور اس کے لئے شدِ رحال کرنا درست نہیں سوائے ان تین مسجدوں کے۔

تاریخی مسجدوں کو دیکھنے کے لئے بطور سیاح کہیں جانا

اگر کوئی شخص کسی دوسرے ملک سے بطور سیاح لاہور کی شاہی مسجد دیکھنے آتا ہے یا قرطبہ کی تاریخی مسجد دیکھنے کے لئے یہاں سے شدِ رحال کرتا ہے تو اس کا یہ اس مسجد کی نیت سے سفر کرنا بھی ناجائز نہیں ٹھہرے گا کہ وہ وہاں زیادہ ثواب ملنے کی نیت سے نہیں جارہا بطور سیر و سیاحت اس مسجد کو دیکھنے جارہا ہے حدیث منع شدِ رحال صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو بہ نیت زیادتی ثواب ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لئے شدِ رحال کریں۔

محدثین کرام کے ہاں حدیث منع شدِ رحال کا موضوع

محدثین نے اسے مسجد حرام اور مسجد نبوی کی فضیلت میں روایت کیا ہے شرک و بدعت کی تردید میں نہیں کہ قبروں پر جانے اور آپ کی قبر کی زیارت سے تمہارے شرک کے گڑھے میں گرنے کا اندیشہ ہے امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔

20
25

فضل الصلوۃ فی مسجد مکہ والمدینۃ۔
پھر باب مسجد بیت المقدس میں یہ چار حدیثیں اکٹھی بیان کی ہیں:۔
۱۔ لا تسافر المرأۃ یومین الا و معھا زوجھا اور ذومحرم
۲۔ لاصوم فی یومین (۱) الفطر (۲) والاضحی
۳۔ لاصلوۃ بعد صلوتین بعدالصبح و بعد العصر
۴۔ لا تشدالرحال الا الی ثلثہ مساجد (صحیح بخاری جلد ۱ ص۱۵۸، ۱۵۹)
یہ سب فقہ کے مسائل ہیں اصول وعقائد اور شرک و بدعت کا یہاں کوئی پیرایہ نہیں تیسری صدی تک اس حدیث کا یہی موضوع سمجھا گیا ہے اب چوتھی صدی میں آیئے حافظ ابوجعفر طحاوی (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:۔
فعقلنا بذلک ان الرحال لا تشد الا الی ھذہ الثلثۃ المساجد دون ماسوا ھا من المساجد فاحتجنا ان نعلم فضل الصلوات فیھا علیٰ الصلوات فی غیرھا من المساجد (شرح مشکل الآثار جلد ۲ ص ۶۰)
(ترجمہ) ہم اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ شدِ رحال ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف نہ کیا جائے ہم نے یہ جاننے کی ضرورت سمجھی کہ ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔
پانچویں صدی کے امام الحرمین (۴۷۸ھ) کی رائے بھی لے لیں اس میں آپ کو ساتویں صدی کی شہادت بھی مل جائے گی۔ امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:۔
والصحیح عند اصحابنا و ھو الذی اختارہ امام الحرمین و المحققون انہ لا یحرم ولا یکرہ قالوا والمراد ان الفضیلۃ التامہ انما ھی فی شد الرحال الی ھذہ الثلثۃ خاصۃ (شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۳۳)
(ترجمہ) ہمارے اصحاب کے ہاں صحیح یہی ہے اور اسے ہی امام الحرمین نے اور دوسرے محققین نے اپنا مختار قرار دیا ہے کہ دوسری فضیلت کی جگہوں کی طرف شد رحال سے سفر کرنا ہرگز حرام اور مکروہ نہیں

ہے اس حدیث میں صرف فضیلت تامہ کا بیان ہے کہ وہ صرف ان تین مسجدوں کی طرف شدِ رحال سے ہی ہوسکتی ہے۔

امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:۔

ذھب بعض اھل العلم الیٰ الاستدلال به علی المنع من الرحلة لزیارة المشاہد و قبور العلماء والصالحین وماتبین لی ان الامر کذلک بل الزیارة مامور بھا لخبر کنت نھیتکم عن زیارة القبور فزوروھا والحدیث انما ورد نھیاً عن الذہ لغیر الثلثة من المساجد لتماثلها (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص مرقات جلد ۲ ص ۱۹۰ حاشیه جامع ترمذی جلد۱ ص ۴۴)

(ترجمہ) بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل لے کر مقامات متبرکہ اور علماء وصلحاء کی قبروں پر جانے کو منع کیا ہے اور یہ چیز مجھ پر نہیں کھلی کہ بات اس طرح ہو بلکہ زیارت قبور کا تو اس حدیث کی رو سے حکم ہے آپؐ نے فرمایا میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے تم قبروں کی زیارت کے لئے جایا کرو حدیث شدِ رحال مساجد کے باب میں آئی ہے مشاہد کا حکم ایسا نہیں ہاں تمام مسجدیں ان تین مسجدوں کے سوا ایک سی ہیں۔ (جلد۱ص ۲۹۸)

علامہ بدرالدین العینیؒ (۸۵۵ھ) بھی لکھتے ہیں:۔

فیه فضیلة هذه المساجد و مزیتها علیٰ غیرهالکونها مساجد الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام لان المسجد الحرام قبلة للناس والیه حجهم ومسجد الرسول اسس علی التقوی والمسجدالاقصیٰ کان قبلة الامم السالفة و فیه ان الرحال لا تشد الیٰ غیره هذه الثلثة لکن اختلفوا علی ای وجه فقال النووی معناه لا فضیلة فی شد الرحال الیٰ مسجد ما غیر هذه الثلثة و نقله عن جمهور العلماء (عمدة القاری جلد۷ ص ۲۵۳)

(ترجمہ)

اس حدیث میں ان تین مساجد کی دوسری مسجدوں پر فضیلت اور مزیت کا بیان ہے کیونکہ یہ تین پیغمبروں کی مسجدیں رہی ہیں مسجد حرام تو اب تک لوگوں کے لئے قبلہ عبارت ہے اور اسی طرف وہ حج کے لئے جاتے ہیں اور مسجد نبوی کی فضیلت یہ ہے کہ اس کی اساس تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور مسجد اقصیٰ پہلی امتوں کا قبلہ رہی ہے اس حدیث کی رو سے ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف شدِ رحال نہ کیا جائے تاہم اس وجہ منع میں علماء کا اختلاف رہا ہے امام نووی نے کہا کہ ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف فضیلت ثواب کے لئے سفر نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں:۔

و فیہ ان النھی عن شد الرحال لغیر المساجد الثلثۃ لیس علی التحریم لکون النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم (فتح الباری جلد۶ ص ۸۴)

(ترجمہ) ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف شدرحال کی نہی حرمت کے درجہ میں نہیں ہے کیونکہ نبی کریم نے اور کئی طرف شدِ رحال سے سفر کئے ہیں۔

کیا آیت مذکور بالا کا حکم اب بھی باقی ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آیت ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک کا حکم حضور کے زیر پردہ چلے جانے سے منسوخ ہوگیا یا اب بھی اس آیت کا حکم باقی ہے اور اب بھی حضورؐ کے روضہ پر حاضری حضور کی خدمت میں حاضری ہے اور حضورؐ اپنے گناہگار امتیوں کے لئے اس عالم برزخ میں بھی دعائے مغفرت فرماتے ہیں؟

الجواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی وفات کو ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی فرطِ غم سے چور آپ کی قبر پر حاضر ہوا اور وہاں سے مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور حضور کی خدمت میں گزارش کی۔

کان فیما انزل اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الایۃ و قد ظلمت

نفسی و جئت استغفرالله ذنبی فاستغفرلی من ربی (البحر المحیط جلد ۳ ص ۲۸۳ تفسیر نسفی جلد۱ ص ۳۲۴ھ)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے جو آیات اتاریں ان میں یہ بھی ہے کہ لوگ جب اپنی جانوں پر زیادتی کریں (گناہ کرلیں) تو تیرے پاس آئیں اور میں نے اپنے اوپر بہت زیادتی کی ہے اور میں آپ کے پاس آیا ہوں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آپ بھی میرے رب سے میرے لئے میرے گناہوں کی معافی چاہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں:۔

فنودی من القبر انه قد غفرلك

(ترجمہ) قبر سے آواز آئی تیری بخشش ہوگئی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) نے بھی اسے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں نقل کیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اب بھی اس آیت کا حکم باقی ہے اور حضورؐ کی قبر مبارک پر حاضری حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہے۔

تفسیر المعارف القران میں ہے:

ایک عام ضابطہ نکلا کہ جو شخص رسو اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعاء مغفرت کردیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد۲ ص ۴۵۹)

حضور اکرمؐ کے روضہ پر حاضر ہونے کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

من زار قبری وجبت له شفاعتی (سنن دار قطنی)

اس حدیث کو ابوعلی بن السکن (۳۵۳ھ) نے آثار السنن الصحاح میں روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے محدث عبدالحق نے اسے الاحکام میں روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اور شیخ تقی الدین السبکی نے اس کے طرق متعددہ پر اسے قبول کیا ہے دیکھئے نیل الاوطار جلد ۴ ص ۳۲۵ھ)۔

اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کے ترک پر سب محدثین متفق ہوں۔

حافظ ابن حجر نے التلخیص میں اس کے جملہ طرق کی جو تضعیف کی ہے وہ نافع سے نیچے عبداللہ بن عمر تسلیم کرنے کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ راوی عبداللہ بن عمر نہیں عبیداللہ بن عمر ہے اور وہ ثقہ ہے اس پر صاحب اعلاء السنن لکھتے ہیں ۔فالحدیث حسن صحیح جلد ۱۰ ص ۳۴۹۔انہوں نے حافظ کی تضعیف کو قبول نہیں کیا۔

۲۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں،حضورؐ نے فرمایا:۔

من جاء نی زائراً لا یھمہ الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون لہ شفیعاً (رواہ الطبرانی و صححہ ابن السکن قالہ العراقی فی تخریج الاحیاء جلد ۴ ص ۲۱۶)

(ترجمہ)

۳۔عن حاطبؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحدالحرمین بعث من الآمین یوم القیمۃ (رواہ الدارقطنی وجوّد الذھبی اسنادہ کمافی وفاء الوفاء للسمھوری جلد ۲ ص ۳۹۹۔۳۹۴

(ترجمہ)

۴۔حضرت عمر بھی کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا

من زار قبری اوقال من زارنی کنت لہ شفیعا اوشھیداً ومن مات فی احدالحرمین بعثہ اللہ فی الآمین یوم القیمۃ (رواہ ابوداؤد الطیالسی)

(ترجمہ)

حضرت عمر نے جب بیت المقدس فتح کیا اور آپ کے پاس کعب لاحبار آئے اور اسلام لائے تو آپ نے انہیں کہا

هل لك ان تسير معي الىٰ المدينة و تزور قبرالنبي بزيارة

(ترجمہ)

انہوں نے ہاں کی اور آپ کے ساتھ ہی وہ مدینہ چلے آئے اور آپ کے ساتھ مسجد میں روضہ پر حاضر ہوئے۔(فتوح الشام وفاءالوفاء۲ص۴۰۹)

پتہ چلا کہ آپ کی خدمت میں حاضری آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ہے جیسا کہ آپ کے ۔۔حیات آپ کے پاس لوگ آتے تھے۔فرق صرف یہ ہے کہ اس طرح آپ کے پاس حاضری دینے والا صحابی نہ سمجھا جائے گا صحابی وہی ہے جس نے بحالت ایمان حضورﷺ کو آپ کی دنیوی زندگی میں دیکھا اور پھر اس نے اپنے اسی ایمان پر وفات پائی۔(جلد۱۰ص۴۹۹)

خلیفہ راشد حضر عمر بن عبدالعزیز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجتے کہ وہ آپ کی طرف سے حضورؐ کے روضہ پر سلام عرض کرے۔علامہ۔۔لکھتے ہیں:۔

قداستفاض ذلك عن عمربن عبدالعزيز و ذلك في زمن صدران بعين

(وفاء الوفاء ٢ س ٤٠٩)

یہ خبر مستفیض بتلاتی ہے کہ اس وقت تک آپ کے روضہ پر حاضری دینا اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کسی کے ہاں ممنوع نہ ہوا تھا۔

۵۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرتﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ کہتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا:۔

من زارقبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي (رواه الطبراني في الكبير والاوسط قال الهيثمي فيه عائشه بنت يونس لم احد من ترجمها

كذا فى وفاء الوفاء ۲ ص۳۹۸)

(ترجمہ)

اس کی سند میں ایک راوی عائشہ بنت یونس ہے جس ذکر کتب رجال میں نہیں ملا پھر بھی یہ مجہول کے حکم میں نہیں مستور کے حکم میں ہے۔ ناقد رجال حافظ ذھبی لکھتے ہیں کہ انہیں کوئی روایت نہیں ملی جو اس راہ میں متروک قرار دی گئی ہوانما حسن مابین ثقامت اومستورات۔

لیث بن ابی سلیم تو وہ مسلم شریف کا راوی اور ترمذی نے اس کی احادیث کوحسن کہا ہے، فالحدیث حسن جیدالا سناد اعلاء السنن جلد ۱۰ص ۴۹۹)

اس موضوع کی احادیث اس کثرت سے وارد ہیں کہ ان روایات کا کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جب ان روایات پر صحابہ تابعین اور اکابر علماء دین کا عمل تاریخ اسلام میں تواتر کو پہنچ رہا ہے تو کیا اب بھی ان رویات کے وجود میں کسی عاقل اور انصاف پسند کو کسی طرح کا کوئی تامل اور تردد ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں کسی معتبر عالم دین نے وہ مفسر ہو یا محدث فقیہ ہو یا متکلم، حضور اکرم ﷺ کی قبر پر حاضری میں کبھی کوئی مظنہ شرک محسوس نہیں کیا نہ تاریخی وقائع میں کسی واقعہ کے ہونے اور نہ ہونے میں کہیں کوئی شرک کا فاصلہ محسوس کیا گیا ہے کہ پہلے تو یہ شرک نہیں تھا سو اب یہ عمل کیسے شرک ہوسکتا ہے۔

۶۔شرک ہونے یا نہ ہونے میں اسلام میں کہیں زندہ اور مردہ کا فرق قائم نہیں کیا گیا کہ کسی زندہ کے پاس جانا تو شرک نہ ہو اور کسی فوت شدہ کی قبر پر جانا یا سے السلام علیکم یا اھل القبور وغیرہ جیسے الفاظ کہنا شرک سمجھا گیا ہے جو شرک ہے وہ ہمیشہ کے لئے شرک ہے اور ہر حال میں شرک ہے حالات کے فرق سے نہ شرک کا حکم اٹھتا ہے نہ بنتا ہے اس کی حقیقت ہمیشہ ایک رہی ہے۔ جس طرح کسی قبر پر سجدہ تعظیمی حرام ہے کسی زندہ انسان کو تعظیما سجدہ کرنا بھی حرام ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جب خود حیات مسیح کا قائل تھا تو اس وقت یہ عقیدہ کفر نہ تھا لیکن اب جب اس پر بقول خویش اس کے بارش کی طرح وحی آئی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں تو اب اس نے عقیدہ

حیات مسیح کو اسلام میں شرک قرار دے دیا۔ حالانکہ اگر یہ اب شرک ہے تو پہلے بھی شرک ہی تھا۔ شرک کے احکام کسی کی موت وحیات سے متاثر نہیں ہوتے۔

حضور اکرم ﷺ نے بدر کے دن جب مشرکین مکہ کے مقتدیوں سے کہا تھا هل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ کیا تم نے اس بات کو جسے تم خدا کی بات کہتے تھے حق پالیا ہے؟ تو اس وقت آپ کا مردوں کو یہ سنانا اگر شرک نہیں تھا تو آج بھی کوئی شخص مردوں کو خطاب کر کے کوئی ایسی بات کہے اور ان کے سننے کا عقیدہ رکھے اس پر اسے مشرک نہیں سمجھا جا سکتا یہ صحیح ہے کہ ہم خود مردوں کو سنا نہیں سکتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جن کو سنا دے ان کے سننے کا انکار نہیں کیا جا سکتا "انك لا تسمع الموتىٰ" کے ساتھ "یسمع من یشاء" بھی تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ انك لا تسمع الموتىٰ ولا تسمع الصم الدعاء (پ ۲۰ النحل) کے ساتھ ان اللہ یسمع من یشاء وماانت بمسمع من فی القبور (پ ۲۲ الفاطر ۲۲) میں بندوں کے اسماع کی نفی ہے وہ مردوں کو نہیں سنا سکتے ان کے سماع کی نفی نہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنی قدرت سے سنا دیں یہاں اس نے قلیب بدر میں گرے مردوں کو حضورؐ کی بات نہ سنا دی تھی اس پر حدیث کی نص موجود ہے۔

۷۔ جو لوگ آپ کی یہاں کی حیات میں آپ کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آتے رہے حضور نے کبھی انہیں اس سے منع نہ کیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنا ہرگز خلاف شریعت نہ تھا سو اب اگر کوئی حضورؐ کی قبر کی زیارت کے لئے دور سے سفر کرتے آئے تو اس کا یہ عمل ہرگز کسی قاعدہ شریعت کے خلاف نہیں سمجھا جا سکتا۔

۸۔ ہرگز نہیں اس پر کسی طرح شرک کا گمان نہیں کیا جا سکتا جس طرح حضورؐ کی زندگی میں حضورؐ کی زیارت کے لئے آنا کسی پیرایہ میں شرک نہ تھا آج آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنے میں بھی علماء ہرگز کوئی قباحت نہیں ہے چہ جائیکہ اس پر کوئی شرک کا گمان کرے۔ استغفر اللہ العظیم۔

۹۔ حضرت امام احمد روایت کرتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں:۔

عن عائشه قالت كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله ﷺ وان واضع

نوبی و اقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فوالله مادخلته الا و انا شدودة علی ثیابی حیاءً من عمرؓ (مسند امام احمد جلد ص مشکوة ص ۱۵۴)

(ترجمہ)

حضرت عائشہ نے اپنے حجرہ کے بارے میں یہ نہیں کہافیہ قبر رسول الله کہ اس میں حضورؐ کی قبر ہے بلکہ یہ کہا فیہ رسول الله ﷺ اس میں حضورؐ ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضورؐ کو وہاں ایسی برزخی حیات میں سمجھتی تھیں جو ایک پہلو سے یہاں کے دنیوی احساس سے مربوط ہو حضرت عمر کے وہاں دفن ہونے کے بعد آپ وہاں پردے سے جائیں ظاہر ہے کہ ہم اس کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی اس بات سے کیسے اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ امہات المومنین آپ کی قبر مبارک پر پیش کی جاتی ہیں استغفر اللہ العظیم۔ تاہم اس حدیث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کی قبر مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہونا ہرگز کوئی شرک سے آلودہ عمل نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی سعادت ہے جو کسی خوش نصیب کی ہی برات ہو سکتی ہے۔

اگر حضور اکرمؐ کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہونا ممنوع ہوتا تو حضورؐ والدین کی قبر پر حاضری پر مغفرت کی بشارت نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا:۔

من زار قبرابویه اواحدهما فی کل جمعة غفرله و کتب براً (رواه البیهقی فی شعب الایمان مرسلاً)

(ترجمہ) اب آپ ہی سوچیں کیا حضور اکرمؐ ہر امتی کے روحانی والد نہیں ہیں اور آپ بیویاں کیا کل مومنین کی مائیں نہیں ہیں۔ اور اس حدیث کی رو سے آپ کی قبر پر آنا کیا اللہ کے حضور مغفرت کا سبب نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے زیارت قبور کا واضح الفاظ میں حکم دیا ہے۔

کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها (سنن ابن ماجه)

(ترجمہ)

اگر شدِ رحال کے بغیر قبروں پر حاضر ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں تو اس کام کے لئے سفر کر کے آنا کیسے ممنوع ہوسکتا ہے سفر سفر ہے جو کسی بھی جائز کام کے لئے کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ زیارت قبور کی احادیث میں کسی میں یہ قید نہیں ملتی کہ شدِ رحال سے قبروں پر حاضری کی اجازت نہیں، اجازت عام ہے اس میں ایسی کوئی قید نہیں جس حدیث میں تین مسجدوں کے لئے شدِ رحال کی اجازت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور مسجد کے لئے اس اعتقاد سے سفر نہ کیا جائے کہ اس میں نماز کا ثواب زیادہ ہوگا یہ اعتقاد صرف ان تین مسجدوں کے لئے ہی کہا جاسکتا ہے ان کے بعد اور ساری مسجدیں برابر ہیں۔ پھر بھی یہ نہی تحریم کے درجے میں نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہونا ایک قطعی حقیقت ہے ورنہ اس کی مسجد بھی اس فضیلت میں کسی درجہ کا استثناء ضرور پاتی۔ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوتو اسے جنس مستثنیٰ سے ہی طے کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا کی مسجدوں میں صرف یہی تین مسجدیں ہیں جن کے لئے شدِ رحال کیا جاسکتا ہے۔ اب نہ کوئی نبی ہوگا نہ اس کی مسجد ان تین مسجدوں میں کسی اضافے کا سبب ٹھہرے گی۔

سو اس حدیث سے قبر نبویؐ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنے والوں کو کسی طرح روکا نہیں جاسکتا۔

۱۱۔ جماعت کے ثواب اور مسجد کے ثواب میں فرق ہے جہاں زیادہ نمازی ہوں وہاں نماز باجماعت کا ثواب زیادہ ہوگا لیکن یہ جماعت کا ثواب محسوب ہوگا مسجد کا ثواب وہی ہے جو دنیا کی تمام مسجدوں کا ہے اللہ تعالیٰ نے ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور قطعہ زمین کو یہ فضیلت نہیں دی کہ وہاں نماز کے لئے جانا کسی زیادہ ثواب کا مستدعی ہو۔

۱۲۔ قرون اولیٰ مشھود لھا بالخیر میں ائمہ اربعہ اھل حق میں اس مسئلے میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا اس وقت سے لے کر اس وقت تک سب مجتہدین کرام اس مسئلہ میں متفق چلے آرہے ہیں کہ حج کے بعد جو لوگ مدینہ منورہ اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ حضورؐ کی قبر کی زیارت کریں اور آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کریں یہ عمل ہرگز کسی پہلو سے گناہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب

اسے ویسے ہی مل جائے گا وہ مسجد کے لئے حاضری کی نیت کرے یا نہ۔ تاہم حضورؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آنے میں حضورؐ کی محبت جس طرح نکھرتی ہے کوئی اور عمل اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

مومنوں کے شوق و محبت میں جھومتے قافلے جب مدینہ اترتے ہیں تو ان کے تصور میں ان کا اس سے زیادہ روشن عمل اور کوئی نہیں ہوتا کہ اب جتنی جلدی ہو سکے امتی اپنے آقا کے حضور حاضر ہو کر آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

۴۔ توسل بالصالحین میں مظنہ شرک نہیں

توسل کا معنی اپنی دعا کی منظوری کے لئے اللہ کے حضور وسیلہ لانا ہے یہ وسیلہ نیک اعمال بھی ہو سکتے ہیں نیک اشخاص بھی۔ ان کا اللہ کے حضور وسیلہ لانا اس کی رحمت کو بندے کے قریب کرنے کے لئے ہے جتنا ان اعمال میں اخلاص اور ابتہال ہوگا اسی سرعت سے دعا کرنے والے پر اللہ کی رحمت اترتی ہے اللہ کی طرف اس طرح کا وسیلہ لانا صرف متقین کا ہی نصیب ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پہلے تقویٰ کا حکم دیا ہے پھر کہا ہے کہ اس کے حضور کوئی پیشکش لا کر اپنا دامن سوال پھیلائیں یہ اللہ کے حضور وسیلہ لانا ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحون (پ۶ المائدہ ۳۵)

(ترجمہ) اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے (تقویٰ اختیار کرو) اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور مجاہدہ کرو اس کی راہ میں تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

یہ صرف ایمان والوں کو موقعہ دیا گیا کافر اگلے جہان میں دنیا بھر کے خزانے بھی لائیں اور اللہ کے حضور اپنا فدیہ دینا چاہیں تو وہ ان کی طرف سے قبول نہ کیا جا سکے گا۔

جو لوگ توسل کی حقیقت نہیں سمجھتے انہیں اس راہ میں شرک کی بو آتی ہے ہم اسے یہاں عام فہم الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں اس میں ہرگز کوئی مظنہ شرک نہیں ہے۔

ہر شخص کا جو مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اور جس قدر وہ مورد الطاف الٰہیہ ہے اس کے مطابق اس پر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تیری جتنی رحمت اس پر ہے اس کی برکت سے میری بھی یہ عرض سن لے۔ اسی طرح ان کے جو اعمال تیری نظر میں پیارے ہیں ان کی قبولیت کا صدقہ میرے بھی ناچیز اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

یہ مقبولان بارگاہ الٰہی سے اپنا تعلق کا اظہار ہے

اس کے مختلف پیرائے ہیں مثلاً:

۱۔ اے اللہ فلاں بزرگ آپ کا مورد رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس اس کی اس نسبت سے ہم پر بھی رحمت فرما۔

۲۔ اے اللہ مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ محبت ہے حدیث میں ہے المرء مع من احب میری ان سے جو محبت ہے وہ تجھے پسند ہے تو اس کے واسطے سے میں تجھ سے اپنی دعا کی قبولیت مانگتا ہوں۔

اب آپ ہی بتائیں اس میں کون سا مظنہ شرک ہے مانگنے والا جو کچھ بھی مانگ رہا ہے خدا سے مانگ رہا ہے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ وسیلہ اعمال کا لانا چاہئے۔ تاہم اس میں توسل بالاشخاص کا کوئی انکار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے پہلے دور کے تین شخصوں کا قصہ جو ایک غار میں گھر گئے تھے بیان فرمایا اور بتلایا کہ کس طرح انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کو اللہ کے حضور میں پیش کیا اور غار کے منہ سے گری چٹان ہٹ گئی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے تین آدمیوں کے غار میں گھرنے کا ذکر فرمایا اور کہا ان میں سے ایک شخص نے دوسروں کو ادھر توجہ دلائی اور کہا تھا۔

انظروا اعمالاً عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم
(صحیح مسلم جلد۲ ص۳۵۳)

(ترجمہ) اپنے ان اعمال پر توجہ کرو جنہیں تم نے صرف اللہ کے لئے کیا اور اللہ سے ان اعمال کے ذریعے دعا کرو ہوسکتا ہے کہ وہ اس چٹان کو تم سے ہٹا لے۔

پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا اکرام فرمایا اور وہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اس پر امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:۔

وفیه اثبات کرامات الاولیاء وھو مذھب اہل الحق (شرح صحیح مسلم۲ص۳۵۳)

توسل بالاعمال سے اللہ کی طرف وسیلہ لے جانے پر پوری امت کا اتفاق ہے پھر اللہ کے حضور کوئی اپنا عمل نہ سہی خود اللہ رب العزت سے اس کی عزت اور عظمت کا صدقہ مانگنا اور اپنی دعا پیش کرنا یہ نوع وسیلہ بھی خود حضورؐ سے بھی ثابت ہے۔

اسئلك بعزتك التی لا ترام وملکك الذی لا یضام ونورك الذی ملاء ارکان عرشك

صحابہ اللہ تعالیٰ کی اس نظر عنایت کا بھی کبھی واسطہ دے لیتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے مقربین کے شامل حال ہوئی۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص نہایت غمزدہ حالت میں آیا آپ نے اس سے پوچھا مـالی اراك مـکتئیباً حـزیناً اس نے کہا اے ابن عم رسول کسی کا مجھ پر قرض ہے اور میں اس کے ادا کرنے پر قادر نہیں اس نے اپنی حالت کا اس طرح بہ قسم ذکر کیا اور حضور کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:۔

ولا و حرمة صاحب ھذا القبر ما اقدر علیه (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یہ غیر اللہ کی قسم کھانا نہیں حضور کو اللہ کے ہاں جو عزت حاصل ہے اس کا وسیلہ لایا جارہا ہے اور یہ ایک لطیف پیرایہ میں اللہ ہی کو اپنے حال پر گواہ بنانا ہے۔

توسل بالاشخاص پر بھی ایک نظر کرتے چلیں

اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کو حکم دیا کہ تم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور حضور بھی اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے گناہوں سے مغفرت مانگیں تو تم اللہ تعالیٰ کو معاف

کرنے والا پاؤ گے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيماً (پ۵ النساء ۶۴)

(ترجمہ) اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر وہ اللہ سے معافی مانگتے اور اللہ کے رسول بھی ان کے لئے اللہ سے معافی مانگتے تو وہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

کیا وہ گناہگار اپنے گھر بیٹھے اللہ سے معافی نہ مانگ سکتے تھے وہ یقیناً ایسا کر سکتے تھے لیکن ان کی حضورؐ کے پاس حاضری ان کے لئے اللہ کی رحمت کو اپنے قریب کرنے کے لئے ایک بڑا سبب ٹھہری اس سے پتہ چلا کہ دعا میں اللہ والوں کے قرب الٰہی کو بھی بطور وسیلہ ساتھ ذکر کیا جا سکتا ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن لکھتے ہیں:۔

وسیلہ کی تفسیر ابن عباس، مجاہد ابو وائل حسن وغیرھم اکابر سلف نے قربت سے کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈنے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کا قرب و وصول تلاش کرو۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (حضورؐ کے صحابہؓ) حضور اکرم ﷺ کو اللہ کے حضور بطور وسیلہ لاتے تھے اور حضور ان کے لئے دعا کرتے تھے صحابہ نے یہ بات صرف حضور سے خاص نہ سمجھی حضور کی نسبت جہاں بھی دیکھی اسے اللہ کے حضور نشان قبولیت کے لئے لے آئے ایک دفعہ بارش طلبی کی دعا میں آپ سب کے سامنے حضرت عباسؓ کو بطور وسیلہ لے کر آئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

ان عمرابن الخطابؓ كان اذا قحطوا استسقىٰ بالعباس بن عبدالمطلبؓ فقال اللّٰهم انا كنا نتوسل اليك بنبيك صلى الله عليه وسلم فتسقينا وانا نتوسل اليك بعمّ نبينا فاسقنا قال فيسقون (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷)

(ترجمہ) حضرت عمرؓ قحط کے وقت حضرت عباس کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگتے اور کہتے اے اللہ ہم تیرے پاس تیرے نبی کا وسیلہ لاتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا اور ہم تیرے نبی کے چچا کو بطور وسیلہ تیرے پاس لے کر آئے ہیں تو ہمیں سیراب فرما اس پر انہیں سیراب کر دیا جاتا

(اللہ تعالیٰ بارش فرما دیتے)

یہ توسل بالصالحین کی نہایت واضح صورت سامنے آتی ہے اس پر بھی سب اہل اسلام کا اتفاق ہے۔
یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اب حضورؐ سے توسل کیوں نہ کیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نہ تھے کہ وہ کھلے پیرایہ میں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں حضرت عباسؓ پاس تھے جو حضرت عمرؓ کے کہنے سے مجمع عام میں دعا کر سکتے تھے اس پہلو سے عوام پر جو رقت طاری ہو سکتی تھی وہ وسیلہ غائب کی صورت میں نہ ہو سکتی تھی یہ اس لئے نہ تھا کہ حضرت عمر اگلے جہان پہنچنے والوں سے توسل کرنا ناجائز سمجھتے تھے آپ نے حضرت عباس کو بھی حضورؐ کے رشتے کا واسطہ دیتے ہوئے اللہ کے حضور کھڑا کیا تھا اور یہ حضور کے واسطہ سے ہی اللہ کی رحمت کو اپنی طرف لا رہے تھے اپنی طرف سے یہ بات گھڑنا کہ اگر فوت شدگان سے توسل جائز ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباس کو وسیلہ میں نہ لاتے ہرگز درست نہیں آپ اس لئے حضرت عباس کو بطور وسیلہ لائے کہ آپ بآواز بلند دعا فرمائیں۔ اور آپ کا دعا کرنا سب کے سامنے ہو۔
ابوصالح کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے خود دعا کرنے کے بعد حضرت عباس کو دعا کے لئے کہا اور آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی:۔

فقال العباس اللھم لم ینزل بلاء الا بذنب ولم یکشف الا بتوبۃ وقد توجہ بی القوم الیک لمکانی بنبیتك وھذہ ایدینا الیك بالذنوب ونواصینا بالتوبۃ فاسقنا الغیث (عینی شرح صحیح البخاری جلد ص)

(ترجمہ) اے اللہ کوئی بلا نہیں اترتی مگر کسی گناہ کے سبب اور نہیں اٹھتی مگر توبہ سے اور بے شک مسلمان میرے واسطہ سے تیری طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔ بوجہ اس رشتے کے جو مجھے تیرے نبیؐ سے ہے اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں سے تیرے حضور اٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ سے ندامت کر رہی ہیں تو ہمیں بارش سے سیراب کر دے۔

اور حضرت عمر بن حمزہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بسا اوقات

ابوطالب کا حضورؐ کے بارے میں یہ شعر یاد آ جاتا ہے اور میں حضور کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہوتا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

(صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷)

(ترجمہ) اور وہ سفید نورانی چہرہ جس کے واسطہ سے (اللہ تعالیٰ سے) بارش طلب کی جائے آپ یتیموں کا اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

ہم یہاں ابوطالب سے حضور کے چہرہ کا وسیلہ لانے کی سند نہیں لے رہے حضرت عبداللہ بن عمر نے ان الفاظ سے اللہ کے حضور دعا کی سو ہم اپنے موضوع پر حضرت عبداللہ بن عمر سے استناد کر رہے ہیں ابوطالب سے نہیں۔

توسل بالاشخاص کی ایک اور صورت

اگر کوئی شخص ہمارے سامنے موجود نہ ہو (گو ابھی پیدا نہ ہوا ہو یا پیدا ہو کر رحمت الٰہی کی آغوش میں چلا گیا اور فوت ہو گیا ہو) تو کیا اس سے بھی وسیلہ کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حضور اکرم ﷺ جب ابھی پیدا نہ ہوئے تھے آپ کا انتظار تھا تو اہل کتاب اپنے کڑے وقتوں میں حضورؐ کے وسیلہ سے اللہ کے حضور فتح کی دعا مانگتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے اس عمل کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی نکیر نہیں کی کہ جو پاس موجود نہ ہو اس سے توسل کرنا جائز نہیں ہے۔

ولماجاء هم کتاب من عندالله مصدق لما معهم و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء هم ما عرفوا کفروا به فلعنة الله علی الکافرین (پ۱ البقرة ۸۹)

(ترجمہ) اور جب پہنچی ان کے پاس اللہ کی کتاب جو تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس پہلے سے تھی اور وہ پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس کے وسیلہ سے) پس جب وہ آ گیا ان کے پاس جسے وہ پہچانتے تھے (جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے) تو وہ اس کے منکر ہو گئے سو اللہ کی دوری ہے ان کافروں سے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس اور مشہور تابعی مفسر حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں

نزلت فی بنی قریظه والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله صلی الله علیه وسلم قبله مبعثه قاله ابن عباس وقتاده

(روح المعانی جلد ا ص ۳۲۰)

(ترجمہ) یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر (یہودیوں) کے بارے میں نازل ہوئی وہ حضور کی تشریف آوری سے پہلے اوس اور خزرج سے جنگ کرتے حضور اکرم ﷺ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے۔

ان کی دعا وسیلہ کیا ہوتی تھی؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور کئی دوسرے صحابہ و تابعین سے یہ دعا اس طرح منقول ہے:۔

۱۔ اللھمّ انّا نسئلك بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابك الذی تنزل علیه آخر ما تنزل ان تنصرنا علی اعداء نا (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد ص الدرالمنثور جلد ص)

۲۔ اللھمّ انّا نسئلك بحق نبیك الذی وعدتنا ان تبعثه فی آخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا (روح المعانی جلد ا ص)

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے مانگتے ہیں تیرے اس نبی کے واسطے سے جس کا تو نے ہمیں وعدہ دے رکھا ہے کہ آپ اسے آخری دور میں بھیجیں گے ہمیں دشمن پر فتح دے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت قتادہ کے بعد اب حضرت شیخ الہند کی تفسیر بھی دیکھئے۔

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزمان اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما (موضح الفرقان)

اس سے پتہ چلا کہ جو شخص پاس موجود نہ ہو نہ زندوں میں ملے اللہ کے حضور اس کا وسیلہ بھی لایا جا سکتا ہے اسلام میں جس طرح توسل بالاعمال جائز ہے توسل بالاشخاص بھی جائز ہے اور ضروری نہیں کہ وہ

اشخاص زندوں میں ہمارے سامنے موجود ہوں ہاں اگر ان سے دعا کرانی ہو تو پھر جو بزرگ اپنی رسائی میں ہوں انہیں وسیلہ کے لئے لایا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو دعا استسقاء سے میں لے کر گئے اور وہاں حضرت عباسؓ نے کھڑے ہو کر استسقاء کی دعا کی تھی۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:۔

الاستفتاح الاستنصار ای کانوا من قبل یطلبون من الله النصر علی اعدائهم بالنبی المنعوت فی آخر الزمان الذی یجدون صفته عندهم من التوراة (تفسیر فتح القدیر کامل ص ۷۵)

(ترجمہ) فتح مانگنے سے مراد مدد مانگنا ہے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لئے وہ اس نبی آخر الزمان کے طفیل اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرتے تھے جس کی صفت وہ تورات میں پائے ہوئے تھے۔

محدثین نے اس حدیث کی شرح اس طرح کی ہے

ویستفاد من قصة العباس رضی الله تعالیٰ استحباب الاستشفاع باهل الخیر والصلاح واهل بیت النبوة (فتح الباری جلد۲ ص ۳۹۹)

حضرت عباسؓ کے اس واقعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت نیک اور اچھے لوگوں سے اور حضورؐ کے رشتہ داروں (سے اللہ کے حضور) شفاعت کرائی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے حضور خاتم النبیین کا وسیلہ پکڑنے کی بات روایت کی ہے حالانکہ حضور وہاں ان کے پاس موجود نہ ہوتے تھے سو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ توسل بالاشخاص کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندہ وہاں موجود ہوں جو اس دنیا میں نہیں ان سے توسل نہیں کیا جاسکتا یہ بات درست نہیں۔

یہ نہ کہا جائے کہ یہ اہل کتاب کا عمل ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم اس سے اس لئے استدلال نہیں کررہے کہ یہ ان کا عمل تھا بلکہ ہم اس لئے اس سے استدلال کررہے ہیں کہ اسے قرآن کریم نے نقل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تردید نہیں فرمائی نہ اس پر کوئی نکیر کی ہے۔

محدثین کبار میں سے کسی نے نہیں لکھا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے اس لئے توسل کیا تھا کہ

آپ فوت شدہ حضرات سے توسل جائز نہ سمجھتے تھے آپ کا بڑا مقصد یہ بتلانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور غیر انبیاء کا وسیلہ بھی لیا جا سکتا ہے اور حضرت عباس کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ آپ حضورؐ کے قریب کے رشتہ دار ہیں آپ یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ میں اور اہل بیت رسالت میں ہرگز کوئی بغض وعناد کی فضا نہیں ہے آپ اگر خلافت پر زبردستی آئے ہوتے تو نہ آپ حضرت عباس کو دعائے استسقاء میں حاضری کی دعوت دیتے نہ حضرت عباس ان کے کہنے پر بارش کی اس طرح دعا کرتے پھر اس میں حضرت عباس کی اپنی فضیلت وعظمت بھی وحدت امت کے پیرایہ میں تجلی ریز ہے قاضی شوکانی حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں:۔

وطيه فضل العباس وفضل عمر لتواضعه للعباس ومعرفته بحقه انتهى

اور پھر اس پر کہ یہ واقعہ ایک ہی دفعہ پیش آیا یا بار بار آپ نے اسی طرح کیا آپ لکھتے ہیں:۔

وظاہر قوله كان اذا قحطوا استسقى بالعباس انه فعل ذلك مرارا كثيرة كما يدل عليه لفظ كان فان صح انه لم يقع منه ذلك الا واحدة كان كانت مجردة عن معناه الذى هوالدلالة على الاستمرار (نیل الاوطار جلد ۴ ص ۹)

سو یاد رکھئے روایت ان بزرگوں سے توسل کرنے کو ہرگز منع نہیں کرتی نہ یہ بات ان کے علم میں لانی ضروری ہے کہ کوئی ان کے تقرب باللہ کے واسطے سے اللہ کے حضور اپنی فریاد کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ جن کی برکت سے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور دینے والا فقط وہ ایک ہی ہے یہ بزرگ نہیں انہیں تو بسا اوقات علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کے وسیلہ سے کن کو رزق دیا جا رہا ہے اور کن پر بارشیں برسائی جا رہی ہیں۔

یہ بھی پتہ چلا کہ صرف انبیاء اور اہل بیت سے ہی توسل نہیں بلکہ دوسرے اہل صلاح اولیاء کرام سے بھی وسیلہ لیا جا سکتا ہے۔

محدث شہیر ملا علی قاری لکھتے ہیں:۔

قال ابن الملك ...... يقول اللهمّ انصرنا على الاعداء بحق عبادك الفقراء

المہاجرین (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۶۱)
(ترجمہ) اس طرح کہے کہ اے اللہ اپنے فقراء اور مہاجرین بندوں کے واسطے سے ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرما۔
علامہ سبکی کہتے ہیں:۔

یجوز التوسل بسائر الصالحین (منقول از وفاء الوفا للسمہودی)
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی حضرت عباس کی مذکورہ روایت پر لکھتے ہیں:۔
اس حدیث سے قبر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے (نشر الطیب ص ۲۵۰)
حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا یہ سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے (التکشف ص ۳۴۶)

حضورؐ نے خود بھی اپنے وسیلہ کی تعلیم دی

حضرت عثمان کہتے ہیں ایک نابینا شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ سے دعا کے لئے کہا آپ نے اسے یہ دعا سکھلائی:۔

اللھمّ انّی اسئلك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة (سنن ابن ماجہ)
(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔
اس میں حضورؐ نے خود اپنے وسیلہ کی بھی تعلیم دی ہے۔
یہ کہنا کہ اس وقت حضور دنیا میں تشریف فرما تھے اس لئے ان کا وسیلہ اختیار کیا گیا جو صالحین کرام اگلے جہاں چلے گئے ان کا وسیلہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس دعوے پر قرآن اور حدیث کی کوئی

شہادت نہیں ملتی سو یہ بات بالکل بے دلیل ہے یہ نہ کہے کہ حدیث استقاء سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ محدثین نے اس حدیث کی توجیہ اور طرح کی ہے۔ وہ اس سے یہ بتلانا چاہتے تھے کہ توسل غیر انبیاء سے ہی جائز ہے۔

حضرت عمر کے اس عمل سے صحابہ نے بھی سیکھا تھا کہ دوسرے صالحین سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے حضرت معاویہ بھی ایک دفعہ شام میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے آپ نے اس وقت حضرت یزید بن الاسود سے اس طرح توسل فرمایا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں شام میں ایک دفعہ قحط سالی ہوئی اور حضرت معاویہ دمشق میں بارش طلبی کی دعا کے لئے نکلے آپ نے دعا کی اور حضرت یزید بن الاسود کو اللہ کے حضور وسیلہ کے طور پر پیش کیا یہ توسل بالاعمال کے ساتھ ساتھ توسل بالرجال کی ایک کھلی دلیل ہے۔

عن سليم بن عامر الجنايرى ان السماء قحطت فخرج معاوية بن ابى سفيان و اهل دمشق يستسقون فلما قعد معاويةعلى المنبر قال اين يزيد بن الاسود الجرشى فساراه الناس فاقبل يتخطى الناس فامره معاوية فصعد المنبرفقعد عندرجليه فقال معاوية اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا وافضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد بن الاسود الجرشى يا يزيدارفع يديك الى الله فرفع يزيد(بن الاسود) يديه ورفع الناس ايديهم فما كان اولئك ان ثارت سحابة فى الغرب كانها ترس وهبّت لها ريح فسقينا حتى كادالناس ان لايبلغوا منازلهم

طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۱۵۵ تاریخ ابن عساکر جلد ۱۸ ص ۲۴۲

علوم الحدیث الابن صلاح ص ۳۳۴ الاصابہ الابن حجر العسقلانی جلد ۳

کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی جلد ۲ ص ۳۸۰

توسل بالاشخاص میں یہ فضیلت ہے کہ ان مردان خیر سے بھی ہاتھ اٹھوائے جا سکتے ہیں اور وہ بھی کلمات دعا کہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ فوت شدہ حضرات کا واسطہ ہی نہیں لیا جا سکتا۔ آنحضرت نے

بہت سے مقامات پر اپنی دعاؤں میں خدا کو رب ابراہیم، رب اسحٰق رب یعقوب کہہ کر پکارا ہے یہ آپ اللہ کے حضور کن کا واسطہ لا رہے ہیں؟ انہی حضرات کا۔ جو اس دنیا سے جا کر عالم برزخ میں پہنچ چکے ہیں۔

مساکین وضعفاء کی برکت سے رزق ونصرت

اللہ تعالیٰ رزق و نصرت میں کبھی خود بھی نیک بندوں کو وسیلہ بنا دیتا ہے وہ چاہے تو خود بھی دے سکتا ہے لیکن وہ مسکین اور کمزور بندوں کو تکوینا دوسروں کے لئے ذریعۂ خیر بنا دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بندگان خدا (بلاقصد خود) دوسروں کے لئے وسیلہ ہو جاتے ہیں تو لوگ اگر کبھی خود ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اس میں شرعاً کوئی محذور سمجھ میں نہیں آتا احادیث میں ان کی برکت سے حاجتوں کا پورا ہونا عام مذکور ہے امام بخاریؒ حدیث روایت کرتے ہیں:۔

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم (مشکوٰۃ ص۴۴۶)

(ترجمہ) سوائے اس کے کہ نہیں تم اپنے کمزور لوگوں کی وجہ رزق دیئے جا رہے ہو اور اللہ سے مدد پا رہے ہو۔

اب یہ احادیث بھی سامنے رکھئے:۔

۱۔ عن امية بن خالد بن عبدالله بن اسيد عن النبى صلى الله عليه وسلم انه كان يستفتح بصعاليك المهاجرين (مشکوٰۃ ص۴۴۹)

۲۔عن ابى الدرداء عن النبىؐ قال ابغونى فى ضعفائكم فانما ترزقون وتنصرون بضعفائكم (رواہ ابوداؤد)

۳۔عن مصعب بن سعد عن ابيه ...... فقال النبى صلى الله عليه وسلم انما نصر الله هذه الامة بضعفائها ودعوتهم واخلاصهم (رواہ النسائی)

۴۔حضرت علی حضور اکرم ﷺ سے ابدالوں کے بارے میں روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:۔

يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء و يصرف عن اهل الشام بهم العذاب (رواہ احمد مشکوٰۃ ص۵۸۲)

ضروری نہیں کہ ان صالحین کرام کو یہ خبر ہو کہ کون کون ان کے قرب خداوندی سے یا ان کے اعمال کی

قبولیت سے توسل کر رہا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بالغہ ہے کہ وہ ان کا صدقہ ان گناہگاروں کی بھی فریاد سن رہا ہے۔

شنیدم کہ در روز امید وبیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

شرک کا گمان تب کیجئے کہ کوئی توسل میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اس کی دعا کا پورا ہونا ان صالحین کرام کی توجہ اور عنایت پر موقوف ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے اعمال کو قبولیت کی یہ وسعت دے رہے ہیں کہ اس میں گناہ گار بھی اپنا حصہ پا لیتے ہیں۔

استاذ علماء پنجاب حضرت مولانا خیر محمد جالندھری لکھتے ہیں:۔

ضعفاء کو اللہ تعالیٰ نے جب کہ رزق کے لئے تکوینی طور پر وسیلہ رزق بنایا تو حضور نے تشریعی طور پر اس توسل کو قبول فرمایا اگر امت مرحومہ عملی طور پر اپنی دعاؤں میں ان وسائل کے توسل کو اختیار کرے تو آخر اس میں کیا قباحت اور کون سا محذور ہوگا۔ (آثار خیر ص ۲۸۸)

ایک ضروری گزارش

جن علماء نے اجتہاداً فوت شدہ بزرگوں سے توسل کی اجازت نہیں دی وہ بھی اس میں کوئی مظنہ شرک محسوس نہیں کرتے توسل بالصالحین کے لئے جو علت جواز کی ہے وہ احیاء و اموات دونوں میں ایک جیسی ہے دعا کی قبولیت میں جس طرح احیاء کا کوئی دخل نہیں اموات کا بھی نہیں جب علت دونوں میں مشترک ہے تو حکم مشترک کیوں نہ ہوگا۔

جو لوگ توسل کی حقیقت نہیں سمجھتے انہیں اس میں شرک کی بو آتی ہے ہم اسے یہاں عام فہم الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں اس میں ہرگز کوئی مظنہ شرک نہیں ہے۔

ہر شخص کا جو مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اور جس قدر وہ مورد الطاف الٰہیہ ہے اس کے مطابق اس پر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تیری جتنی رحمت اس پر ہے اس کی برکت سے میری بھی یہ عرض سن لے اسی طرح ان کے جو اعمال تیری نظر میں پیارے ہیں ان کی قبولیت کا صدقہ میرے بھی ناچیز اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی حنبلی فقہ پر چلتے تھے لیکن ان کے کچھ تفردات بھی تھے ان میں سے ایک یہ

بات ہے کہ وہ توسل بالاموات کے قائل نہ تھے تاہم وہ آج کل کے سلفیوں کی طرح اس میں کوئی مظنہ شرک نہ محسوس کرتے تھے سلیمان بن سحیم نے ان پر یہ افتراء باندھا کہ آپ توسل بالصالحین کے قائلین کو مشرک سمجھتے ہیں تو آپ نے کھل کر اس کی تردید کی۔

ان الرجل افترى على اموراً لم اقلها ولم يأت اكثرها على بالى (فمنها) قوله انى مبطل كتب المذاهب الاربعة وانى اقول ان الناس من ستمائة سنة ليسوا على شئى وانى ادعى الاجتهاد وانى خارج عن التقليد وانى اقول ان اختلاف العلماء نقمة وانى اكفر من توسل بالصالحين (مولفات الشیخ محمد بن عبدالوهاب جلد ۱ ص ۴۴)

آپ نے توسل بالصالحین کے قائل کو کفر و شرک سے کلیۃً محفوظ بتایا ہے ہم اس پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں کہ توسل بالصالحین میں ہرگز کوئی مظنہ شرک نہیں ہے۔

(ایک ضروری نوٹ) عام بریلوی توسل بالصالحین کے منکر ہیں توسل بالصالحین میں خدا سے مانگنا ہوتا ہے اور خدا کی رحمت کو ان صالحین کے قرب خداوندی کے ذکر سے اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے بریلوی عوام اپنی حاجات قبر والوں سے مانگتے ہیں اور اللہ سے توسل کرتے ہیں وہ مقابر صالحین پر حاضر ہو کر کہتے ہیں، اے ولی، مجھے اللہ کے واسطے یہ یہ چیزیں دے اس میں مانگا کس سے جا رہا ہے؟ اس ولی سے۔ اور اسے اللہ کا وسیلہ دیا جا رہا ہے یہ توسل بالصالحین سے ایک بالکل جدا صورت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلوی تمام علماء پاک و ہند کے استاذ ہیں آپ لکھتے ہیں:۔

دعا بایں طور کہ الٰہی بحرمت آل نبی و ولی حاجت را را روا کن جائز است (مأۃ مسائل ص ۲۱)

۵۔ مقام احسان پر آنے کے لئے مشائخ کی ضرورت

اسلام میں بیعت کی کئی ضرورات ہیں اور بیعت کئی طرح کی ہوتی رہی ہے مثلا

۱۔ بیعت علی الہجرۃ ۲۔ بیعت علی الجہاد ۳۔ بیعت علی الموت ۴۔ بیعت علی الخیر

۴۔ بیعت علی الخلافہ

اسلام میں آنے کے لئے جو بیعت ہے وہ یہ ہے کہ توحید باری تعالی اور رسالت محمدی کے اقرار سے پورے شرائع اسلام اور ضروریات دین کو قبول کیا جائے۔

۱۔ بیعت علی الھجرۃ سے مراد دارالکفر سے دارالاسلام آنا ہے۔

۲۔ بیعت علی الجھاد۔ یہ اس محنت کے لئے بیعت کرنا ہے جس سے اللہ کا نام اونچا رہے اور لوگوں سے ظلم اور دہشت روکی جاسکے۔

۳۔ بیعت علی الموت۔ جب جینا مشکل دکھائی دے تو اس وقت خودداری میں یہ جان دینے کی بیعت ہے حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ نے موت پر بیعت کی تھی۔

۴۔ بیعت علی الخیر سے مراد وہ بیعت ہے جو توبہ، تہذیب اخلاق اور اصلاح باطن کے لئے ہو۔ یہ ہر معروف کو اختیار کرنے کی بیعت ہے۔

۵۔ بیعت علی الخلافۃ۔ نظام سلطنت کو قائم کرنے اور اپنے اولی الامر سے مخاصمت نہ کرنے کا عہد ہے

حضرت مجاشع بن مسعود السلمی کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت علی الھجرۃ کے لئے حاضر ہوا آپ نے فرمایا (مکہ سے مدینہ کی) ھجرت اب ہوچکی اب بیعت علی الاسلام، بیعت علی الجہاد اور بیعت بر امور خیر کی راہیں ہی ہیں۔

ان الھجرۃ قدمضت لاھلھا ولکن علی الاسلام والجھاد والخیر (صحیح مسلم ۲ ص ۱۳۰)

(ترجمہ) ہجرت تو اپنے اہل لوگوں کے ساتھ ہوچکی اب بیعت علی الاسلام، بیعت علی الجہاد اور بیعت علی الخیر ہی ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرمؐ کے عہد مبارک میں اسلام میں بیعت کئی طرح کی رہی ہے ایک بیعت توبہ وسلوک کی بیعت ہے قرآن کریم میں اس بیعت کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن (پ ۲۸ الممتحنہ ۱۲)

(ترجمہ)

اس میں آخر میں جوفرمایا ولا یعصینک فی معروف کہ وہ کسی بات میں تیری نافرمانی نہ کریں یہ ہر گناہ سے توبہ کی تلقین ہے اس بیعت توبہ میں تہذیب اخلاق بھی ہے جیسے کسی سے رقم مانگنے سے بھی پرہیز کی جائے تلقین خیر اور اصلاح باطن کی ہر تعلیم اس بیعت میں آسکتی ہے۔

قرآن کریم میں عورتوں کے بیعت ہونے کا ذکر ہے اس میں ادھر اشارہ ہے کہ جب عورتوں کے لئے یہ تہذیب اخلاق کی تعلیم ہے تو مردوں کو تو بطریق اولی یہ بیعت توبہ وسلوک کرنی چاہئے حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مخاطب ہوکر کہا۔

الا تبایعونی علی ما بایع علیه النساء ان لا تشرکوا بالله شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تأتون ببهتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم ولاتعصوفی معروف (سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۶۲)

یہ تقریباً وہی الفاظ ہیں جو قرآن پاک میں عورتوں کی بیعت میں مذکور ہوئے اللہ سے تعلق قائم کرنے کی یہ وہ بیعت ہے جو آپ نے بعض بچوں سے بھی لی۔ نہ بچے بیعت جہاد کا موضوع نہیں ہو سکتے لیکن تہذیب اخلاق کی محنت ان پر بھی ہوتی ہے امام محمد باقر روایت کرتے ہیں۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم بایع الحسن والحسین وعبدالله بن عباس وعبدالله بن جعفر وهم صغار لم یبلغوا الحلم ولم یبایع صغیراً الا منّا۔ رواه الطبرانی فی الکبیر (جمع الفوائد جلد ۱ ص ۱۲)

(ترجمہ) نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن کو، حضرت حسین کو، حضرت عبداللہ بن عباس کو، حضرت عبداللہ بن جعفر کو جب کہ وہ چھوٹے تھے ابھی بالغ نہ ہوئے تھے بیعت کیا اس چھوٹی عمر میں آپ نے صرف ہمیں کو بیعت کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں نیکی کی بیعت مردوں عورتوں بچوں سب کے لئے ہے۔

بیعت کے بعد یہ دوسری بیعت کس لئے؟

بعض سلفی دوست یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ بیعت ایک ہی ہے جو خلافت کی ہو اور اسلام میں آنے کی

جو بیعت تھی وہ ہو چکی، یہ بیعت کے بعد اور بیعت کس لئے؟ یہ سوال پہلے بعض صحابہؓ کے ذہن میں بھی آیا تھا اس کا جواب حضور اکرم ﷺ نے دیا کہ اب ان امور خیر پر بیعت کرو۔

صحابی رسول حضرت عوف بن مالک (ھ) کہتے ہیں۔

کنّا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم تسعة اور سبعة فقال الا تبايعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنّا حديث عهد ببيعة قال ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً و تصلوا صلوات الحسنى وتسمعوا وتطيعوا (واسر كلمة خفية) ولا تسألون الناس شيئاً (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی کمافی جمع الفوائد جلد ۱ص)

(ترجمہ) ہم نو آٹھ یا سات صحابی حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا تو اللہ کے رسول کی بیعت کیوں نہیں کرتے اور ہم نے حضور سے ابھی نئی نئی بیعت اسلام میں آنے کی کی تھی ہم نے کہا حضور ہم تو آپ سے بیعت کر چکے اب کس امر پر۔۔۔ سے بیعت کریں ہم نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور آپ نے فرمایا (اس پر بیعت کرو کہ) تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے پانچ نمازوں کی پابندی کرو گے نظام سلطنت میں اطاعت میں رہو گے اور لوگوں سے مانگا نہ کرو گے (یہ مانگنا اچھی بات نہیں)

حضور ﷺ اس بیعت علی الخیر میں کبھی نصیحتیں بھی فرماتے احادیث میں مختلف صحابہؓ سے اس قسم کی بیعت پر مختلف الفاظ ملتے ہیں حضورؐ کے اس طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ تہذیب اخلاق کی بیعت تقریباً ابھی امور خیر پر ہوتی تھی۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں۔

فانى اتيت النبى صلى الله عليه وسلم قلت ابا يعك على الاسلام فشرط على والنصح لكل مسلم فبالعته على هذه (رواہ البخاری جلد ۱ص)

(ترجمہ) میں حضور کے پاس آیا میں نے آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ نے حکم فرمایا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو میں نے اس پر حضور ﷺ سے بیعت کی۔

ان نیکیوں کے اختیار کرنے میں رسمی بیعت ضروری نہیں

مسلمانوں کو ان نیکیوں کا عام حکم دیا گیا ہے انہیں بجالانا ہر مسلمان پر ویسے ہی ضروری ہے سو ان پر عمل پیرا

ہونا اس بیعت پر موقوف نہیں اگر کوئی سمجھے کہ یہ اصلاح صرف اس راہ سے مل سکتی ہے تو یہ درست نہیں۔
حضرت مولانا تھانوی کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (۱۳۹۰ھ) لکھتے ہیں:۔

اصلاح کے لئے بیعت ضروری نہیں

فرمایا جو لوگ بیعت کو اصلاح کے لئے ضروری سمجھتے ہیں یہ بدعت اعتقادی ہے شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اس کی اصلاح کرے اور کسی کی خاطر حقیقت کو نہ چھپاوے (آثار خیر ص ۲۱۶)
یہ بیعت بے شک مسنون ہے مگر نیکیوں پر عمل پیرا ہونا اور نیک راہ عمل اختیار کرنا اس پر موقوف نہ سمجھنا چاہئے یہ واقعی بدعت ہے حضرت تھانوی کی اس احتیاط پر غور فرمائیں یہ حضرات بدعات سے بچنے میں کس قدر کوشاں رہے۔

اہل حدیث کے ہاں سلسلہ بیعت کا حکم

تاہم تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اور ان سے نسبت خواب غفلت سے جگانے میں بہت کام کرتی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں کہ سلسلہ طریقت میں آئے بغیر بہت کم لوگ کامیابی سے اس دریا کو عبور کر پاتے ہیں۔
برصغیر پاک و ہند میں نقشبندی نسبت کے مرد کامل حضرت شیخ احمد سرہندی سے کون واقف نہیں آپ مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی تھے اہلحدیث (باصطلاح جدید) کے نامور عالم مولانا محمد ابراہیم میر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
آپ بلا اختلاف عالم باعمل عارف کامل جامع کمالات ظاہری و باطنی اور گیارھویں صدی کے مسلم مجدد ہیں مجدد کا لقب سب سے پہلے آپ کو مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے دیا کہ وہ بھی ملا کمال کشمیری مدوح کے شاگرد تھے (تاریخ اہلحدیث ص ۴۴۴)
اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد ابراہیم کے ہاں سلسلہ بیعت ہرگز کوئی حمایت بدعت نہ تھا اور آپ سلسلہ طریقت کو واقعی منبع علم و عرفان سمجھتے تھے۔
شیخ علی متقی جونپوری (۹۷۵ھ) قادری شاذلی سلسلے کے بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ شیخ محمد طاہر گجراتی (ھ) کے استاد تھے مولانا محمد ابراہیم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
تصوف کی چاٹ بچپن میں لگ چکی تھی اور تخم کی تاثیر بھی تھی اور نشوونما بھی اس چشمہ صافی کی سیرابی

سے ہوا تھا اور معصوم طبع اسی رنگ کی گلکاری سے مزین ہو چکی تھی اس لئے طبیعت میں یہ پیاس ہمیشہ رہی کہ کوئی مرد الٰہی ملے جو مجھے راہ حق دکھائے اور منزل مقصود پر پہنچائے اس تڑپ میں ملتان کی راہ پکڑی اور علوم ظاہر و باطن میں شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں پہنچے اور مدت تک ان سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتے رہے بعد ازاں ۹۵۳ھ میں عازم حرمین شریفین ہوئے اور مکہ معظمہ میں طرح اقامت ڈالی۔ شیخ ابوالحسن الکبریؒ اور شیخ ابن حجر مکیؒ کی صحبت اختیار کر کے خرقہ قادری شاذلی عزنی زیب تن فرمایا۔ نیز یہ تینوں خرقے شیخ محمد بن سخاوی لے پہنچے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۴۳۵)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان علماء اہلحدیث کے ہاں بحر طریقت کی یہ راہیں کبھی بدعت نہیں سمجھی گئیں۔

مولانا محمد ابراہیم میر اپنے استاذ مولانا غلام حسن سیالکوٹی (۱۹۱۸ء) کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

آپ پر ذوق تصوف غالب تھا آپ کے چہرہ مبارک کا اتنا جلال تھا کہ اہل ثروت بلکہ حاکم تک آپ کو اپنی مجلسوں میں نہیں بلا سکتے تھے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۴۹۱)

اہلحدیث کے غزنوی سلسلے کے مورث اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ غزنوی نقشبندی سلسلہ میں باقاعدہ بیعت تھے اور اہلحدیث کے امام ثانی مولانا عبدالجبار غزنوی نے اس سلسلہ بیعت میں اثبات الالہام والبیعہ (فارسی) لکھ کر اس راہ میں چلنے والوں کی پوری تائید فرمائی لدھیانہ کے ایک رئیس محمد حسن نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو کئی بار چھپا ہے۔

علماء دیوبند بیشتر چشتی صابری سلسلے میں بیعت لیتے ہیں تاہم یہ حضرات جیسا کہ المہند سے پتہ چلتا ہے چاروں سلسلوں میں بھی بیعت لیتے اور اجازت دیتے رہے ہیں حافظ ابن تیمیہ بھی قادری سلسلہ میں اس راہ کے راہی رہے جیسا کہ ملا علی قاری نے انہیں اولیاء اہل سنت میں ذکر کیا ہے آپ اپنے وقت کے ایک نہایت معروف صاحب کرامت بزرگ تھے۔

ہم یہ کہہ کر اس باب کو ختم کرتے ہیں کہ اسلام کی چودہ صدیوں پر گہری نظر رکھنے والا کوئی منصف مزاج عالم ہو محدث ہو یا فقیر یا فقیہ کبھی اس سلسلے کو راہ بدعت نہ کہہ سکے گا اگر کسی نے کہہ دیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ طریقت شریعت کے بغیر کچھ نہیں دونوں دریائے معرفت کے دو کنارے ہیں سعادت مند ہیں وہ جو اس بحر حقیقت کے کامیاب شناور ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایها العلماء الکرام والجهابذة العظام قد نسب الی ساحتکم الکریمة اناس عقائد الوهابیة باوراق ورسائل لا نعرف معانیها لاختلاف اللسان فنرجو ان تخبرونا بحقیقة الحال ومرادات المقال ونحن نسألکم عن امور اشتهر فیها خلاف الوهابیة عن اهل السنة والجماعة

اے علماء کرام اور سرداران عظام! تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے۔ اس لیے امید کرتے ہیں، ہمیں حقیقت حال اور قول کے مراد سے مطلع کریں گے اور ہم آپ سے چند امور ایسے دریافت کرتے ہیں جن میں وہابیہ کا اہل سنت والجماعت سے خلاف مشہور ہے

السوال الاول والثانی

پہلا اور دوسرا سوال

(۱) ما قولکم فی شد الرحال الی زیارة سید الکائنات علیه افضل الصلوات والتحیات وعلی آله وصحبه

کیا فرماتے ہو، شد رحال میں سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لیے

(۴) ای الامرین احب الیکم وافضل لدی اکابرکم للزائر هل ینوی وقت الارتحال للزیارة زیارته علیه السلام او ینوی المسجد ایضًا وقد قال الوهابیة ان المسافر الی المدینة لا ینوی الّا المسجد النبوی۔

تمہارے نزدیک اور تمہارے اکابر کے نزدیک ان دو باتوں میں کون امر پسندیدہ و افضل ہے کہ زیارت کرنے والا بوقت سفر زیارت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کی زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی بھی، حالانکہ وہابیہ کا قول ہے کہ مسافر مدینہ منورہ کو صرف مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرنا چاہیے

الجواب

جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ومنه نستمد العون و التوفیق وبیده ازمة التحقیق۔

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

لیعلم اولا قبل ان نشرع فی الجواب انا بحمد اللّٰه ومشائخنا رضوان اللّٰه علیهم اجمعین و جمیع طائفتنا وجماعتنا مقلّدون لقدوة الانام وذروة الاسلام امام الهمام الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فی الفروع ومتبعون للامام الهمام ابی الحسن الاشعری والامام الهمام

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان ہے رحم والا
اور اسی سے مدد اور توفیق درکار ہے اور اس کے قبضہ میں ہیں تحقیق کی باگیں۔

حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد

اس سے پہلے کہ ہم جواب شروع کریں جاننا چاہیے کہ ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ فروعات میں مقلد ہیں مقتدائے خلق حضرت امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے، اور اصول و اعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کے اور

ابی منصور الماتریدی رضی اللہ عنہما فی الاعتقاد و الاصول و منتسبون من طرق الصوفیۃ الی الطریقۃ العلیۃ المنسوبۃ الی السادۃ النقشبندیۃ و الطریقۃ الزکیۃ المنسوبۃ الی السادۃ الچشتیۃ و الی الطریقۃ البھیۃ المنسوبۃ الی السادۃ القادریۃ و الی الطریقۃ المرضیۃ المنسوبۃ الی السادۃ السھروردیۃ رضی اللہ عنہم اجمعین

طریقہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلۂ عالیہ حضرات نقشبندیہ اور طریقۂ زکیہ مشائخ چشت اور سلسلۂ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقۂ مرضیہ مشائخ سہروردیہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ۔

ثم ثانیاً انا لا نتکلم بکلام و لا نقول قولاً فی الدین الا و علیہ عندنا دلیل من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ او قول من ائمۃ المذھب ومع ذلک لا ندعی انا لمبرؤون من الخطاء و النسیان فی ضلۃ القلم و زلۃ اللسان فان ظھر لنا انا اخطأنا فی قول سواء کان من الاصول او الفروع فما یمنعنا الحیاء ان نرجع عنہ ونعلن بالرجوع کیف لا وقد رجع ائمتنا رضوان

دوسری بات یہ کہ ہم دین کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو قرآن مجید کی یا سنت کی، یا اجماع امت یا قول کسی امام کا۔ اور با ایں ہم دعویٰ نہیں کرتے کہ قلم کی غلطی یا زبان کی لغزش میں سہو و خطا سے مبرا ہیں، پس اگر ہمیں ظاہر ہو جاوے کہ فلاں قول میں ہم سے خطا ہوئی، عام ہے کہ اصول میں ہو یا فروع میں، اپنی غلطی سے رجوع کر لینے میں حیا ہم کو مانع نہیں ہوتی

22
25

الله عليهم في كثير من اقوالهم حتى ان
امام حرم الله تعالى المحترم امامنا
الشافعي رضي الله عنه لم يبق مسئلة
الا وله فيها قول جديد والصحابة رضي
الله عنهم رجعوا في مسائل الى اقوال
بعضهم كما لا يخفى على متتبع الحديث
فلو ادعى احد من العلماء انا غلطنا في
حكم فان كان من الاعتقاديات فعليه
ان يثبت بنص من ائمة الكلام و
ان كان من الفرعيات فيلزم ان يبني
بنيانه على القول الراجح من ائمة
المذاهب فاذا فعل ذلك فلا يكون
منا ان شاء الله تعالى الا تحسين القبول
بالقلب واللسان وزيادة الشكر
بالجنان والاركان۔

وثالثا ان في اصل اصطلاح
بلاد الهند كان اطلاق الوهابي على من
ترك تقليد الائمة رضي الله تعالى عنهم
ثم اتسع فيه وغلب استعماله على من عمل
بالسنة السنية وترك الامور المستحدثة
الشنيعة والرسوم القبيحة حتى شاع في

اور ہم رجوع کا اعلان کر دیتے ہیں چنانچہ ہمارے
ائمہ رضوان اللہ علیہم سے ان کے بہتیرے
اقوال میں رجوع ثابت ہے حتی کہ امام حرم
محترم امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ
ایسا منقول نہیں جس میں دو قول جدید و قدیم
نہ ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اکثر مسائل
میں دوسروں کے قول کی جانب رجوع فرمایا
چنانچہ حدیث کے تتبع کرنے والے پر ظاہر ہے
پس اگر کسی عالم کا دعویٰ ہے کہ ہم نے کسی حکم شرعی
میں غلطی کی ہے سو اگر وہ مسئلہ اعتقادی ہے تو
اس پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرے علماء کلام
کی تصریح سے اور اگر مسئلہ فرعی ہے تو اپنی بنیاد
کی تعمیر کرے ائمہ مذہب کے راجح قول پر جب ایسا کریگا
تو ان شاء اللہ ہماری طرف سے خوبی ہی ظاہر ہوگی یعنی دل و
زبان سے قبول کرینگے اور قلب و اعضاء سے شکر ادا کرینگے

تیسری بات یہ کہ ہندوستان میں لفظ وہابی
کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو ائمہ رضی اللہ
عنہم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی
کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر
عمل کریں اور بدعات سیئہ و رسوم قبیحہ کو چھوڑ
دیں۔ یہاں تک ہوا کہ بمبئی اور اس کے

ببعض نواحیها ان من منع عن سجدة
قبور الاولیاء وطوافها فهو وهابی بل و
من اظهر حرمة الربوا فهو وهابی وان
کان من اکابر اهل الاسلام وعظمائهم
ثم اتسع فیه حتّٰی صار سبًّا فعلٰی هٰذا لو
قال رجل من اهل الهند لرجل انه
وهابی فهو لا یدل علٰی انه فاسد العقیدة
بل یدل علٰی انه سنّی حنفی عامل بالسنة
مجتنب عن البدعة خائف من الله تعالٰی
فی ارتکاب المعصیة ولما کان مشائخنا
رضی الله تعالٰی عنهم یسعون فی احیاء
السنّة ویشمرون فی اخماد نیران
البدعة غضب جند ابلیس علیهم وحرّفوا
کلامهم وبهتوهم وافتروا علیهم الافتراآت
ورموهم بالوهابیة وحاشاهم عن ذٰلك
بل وتلك سنة الله التی سنّها فی خواص
اولیائه کما قال الله تعالٰی فی کتابه
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَ
لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی
قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے
وہ وہابی ہے۔ بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے
وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو
اس کے بعد لفظ وہابی ایک گالی کا لفظ بن گیا،
سو اگر کوئی ہندی شخص کسی کو وہابی کہتا ہے
تو یہ مطلب نہیں کہ اس کا عقیدہ فاسد ہے بلکہ
یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ سُنّی حنفی ہے سنّت
پر عمل کرتا ہے۔ بدعت سے بچتا ہے اور معصیت
کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور چونکہ
ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احیاء سُنّت
میں سعی کرتے اور بدعت کی آگ بجھانے میں
مستعد رہتے تھے اس لیے شیطانی لشکر کو
اُن پر غصہ آیا اور ان کے کلام میں تحریف کر
ڈالی اور ان پر بہتان باندھے طرح طرح کے افترا
اور خطاب وہابیت کے ساتھ متہم کیا مگر حاشا کہ
وہ ایسے ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ سنّت اللہ ہے
کہ جو خواص اولیاء میں ہمیشہ جاری رہی ہے
چنانچہ اپنی کتاب میں خود ارشاد فرمایا ہے اور
اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنا دیے ہیں
جن و انس کے شیاطین کہ ایک دوسرے کی طرف

يفترون فلما كان ذٰلك فى الانبياء
صلوات الله عليهم وسلامه وجب
ان يكون فى خلفائهم ومن يقوم
مقامهم كما قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم "نحن معاشر الانبياء
اشد الناس بلاءً ثم الامثل فالامثل
ليتوفر حظهم ويكمل لهم اجرهم
فالذين ابتدعوا البدعات ومالوا
الى الشهوات واتخذوا الٰهھم الهوى
والقوا انفسهم فى هاوية الردى
يفترون علينا الاكاذيب و
الاباطيل وينسبون الينا الاضاليل
فاذا نسب الينا فى حضرتكم قول
يخالف المذهب فلا تلتفتوا اليه لا
تظنوا بنا الاخيرا وان اختلج فى
صدوركم فاكتبوا الينا فانا نخبركم
بحقيقة الحال والحق من المقال
فانكم عندنا قطب دائرة الاسلام۔

جھوٹی باتیں ڈالتا رہتا ہے دھوکا کے لیے اور (اے محمدؐ) اگر تمھارا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا کام نہ کرتے سو چھوڑ دو اُن کو ان کے افترا کو، پس جب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ معاملہ ہا تو ضرور ہے کہ ان کے جانشینوں اور قائم مقاموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کا گروہ سب سے زیادہ مورد بلا ہے، پھر کامل اشبہ پھر کم اشبہ تاکہ ان کا حظ وافر اور اجر کامل ہو جائے۔ پس مبتدعین جو اختراع بدعات میں منہمک اور شہوات کی جانب مائل ہیں اور جنہوں نے خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے ہم پر جھوٹے بہتان باندھے اور ہماری جانب گمراہی کی نسبت کرتے رہتے ہیں جو صاحب کبھی آپ کی خدمت میں ہماری جانب منسوب کرکے کوئی مخالف مذہب قول بیان کیا کرے تو آپ اس کی طرف التفات نہ فرمایا کریں اور ہمارے ساتھ حسن ظن کام میں لاویں اور اگر طبع مبارک میں کوئی خلجان پیدا ہو تو لکھ بھیجا کریں ہم ضرور واقعی حال اور سچی بات کی اطلاع دینگے اس لیے کہ آپ حضرات ہمارے نزدیک مرکز دائرۃ الاسلام ہیں

توضيح الجواب

عندنا وعند مشائخنا زيارة قبر
سيد المرسلين (روحي فداه) من
اعظم القربات واهم المثوبات و
انجح لنيل الدرجات بل قريبة من
الواجبات وان كان حصوله بشد
الرحال و بذل المهج والاموال و
ينوي وقت الارتحال زيارة عليه الف
الف تحية وسلام وينوي معها زيارة
مسجده صلى الله عليه وسلم وغيره
من البقاع والمشاهد الشريفة بل
الاولى ما قال العلامة الهمام ابن
الهمام ان يجرد النية لزيارة قبره
عليه الصلوة والسلام ثم يحصل له
اذا قدم زيارة المسجد لان في ذلك
زيادة تعظيمه واجلاله صلى الله
عليه وسلم ويوافقه قوله صلى الله عليه
وسلم من جاءني زائرا لا تعمله حاجة
الا زيارتي كان حقا علي ان اكون
شفيعا له يوم القيمة وكذا نقل عن

جواب کی توضیح

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک
زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان)
اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب
حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو
شد رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو
اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے
اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات و
زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے،
بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا
ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے
پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت
حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ
ہے اور اس کی موافقت خود حضرت کے
ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت
کو آیا، کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت
اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت
کے دن اس کا شفیع بنوں۔ اور ایسا ہی
عارف ملا جامیؒ سے منقول ہے کہ انھوں

العارف الشامی السلا جامی انہ افرز
الزیارۃ عن الحج و ھو اقرب الی المذھب
المحبین واما ما قالت الوھابیۃ من
ان المسافر الی المدینۃ المنورۃ علی
ساکنھا الف الف تحیۃ لاینوی الا المسجد
الشریف استدلالا بقولہ علیہ الصلوٰۃ و
السلام لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مسٰجد
فمردود لان الحدیث لا یدل علی المنع
اصلا بل لو تاملہ ذو فھم ثاقب لعلم انہ
بدلالۃ النص یدل علی الجواز فان العلۃ
التی استثنی بھا المساجد الثلاثۃ من
عموم المساجد او البقاع ھو فضلھا
المختص بھا و ھو مع الزیادۃ موجود
فی البقعۃ الشریفۃ فان البقعۃ الشریفۃ
والرحبۃ المنیفۃ التی ضم اعضائہ
صلی اللہ علیہ وسلم افضل مطلقا حتی
من الکعبۃ ومن العرش والکرسی
کما صرح بہ فقھائنا رضی اللہ عنھم
ولما استثنی المساجد لذلک الفضل
الخاص فاولی ثم اولی ان یستثنی البقعۃ
المبارکۃ لذلک الفضل العام وقد

نے زیارت کے لیے حج سے علیحدہ سفر کیا
اور یہی طرز مذہب عشاق سے زیادہ ملتا ہے
اب رہا وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب
سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت
کرنی چاہیے اور اس قول پر اس حدیث کو دلیل
لانا کہ کجاوے نہ کسے جاویں مگر تین مسجدوں کی
جانب سو یہ قول مردود ہے اس لیے کہ حدیث
کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ صاحب
فہم اگر غور کرے تو یہی حدیث بدلالت النص
جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد
کے دیگر مسجدوں اور مقامات سے مستثنٰی ہونے
کی قرار پائی ہے۔ وہ ان مساجد کی فضیلت ہی
تو ہے اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعہ
شریفہ میں موجود ہے اس لیے کہ وہ حصہ زمین
جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء
مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل
ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی
افضل ہے چنانچہ فقہا نے اس کی تصریح فرمائی
ہے اور جب فضیلت خاصہ کی وجہ سے تین
مسجدیں عموم نہی سے مستثنٰی ہوگئیں تو بدرجہا اولٰی
ہے کہ بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے سبب مستثنٰی ہو

صرح بالمسئلة كما ذكرناه بل بابسط منها شيخنا العلامة شمس العلماء العاملين مولانا رشيد احمد الجنجوهي قدس الله سره العزيز في رسالته زبدة المناسك في فضل زيارة المدينة المنورة وقد طبعت مرارًا و ايضًا في هذا المبحث الشريف رسالة لشيخ مشائخنا مولانا المفتي صدر الدين الدهلوي قدس الله سره العزيز اقام فيها الطامة الكبرى على الوهابية ومن وافقهم اتى ببراهين قاطعة وحجج ساطعة سماها احسن المقال في شرح حديث لا تشد الرحال طبعت واشتهرت فليراجع اليها والله تعالى اعلم

ہمارے بیان کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ بسط کے ساتھ اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ شمس العلماء حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ "زبدۃ المناسک" کی فصل زیارت مدینہ منورہ میں فرمائی ہے، جو بارہا طبع ہو چکا ہے نیز اسی بحث میں ہمارے شیخ المشائخ مفتی صدر الدین دہلوی قدس سرہٗ کا ایک رسالہ تصنیف کیا ہوا ہے جس میں مولنا نے وہابیہ اور ان کے موافقین پر قیامت ڈھا دی اور بیخ کن دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ اس کا نام "احسن المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال" ہے وہ طبع ہو کر مشتہر ہو چکا ہے، اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

السؤال الثالث والرابع

تیسرا اور چوتھا سوال

٣- هل للرجل ان يتوسل في دعواته بالنبي صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة ام لا ؟

کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟

٤- ايجوز التوسل عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصديقين

تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء و اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز

والشہداء والاولیاء رب العلمین ام لا؟ ہے یا ناجائز؟

الجواب

عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشہداء والصدیقین فی حیوتہم وبعد وفاتہم بان یقول فی دعائہ اللّٰھم انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلک کما صرح بہ شیخنا ومولانا الشاہ محمد اسحٰق الدھلوی ثم المہاجر المکی ثم بینہ فی فتاواہ شیخنا ومولانا رشید احمد الگنگوھی رحمۃ اللہ علیہما وفی ھذا الزمان شائعۃ مستفیضۃ بایدی الناس وھذہ المسئلۃ مذکورۃ علی صفحۃ ۹۳ من الجلد الاول منہا فلیراجع الیہا من شاء

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ اُن کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاوی میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ ۹۳ پر مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

السوال الخامس

پانچواں سوال

ما قولکم فی حیوۃ النبی علیہ الصلوٰۃ کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام فی قبره الشریف هل ذلك امر مخصوص به ام مثل سائر المومنین رحمة الله علیهم حیوته برزخیة -

کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا تمام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

الجواب

جواب

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حیٌّ فی قبره الشریف وحیوته صلی الله علیه وسلم دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به صلی الله علیه وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المومنین بل لجمیع الناس کما نص علیها العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوة الانبیاء و الشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسی علیه السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسدا حیا الی اٰخر ما قال فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنے کر برزخی بھی ہے کہ عالم

البرزخ ولشيخنا شمس الاسلام و الدين محمد قاسم العلوم على المستفيدين قدس الله سره العزيز فى هذه المبحث رسالة مستقلة دقيقة المأخذ بديعة المسلك لم ير مثلها قد طبعت وشاعت فى الناس واسمها آب حیات" ای ماء الحيوة

برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام "آب حیات" ہے۔

السوال السادس

چھٹا سوال

هل للداعى فى المسجد النبوي ان يجعل وجهه الى القبر المنيف ويسئل من المولى الجليل متوسلا بنبيه الفخيم النبيل۔

کیا جائز ہے مسجد نبوی میں دعا کرنے والے کو یہ صورت کہ قبر شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور حضرتؐ کا واسطہ دے کر حق تعالیٰ سے دعا مانگے۔

الجواب

جواب

اختلف الفقهاء فى ذلك كما ذكره الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ فى المسلك والمنقسط فقال ثم اعلم انه ذكر بعض مشائخنا كابى الليث ومن تبعه كالكرمانى والسروجى

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مسلک منقسط میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں معلوم کرو کہ ہمارے بعض مشائخ ابو اللیث اور ان کے پیرو کرمانی و سروجی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے والے

انه يقف الزائر مستقبل القبلة كذا
رواه الحسن عن ابي حنيفة رضي
الله عنهما ثم نقل عن ابن الهمام
بأن ما نقل عن ابي الليث مردود
بما روى ابو حنيفة عن ابن عمر
رضي الله عنه انه قال من السنة
ان تاتي قبر رسول الله صلى الله عليه
وسلم فتستقبل القبر بوجهك ثم
تقول "السلام عليك ايها النبي و
رحمة الله وبركاته ثم ايده برواية
اخرى اخرجها مجد الدين اللغوي
عن ابن المبارك قال سمعت اباحنيفةؒ
يقول قدم ابو ايوب السختياني وانا
بالمدينة فقلت لانظرن ما يصنع
فجعل ظهره مما يلي القبلة ووجهه
مما يلي وجه رسول الله صلى الله
عليه وسلم وبكى غير متباك فقام
مقام فقيه ثم قال العلامة القاري
بعد نقله وفيه تنبيه على ان هذا
هو مختار الامام بعد ما كان مترددا
في مقام المرام ثم الجمع بين الروايتين

کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا چاہیے جیسا
کہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے۔ اس کے بعد ابن ہمام سے
نقل کیا ہے کہ ابو اللیث کی روایت نامقبول
ہے۔ اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ
سنت یہ ہے کہ جب تم قبر شریف پر حاضر
ہو تو قبر مطہر کی طرف منہ کرکے اس طرح کہو
"آپ پر سلام نازل ہو اے نبی اور اللہ تعالیٰ کی
رحمت و برکات نازل ہوں پھر اس کی تائید میں
دوسری روایت لائے ہیں جس کو مجد الدین لغوی نے
ابن المبارک سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں
نے امام ابو حنیفہؒ کو اس طرح فرماتے سنا کہ جب
ابو ایوب سختیانی مدینہ منورہ میں آئے تو میں وہیں تھا
میں نے کہا میں ضرور دیکھوں گا یہ کیا کرتے ہیں
سو انھوں نے قبلہ کی طرف پشت کی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف اپنا منہ
کیا اور بلا تصنع روئے تو بڑے فقیہ کی طرح قیام
کیا پھر اس کو نقل کرکے علامہ قاری فرماتے
ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی صورت امام صاحب
کی پسند کردہ ہے۔ ان پہلے ان کو تردد تھا۔ پھر علامہ

ممکن الخ کلام الشریف فظهر بهذا انه یجوز کلا الامرین لکن المختار ان یستقبل وقت الزیارة ما یلی وجه الشریف صلی الله علیه وسلم وهو المأخوذ به عندنا وعلیه عملنا وعمل مشائخنا و هکذا الحکم فی الدعاء کما روی عن مالک رحمه الله تعالی لما سأله بعض الخلفاء وقد صرح به مولانا الگنگوهیؒ فی رسالته "زبدة المناسك" واما مسئلة التوسل فقد مرت فی نمرة ۳،۴، ۵

نے یہی کہا کہ دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے الخ۔ غرض اس سے ظاہر ہو گیا کہ جائز دونوں صورتیں ہیں مگر اولیٰ یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرۂ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ امام مالکؒ سے مروی ہے جبکہ ان کے کسی خلیفہ نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تھا اور اس کی تصریح مولانا گنگوہیؒ اپنے رسالہ "زبدۃ المناسک" میں کر چکے ہیں اور توسل کا مسئلہ ابھی صفحہ ۳، ۴، ۵ میں گزر چکا ہے۔

السوال السابع

ساتواں سوال

ما قولکم فی تکثیر الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم وقراءة دلائل الخیرات والاوراد۔

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت درود بھیجنے اور دلائل الخیرات اور دیگر اوراد کے پڑھنے کی بابت۔

الجواب

جواب

یستحب عندنا تکثیر الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم وهو من ارجی

ہمارے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت مستحب اور نہایت موجب

الطاعات واحب المندوبات سواء كان بقراءة الدلائل والاوراد الصلوتية المؤلفة في ذلك او بغيرها ولكن الأفضل عندنا ما صح بلفظه صلى الله عليه وسلم ولو صلى بغير ما ورد عنه صلى الله عليه وسلم لم يخل عن الفضل ويستحق بشارة من صلى على صلوة صلى الله عليه عشرا وكان شيخنا العلامة الگنگوهي يقرء الدلائل وكذلك المشائخ الاعزة من ساداتنا وقد كتب في ارشاداته مولانا ومرشدنا قطب العالم حضرة الحاج امداد الله قدس الله سره العزيز وامر اصحابه بان يحزبوه وكانوا يروون الدلائل رواية وكان يجيز اصحابه بالدلائل مولانا الگنگوهي رحمة الله عليه۔

اجر و ثواب طاعت ہے خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل مؤلفہ کی تلاوت سے ہو لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے منقول ہیں گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں اور اس بشارت کا مستحق ہو ہی جائیگا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔ خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔

اور مولانا حضرت حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہٗ نے اپنے ارشادات میں تحریر فرماکر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد بھی رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کو روایت کرتے رہے اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے۔

السؤال الثامن والتاسع والعاشر — آٹھواں نواں اور دسواں سوال

هل يصح لرجل ان يقلد احدا من الائمة الاربعة في جميع الاصول والفروع ام

تمام اصول و فروع میں چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کا مقلد بن جانا درست ہے یا نہیں؟

و على تقدير الصحة هل هو مستحب أم واجب ومن تقلدون من الائمة فروعًا و اصولًا

اور اگر درست ہے تو مستحب ہے، یا واجب، اور تم کس امام کے مقلد ہو۔

الجواب

جواب

لا بد للرجل فی ھذا الزمان ان یقلد احدا من الائمۃ الاربعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بل یجب فانا جربنا کثیرا ان مآل ترک تقلید الائمۃ واتباع رای نفسہ وھواہا السقوط فی حفرۃ الالحاد والزندقۃ اعاذنا اللہ منہا و لاجل ذلک نحن ومشائخنا مقلدون فی الاصول والفروع لامام المسلمین ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اماتنا اللہ علیہ وحشرنا فی زمرتہ ولمشائخنا فی ذلک تصانیف عدیدۃ شاعت و اشتہرت فی الآفاق۔

اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جاوے بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ائمہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنے نفس و ہوا کے اتباع کرنے کا انجام الحاد و زندقہ کے گڑھے میں جاگرنا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے اور بایں وجہ ہم اور ہمارے مشائخ تمام اصول و فروع میں امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ خدا کرے اسی پر ہماری موت ہو، اور اسی زمرہ میں ہمارا حشر ہو، اور اس بحث میں ہمارے مشائخ کی بہترین تصانیف دنیا میں مشہور و شائع ہو چکی ہیں۔

السؤال الحادی عشر

گیارھواں سوال

ھل یجوز عندکم الاشتغال باشغال

کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول اور ان سے

الصوفية وبيعتهم وهل تقولون بصحة وصول الفيوض الباطنية عن صدور الاكابر وقبورهم وهل يستفيد اهل السلوك من روحانية المشائخ الاجلة ام لا

بیعت ہونا تمہارے نزدیک جائز اور اکابر کے سینہ اور قبر کے باطنی فیضان پہونچنے کے تم قائل ہو یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے اہل سلوک کو نفع پہونچتا ہے یا نہیں۔

الجواب

يستحب عندنا اذا فرغ الانسان من تصحيح العقائد وتحصيل المسائل الضرورية من الشرع ان يبايع شيخا راسخ القدم في الشريعة زاهدا في الدنيا راغبا في الآخرة قد قطع عقبات النفس وتمرن في المنجيات وتبتل عن المهلكات كاملا مكملا ويضع يده في يده ويحبس نظره في نظره ويشتغل باشتغال الصوفية من الذكر والفكر والفناء الكلي فيه ويكتسب النسبة التي هي النعمة العظمى والغنيمة الكبرى وهي المعبر عنها بلسان الشرع بالاحسان واما من لم يتيسر له ذلك ولم يقدر له فيكفيه الانسلاك بسلكهم والانخراط في حزبهم فقد قال رسول الله صلى

جواب

ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقاید کی درستی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو جائے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو، دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کا طالب ہو، نفس کی گھاٹیاں طے کر چکا ہو، خوگر ہو نجات دہندہ اعمال کا اور علیحدہ ہو تباہ کن اعمال سے خود بھی کامل ہو دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں محصور رکھے اور صوفیہ کے اشغال یعنی ذکر و فکر اور اس میں فنا تام کے ساتھ مشغول ہو اور اس نسبت کا اکتساب جو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ ہے جس کو شرع میں احسان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو اور یہاں تک نہ پہنچ سکے اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم المرء مع من احب اولئك قوم لا يشقى جليسهم بحمد الله تعالى وحسن انعامه نحن ومشائخنا قد دخلوا في بيعتهم واشتغلوا باشغالهم وتصدوا للارشاد والتلقين والحمد لله على ذلك واما الاستفادة من روحانية المشائخ الاجلة ووصول الفيوض الباطنية من صدورهم او قبورهم فيصح على الطريقة المعروفة في اهلها وخواصها لا بما هو شائع في العوام؛

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوسکتا اور بحمد اللہ ہم اور ہمارے مشائخ ان حضرات کی بیعت میں داخل اور ان کے اشغال کے شاغل اور ارشاد و تلقین کے درپے رہے ہیں وللہ الحمد علیٰ ذلک، اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سو بیشک صحیح ہے مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہے۔

السوال الثاني عشر

بارھواں سوال

قد كان محمد بن عبد الوهاب النجدي يستحل دماء المسلمين واموالهم واعراضهم وكان ينسب الناس كلهم الى الشرك ويسب السلف فكيف ترون ذلك وهل تجوزون تكفير السلف والمسلمين واهل القبلة ام كيف مشربكم؛

محمد بن عبد الوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو، یا کیا مشرب ہے؟

الجواب

الحكم عندنا فيهم ما قال صاحب الدر المختار وخوارج هم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتاويل يرون انه على باطل كفر او معصية توجب قتاله بتاويلهم يستحلون دماءنا واموالنا ويسبون نساءنا الى ان قال وحكمهم حكم البغاة ثم قال وانما لم نكفرهم لكونه عن تاويل وان كان باطلا. وقال الشامي في حاشيته كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم ثم اقول ليس هو ولا احد من اتباعه وشيعته من مشائخنا في سلسلة من سلاسل العلم من الفقه

جواب

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنھوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قید بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں۔ ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انھوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبد الوہاب اور

والحديث والتفسير والتصوف واما استحلال دماء المسلمين واموالهم و اعراضهم فاما ان يكون بغير حق او بحق فان كان بغير حق فاما ان يكون من غير تاويل فكفر وخروج عن الاسلام وان كان بتاويل لا يسوغ في الشرع ففسق واما ان كان بحق فجائز بل واجب واما تكفير السلف من المسلمين فحاشا ان نكفر احدًا منهم بل هو عندنا رفض و ابتداع في الدين وتكفير اهل القبلة من المبتدعين فلا نكفرهم مالم ينكروا حكما ضروريا من ضروريات الدين فاذا ثبت انكار امر ضروري من الدين نكفرهم ونحتاط فيه وهذا دأبنا و دأب مشائخنا رحمهم الله تعالى؛

اس کا ثابت کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلۂ مشائخ میں نہیں نہ تفسیر و فقہ و حدیث کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں۔ اب رہا مسلمانوں کی جان مال و آبرو کا حلال سمجھنا۔ سو یا ناحق ہوگا یا حق۔ پھر اگر ناحق ہے تو یا بلا تاویل ہوگا جو کفر اور خارج از اسلام ہوتا ہے۔ اور اگر ایسی تاویل سے ہے جو شرعاً جائز نہیں تو فسق ہے، اور اگر حق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے۔ باقی رہا سلف اہل اسلام کو کافر کہنا سو حاشا ہم ان میں سے کسی کو کافر کہتے یا سمجھتے ہوں بلکہ یہ فعل ہمارے نزدیک رفض اور دین میں اختراع ہے ہم تو ان بدعتیوں کو بھی جو اہل قبلہ ہیں جب تک دین کے کسی ضروری حکم کا انکار نہ کریں کافر نہیں کہتے۔ ہاں جس وقت دین کے کسی ضروری امر کا انکار ثابت ہو جائیگا تو کافر سمجھیں گے اور احتیاط کریں گے یہی طریقہ ہمارا اور ہمارے جملہ مشائخ رحمہم اللہ کا ہے۔

السؤال الثالث عشر والرابع عشر — تیرھواں اور چودھواں سوال

ما قولكم في امثال قوله تعالى الرحمن

کیا کہتے ہو حق تعالیٰ کے اس قسم کے قول میں کہ

على العرش استوى هل تجوزون
اثبات جهة ومكان للبارى تعالى
ام كيف رأيكم فيه ؟

الجواب

قولنا فى امثال تلك الآيات انا نؤمن
بها ولا يقال كيف ونؤمن بالله سبحانه
وتعالى متعال ومنزه عن صفات
المخلوقين وعن سمات النقص و
الحدوث كما هو رأى قدمائنا. واما
ما قال المتأخرون من ائمتنا فى تلك
الآيات يأولونها بتأويلات صحيحة
سائغة فى اللغة والشرع بانه يمكن ان
يكون المراد من الاستواء الاستيلاء
ومن اليد القدرة الى غير ذلك تقريبا
الى افهام القاصرين فحق ايضا عندنا
واما الجهة والمكان فلا نجوز اثباتهما
له تعالى ونقول انه تعالى منزه ومتعال
عنهما وعن جميع سمات الحدوث.

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، کیا جائز سمجھتے ہو باری
تعالیٰ کے لیے جہت ومکان کا ثابت کرنا یا کیا
رائے ہے؟

جواب

اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے
کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث
نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ
تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و
حدوث کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے
متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین
اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و
شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں
تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے
مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی
ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت ومکان کا
اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے
اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور
جملہ علامات حدوث سے منزہ وعالی ہے۔

السوال الخامس عشر

هل ترون احدا افضل من النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الکائنات؟

پندرھواں سوال

کیا تمہاری رائے یہ ہے کہ مخلوق میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی افضل ہے؟

الجواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق کافۃ وخیرہم عند اللہ تعالیٰ لایساویہ احد بل لا یدانیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القرب من اللہ تعالیٰ والمنزلۃ الرفیعۃ عندہ وھو سید الانبیاء والمرسلین خاتم الاصفیاء والنبیین کما ثبت بالنص وھو الذی نعتقدہ وندین اللہ تعالیٰ بہ وقد صرح بہ مشائخنا فی غیر ما تصنیف۔

جواب

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمامی مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قرب ومنزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا، قریب بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ سردار ہیں جملہ انبیاء اور رسل کے اور خاتم ہیں سارے برگزیدہ گروہ کے جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی دین وایمان۔ اسی کی تصریح ہمارے مشائخ بہتیری تصانیف میں کر چکے ہیں۔

السوال السادس عشر

اتجوزون وجود نبی بعد النبی علیه الصلوٰة والسلام وهو خاتم النبیین وقد تواتر معنی قوله علیه السلام لا نبی بعدی وامثاله وعلیه انعقد الاجماع وکیف رایکم فیمن جوز وقوع ذٰلك مع وجود هذه النصوص وهل قال احد منکم او من اکابرکم ذٰلك۔

سولھواں سوال

کیا کسی نبی کا وجود جائز سمجھتے ہو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حالانکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور معنًا درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے آپ کا یہ ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور جو شخص باوجود ان نصوص کے کسی نبی کا وقوع جائز سمجھے اس کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے اور کیا تم میں سے یا تمہارے اکابر میں سے کسی نے ایسا کہا ہے۔

الجواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان سیدنا ومولٰنا وحبیبنا وشفیعنا محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین لا نبی بعده کما قال الله تبارك وتعالٰی فی کتابه ولکن رسول الله وخاتم النبیین وثبت باحادیث کثیرة متواترة المعنی وباجماع الامة وحاشا ان یقول احد

جواب

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے سردار و آقا اور پیارے شفیع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ ولیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنًا حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے سو حاشا کہ

من خلاف ذلك فانه من انكر ذلك
فهو عندنا كافر لانه منكر للنص
القطعي الصريح نعم شيخنا ومولانا علامة
الاذكياء المدققين المولوي محمد قاسم
النانوتوي رحمه الله تعالى اتى بدقة
نظره تدقيقا بديعا اكمل خاتميته
على وجه الكمال واتمها على وجه
التمام فانه رحمه الله تعالى قال في
رسالته المسماة "بتحذير الناس" ما
حاصله ان الخاتمية جنس تحته
نوعان احدهما خاتمية زمانية
وهو ان يكون زمان نبوته صلى الله
عليه وسلم متاخرا من زمان نبوة
جميع الانبياء ويكون خاتما لنبوتهم
بالزمان والثاني خاتمية ذاتية و
هي ان يكون نفس نبوته صلى الله
عليه وسلم ختمت بها وانتهت اليها
نبوة جميع الانبياء وكما انه صلى الله
عليه وسلم خاتم النبيين بالزمان كذلك
هو صلعم خاتم النبيين بالذات فان كل ما
بالعرض يختم على ما بالذات وينتهى اليه و
لا تتعداه ولما كان نبوته

ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کیسے کیونکہ جو
اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے
اس لیے کہ منکر ہے نص صریح قطعی کا بلکہ ہمارے
شیخ و مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دقت نظر سے عجیب
دقیق مضمون بیان فرما کر آپ کی خاتمیت کو
کامل و تام ظاہر فرمایا ہے جو کچھ مولانا نے اپنے
رسالہ "تحذیر الناس" میں بیان فرمایا ہے اس
کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ایک جنس ہے جس
کے تحت میں دو نوع داخل ہیں، ایک خاتمیت
باعتبار زمانہ وہ یہ کہ آپ کی نبوت کا زمانہ تمام
انبیاء کی نبوت کے زمانہ سے متاخر ہے اور
آپ بحیثیت زمانہ کے سب کی نبوت کے
خاتم ہیں، اور دوسری نوع خاتمیت باعتبار
ذات، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی کی
نبوت ہے جس پر تمام انبیاء کی نبوت ختم و
منتہی ہوئی اور جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں
باعتبار زمانہ اسی طرح آپ خاتم النبیین ہیں
بالذات کیونکہ ہر وہ شے جو بالعرض ہو ختم ہوتی
ہے اس پر جو بالذات ہو اس سے آگے
سلسلہ نہیں چلتا اور جبکہ آپ کی نبوت بالذات

صلی اللہ علیہ وسلم بالذات ونبوۃ
سائر الانبیاء بالعرض لان نبوتھم
علیھم السلام بواسطۃ نبوتہ صلی اللہ
علیہ وسلم وھو الفرد الاکمل الاوحد
الاجل قطب دائرۃ النبوۃ والرسالۃ
وواسطۃ عقدھا فھو خاتم النبیین
ذاتا وزمانا ولیس خاتمیتہ صلی اللہ
علیہ وسلم منحصرۃ فی الخاتمیۃ
الزمانیۃ فانہ لیس کبیرۃ فضل
ولا زیادۃ رفعۃ ان یکون زمانہ
صلی اللہ علیہ وسلم متاخرا من زمان
الانبیاء قبلہ بل السیادۃ الکاملۃ و
الرفعۃ البالغۃ والمجد الباھر و
الفخر الزاھر تبلغ غایتھا اذا کان
خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتا و
زمانا واما اذا اقتصر علی الخاتمیۃ
الزمانیۃ فلا تبلغ سیادتہ ورفعتہ صلی
اللہ علیہ وسلم کمالھا ولا یحصل لہ
الفضل بکلیتہ وجامعیتہ وھذا
من دقیق منہ رحمہ اللہ تعالی ظھر لہ
فی مکاشفات فی اعظام شانہ و

ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت بالعرض
اس لیے کہ سارے انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت
کے واسطہ سے ہے اور آپ ہی فرد اکمل یگانہ
اور دائرہ رسالت ونبوت کے مرکز اور عقد
نبوت کے واسطہ ہیں پس آپ خاتم النبیین
ہوئے ذاتا بھی اور زمانا بھی اور آپ کی خاتمیت
صرف زمانہ کے اعتبار سے نہیں ہے اس لیے
کہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء
سابقین کے زمانہ سے پیچھے ہے بلکہ کامل
سرداری اور غایت رفعت اور انتہا درجہ
کا شرف اسی وقت ثابت ہوگا جبکہ آپ کی
خاتمیت ذات اور زمانہ دونوں اعتبار سے
ہو ورنہ محض زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء
ہونے سے آپ کی سیادت و رفعت نہ مرتبہ
کمال کو پہنچے گی اور نہ آپ کو جامعیت فضل
کلی کا شرف حاصل ہوگا اور یہ دقیق مضمون جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت و
رفعت شان وعظمت کے بیان میں مولنا
کا مکاشفہ ہے ہمارے خیال میں علمائے
متقدمین اور اذکیاء متبحرین میں سے کسی کا
ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوم

اجلال برهانه وتفضيله وتبجيله
صلى الله عليه وسلم كما حققه المحققون
من ساداتنا العلماء كالشيخ الاكبر و
التقى السبكى وقطب العالم الشيخ
عبد القدوس الگنگوهى رحمهم الله
تعالى لم يحم حول سرادقات ساحته
فيما نظن ونرى ذهن كثير من العلماء
المتقدمين والاذكياء المتبحرين و
هو عند المبتدعين من اهل الهند
كفر وضلال ويوسوسون الى اتباعهم
واوليائهم انه انكار لخاتميته صلى الله
عليه وسلم. فهيهات وهيهات و
لعمرى انه لافرى الفرى واعظم زور
وبهتان بلا امتراء ما حملهم على
ذٰلك الا الحقد والشحناء والحسد
والبغضاء لاهل الله تعالى وخواص
عباده وكذٰلك جرت السنة الالهية
فى انبيائه واوليائه.

ان ہندوستان کے بدعتیوں کے نزدیک
کفر و ضلال بن گیا۔
یہ بتدعین اپنے چیلوں اور تابعین
کو یہ وسوسہ دلاتے ہیں کہ یہ تو جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے
کا انکار ہے۔ افسوس، صد افسوس! قسم
ہے اپنی زندگی کی کہ ایسا کہنا پرلے درجہ کا
افترا ہے اور بڑا جھوٹ و بہتان ہے۔
جس کا باعث محض کینہ و عداوت و بغض
ہے۔ اہل اللہ اور اس کے خاص بندوں کے
ساتھ اور سنت اللہ اسی طرح جاری ہے
انبیاء اور اولیاء میں۔

السوال السابع عشر

سترھواں سوال

هل تقولون ان النبى صلى الله عليه

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ

وسلم لا یفضل علینا الا کفضل الاخ الاکبر علی الاخ الاصغر لا غیر وھل کتب احد منکم ھذا المضمون فی کتاب۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو بس ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم میں سے کسی نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے۔

الجواب

جواب

لیس احد منا ولا من اسلافنا الکرام معتقدا بھذا البتة ولا نظن شخصا من ضعفاء الایمان ایضا یتفوہ بمثل ھذہ الخرافات ومن یقل ان النبی علیہ السلام لیس له فضل علینا الا کما یفضل الاخ الاکبر علی الاصغر فنعتقد فی حقه انه خارج عن دائرة الایمان وقد صرحت تصانیف جمیع الاکابر من اسلافنا بخلاف ذلك وقد بینوا وصرحوا وحرروا وجوہ فضائله واحساناته علیه السلام علینا معشر الامة بوجوہ عدیدة بحیث لا یمکن اثبات مثل بعض تلك الوجوہ لشخص من الخلائق فضلا عن جملتها وان

ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال میں کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے اور ہمارے تمام گزشتہ اکابر کی تصنیفات میں اس عقیدہ واہیہ کا خلاف مصرح ہے اور وہ حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور وجوہ فضائل تمام امت پر بتصریح اس قدر بیان کر چکے اور لکھ چکے ہیں کہ سب تو کیا ان میں سے کچھ بھی مخلوق میں سے کسی شخص کے لیے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص

افترى احد بمثل هذه الخرافات الواهية علينا او على اسلافنا فلا اصل له ولا ينبغى ان يلتفت اليه اصلا فان كونه عليه السلام افضل البشر قاطبة واشرف الخلق كافة و سيادته عليه السلام على المرسلين جميعا وامامته النبيين من الامور القطعية التى لا يمكن لادنى مسلم ان يتردد فيه اصلا ومع هذا ان نسب الينا احد من امثال هذه الخرافات فليبين محله من تصانيفنا حتى نظهر على كل منصف فهيم جهالته وسوء فهمه مع الحادة وسوء تدينه بحوله تعالى وقوته القوية ۔

ایسے واہیات خرافات کا ہم پر یا ہمارے بزرگوں پر بہتان باندھے وہ بے اصل ہے اور اس کی طرف توجہ بھی مناسب نہیں اس لیے کہ حضرت کا افضل البشر اور تمامی مخلوقات سے اشرف اور جمیع پیغمبروں کا سردار اور سارے نبیوں کا امام ہونا ایسا قطعی امر ہے جس میں ادنیٰ مسلمان بھی تردد نہیں کر سکتا اور باوجود اس کے بھی اگر کوئی شخص ایسی خرافات ہماری جانب منسوب کرے تو اسے ہماری تصنیفات میں موقع و محل بتانا چاہیے تاکہ ہم ہر سمجھدار منصف پر اس کی جہالت و بدفہمی اور الحاد و بد دینی ظاہر کریں ۔

السؤال الثامن عشر

اٹھارھواں سوال

هل تقولون ان علم النبى عليه السلام مقتصر على الاحكام الشرعية فقط ام اعطى علوما متعلقة بالذات والصفات والافعال للبارى عز اسمه والاسرار الخفية والحكم الالهية و

کیا تم اس کے قائل ہو کہ نبی علیہ السلام کو صرف احکام شرعیہ کا علم ہے یا آپ کو حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات و افعال اور مخفی اسرار و حکمتہائے الٰہیہ وغیرہ کے اس قدر علوم عطا ہوئے ہیں، جن کے پاس تک مخلوق

غیر ذلك مما لم يصل الى سرادقات علمه
احد من الخلائق كائنا من كان۔

میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

الجواب

نقول باللسان ونعتقد بالجنان ان
سیدنا رسول الله صلی الله علیه وسلم
اعلم الخلق قاطبة بالعلوم المتعلقة
بالذات والصفات والتشريعات من
الاحكام العملية والحكم النظرية و
الحقائق الحقة والاسرار الخفية
وغيرها من العلوم مالم يصل الى
سرادقات ساحته احد من الخلائق
لاملك مقرب ولانبی مرسل ولقد
اعطی علم الاولین والاخرين وكان
فضل الله عليه عظيما ولكن لا يلزم
من ذلك علم كل جزئی جزئی من الامور
الحادثة فی كل آن من آوانه الزمان
حتى يضر غيبوبة بعضها عن مشاهدته
الشريفة ومعرفته المنيفة باعلميته
عليه السلام وسعته فی العلوم وفضله
فی المعارف علی كافة الانام وان اطلع

جواب

ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے
ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی
مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو
ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و
حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرار مخفیہ
وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی
ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ مقرب فرشتہ
اور نہ نبی رسول اور بیشک آپ کو اولین و
آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل
عظیم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ
کو زمانہ کی ہر آن میں حادث و واقع ہونے والے
واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع و علم ہو کہ
اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدۂ شریفہ سے غائب
رہے تو آپ کے علم اور معارف میں ساری مخلوق
سے افضل ہونے اور وسعت علمی میں نقص آجائے
اگرچہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس جزئی
سے آگاہ ہو جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر وہ واقعہ

عليها بعض من سواه من الخلائق و الهدهد كالم يفخر باعلميته سليمان عليه السلام غيوبة ما اطلع عليه الهدهد من عجائب الحوادث حيث يقول فى القرآن قال اِنِّی اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ

مجھے مخفی رہا کہ جس سے ہد ہد کو آگاہی ہوئی پاس سے سلیمان علیہ السلام کے اعلم ہونے نہیں تفصیل نہیں آیا چنانچہ ہدہد کہتی ہے کہ میں نے ایسی خبر پائی جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہر سبا میں سے میں ایک سچی خبر لے کر آئی ہوں۔

السوال التاسع عشر

انیسواں سوال

اترون ان ابليس اللعين اعلم من سيدنا الكائنات عليه السلام واوسع علما منه مطلقا وهل كتبتم ذلك فى تصنيف ما تحكمون على من اعتقد ذلك ۔

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو، اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب

جواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة ان النبى عليه السلام اعلم الخلق على الاطلاق بالعلوم والحكم والاسرار وغيرها من ملكوت الآفاق ونتيقن ان من قال ان فلانا اعلم من النبى عليه السلام

اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات

فقد كفر وقد افتى مشائخنا بتكفير
من قال ان ابليس اللعين اعلم من النبي
عليه السلام فكيف يمكن ان توجد هذه
المسئلة في تأليف ما من كتبنا غير انه
غيبوبة بعض الحوادث الجزئية الحقيرة
عن النبي عليه السلام لعدم التفاته اليه
لا تورث نقصا ما في اعلميته عليه السلام
بعد ما ثبت انه اعلم الخلق بالعلوم
الشريفة اللائقة بمنصبه الاعلى كما لا
يورث الاطلاع على اكثر تلك الحوادث
الحقيرة لشدة التفات ابليس اليها شرفا
وكمالا علميا فيه فانه ليس عليها مدار
الفضل والكمال ومن ههنا لا يصح ان
يقال ان ابليس اعلم من سيدنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم كما لا يصح ان يقال
لصبي علم بعض الجزئيات انه اعلم من
عالم متبحر محقق في العلوم والفنون الذي
غابت عنه تلك الجزئيات ولقد تلونا
عليك قصة الهدهد مع سليمان على
نبينا وعليه السلام وقوله اِنِّي اَحَطْتُ
بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ ودواوين الحديث ي

اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں
جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے
زیادہ ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ
کہاں پایا جا سکتا ہے۔ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیر
کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس
کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں
کسی قسم کا نقصان نہیں پیدا کر سکتا جبکہ ثابت ہو
چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب
اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے
ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہتیرے حقیر حادثوں
کی شدت التفات کے سبب اطلاع مل جانے سے
اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل
نہیں ہو سکتا کیونکہ ان پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے
اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے
ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی
کی اطلاع ہو گئی ہے یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں
بچہ کا علم اس متبحر محقق مولوی سے زیادہ ہے جس
کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں
اور ہم ہدہد کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش
آنے والا قصہ بتا چکے ہیں اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں

دفاتر التفاسير مشحونة بنظائرها المتكاثرة
المشتهرة بين الانام وقد اتفق الحكماء
على ان افلاطون وجالينوس وامثالهما
من اعلم الاطباء بكيفيات الادوية و
احوالها مع علمهم ان ديدان النجاسة
اعرف باحوال النجاسة وذوقها وكيفياتها
فلم تضر عدم معرفة افلاطون وجالينوس
هذه الاحوال الردية فى اعلميتهما ولم
يرض احد من العقلاء والحمقى بان يقول
ان الديدان اعلم من افلاطون مع انها
اوسع علما من افلاطون باحوال النجاسة
ومبتدعة ديارنا يثبتون للذات الشريفة
النبوية عليها الف الف تحية وسلام
جميع علوم الاسافل الاراذل والافاضل
الاكابر قائلين انه عليه السلام لما كان
افضل الخلق كافة فلا بد ان يحتوى على
علومهم جميعها كل جزئى جزئى وكلى كلى ونحن
انكرنا اثبات هذا الامر بهذا القياس
الفاسد بغير نص من النصوص المعتدة
بها الا ترى ان كل مومن افضل واشرف
من ابليس فيلزم على هذا القياس ان يكون

کہ مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں اور کتب
حدیث و تفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں نیز
حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افلاطون و جالینوس
وغیرہ بڑے طبیب ہیں۔ جن کو دواؤں کی کیفیت و
حالات کا بہت زیادہ علم ہے۔ حالانکہ یہ بھی معلوم
ہے کہ نجاست کے کیڑے نجاست کی حالتوں اور
اور مزے اور کیفیتوں سے زیادہ واقف ہیں تو
افلاطون و جالینوس کا ان ردی حالت سے ناواقف
ہونا ان کے اعلم ہونے کو مضر نہیں اور کوئی عقلمند
بلکہ احمق بھی یہ کہنے پر راضی نہ ہوگا کہ کیڑوں کا علم
افلاطون سے زیادہ ہے حالانکہ ان کا نجاست کے
احوال سے افلاطون کی بہ نسبت زیادہ واقف ہونا
یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے مبتدعین سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام شریف و ادنیٰ
و اعلیٰ و اسفل علوم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں
کہ جب آنحضرت ساری مخلوق سے افضل ہیں تو
ضرور سب ہی کے علوم جزئی ہوں یا کلی آپ کو
معلوم ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص کے
محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی
کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے کہ ہر مسلمان
کو شیطان پر فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس

كل شخص من احاد الامة حاويا علی علوم ابليس ويلزم على ذلك ان يكون سليمان على نبينا وعليه السلام عالما بما علمه الهد هد وان يكون افلاطون وجالينوس عارفين بجميع معارف الديدان واللوازم باطلة باسرها كما هو المشاهد وهذا خلاصة ما قلناه فى البراهين القاطعة لعروق الاغبياء المارقين القامعة لاعناق الدجاجلة المفترين فلم يكن بحثنا فيه الا عن بعض الجزئيات المستحدثة ومن اجل ذلك اتينا فيه بلفظ الاشارة حتى تدل ان المقصود بالنفى والاثبات هنالك تلك الجزئيات لا غير لكن المفسدين يحرفون الكلام ولا يخافون محاسبة الملك العلام وانا جازمون ان من قال ان فلانا اعلم من النبى عليه السلام فهو كافر كما صرح به غير واحد من علمائنا الكرام ومن افترى علينا بغير ما ذكرناه فعليه بالبرهان خائفا عن مناقشة الملك الديان والله على ما نقول وكيل ۔

کی بنا پر لازم آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو، اور لازم آئے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ کی جسے ہدہد نے جانا اور افلاطون و جالینوس واقف ہوں کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم باطل ہیں چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے جو براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے جس نے کند ذہن بے دینوں کی رگیں کاٹ دیں اور دجال و مفتری گروہ کی گردنیں توڑ دیں سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حادثات جزئی میں تھی اور اسی لیے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ دلالت کرے کہ نفی و اثبات سے مقصود صرف یہی جزئیات ہیں لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی محاسبہ سے ڈرتے نہیں ہیں ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بہتیرے علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزا سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے

السوال العشرون

اتعتقدون ان علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یساوی علم زید وبکر وبہائم ام تتبرؤن عن امثال هذا وهل کتب الشیخ اشرف علی التھانوی فی رسالتہ حفظ الایمان هذا المضمون ام لا وبم تحکمون علی من اعتقد ذلك۔

بیسواں سوال

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید وبکر اور چوپاؤں کے علم کے برابر ہے یا اس قسم کے خرافات سے تم بری ہو اور مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں یہ مضمون لکھا ہے یا نہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھے اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب

اقول وهذا ایضا من افتراءات المبتدعین واکاذیبهم قد حرفوا معنی الکلام واظهروا بحقدهم خلاف مراد الشیخ مد ظلہ فقاتلهم اللہ انی یؤفکون قال الشیخ العلامۃ التھانوی فی رسالتہ المسماۃ بحفظ الایمان وهی رسالۃ صغیرۃ اجاب فیها عن ثلاثۃ سئل عنها۔ الاولی منها فی السجدۃ التعظیمیۃ للقبور والثانیۃ فی الطواف بالقبور والثالثۃ فی اطلاق لفظ عالم الغیب علی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الشیخ ما حاصلہ

جواب

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی مبتدعین کا ایک افترا اور جھوٹ ہے کہ کلام کے معنی بدلے اور مولانا کی مراد کے خلاف ظاہر کیا۔ خدا انھیں ہلاک کرے، کہاں جاتے ہیں۔ علامہ تھانوی نے اپنے چھوٹے سے رسالہ حفظ الایمان میں تین سوالات کا جواب دیا ہے جو ان سے پوچھے گئے تھے۔ پہلا مسئلہ قبور کو تعظیمی سجدہ کی بابت ہے اور دوسرا قبور کے طواف میں اور تیسرا یہ کہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز ہے یا نہیں؟ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے

انه لا یجوز هذا الاطلاق وان کان
بتاویل لکونه موهما بالشرك كما منع
من اطلاق قولهم راعنا فی القرآن ومن
قولهم عبدی وامتی فی الحدیث اخرجه
مسلم فی صحیحه فان الغیب المطلق فی
الاطلاقات الشرعية ما لم يقم عليه
دليل ولا الى دركه وسيلة وسبيل فعلى
هذا قال الله تعالى قل لا يعلم من فى
السموت والارض الغيب الا الله ولو
كنت اعلم الغيب وغير ذلك من الآيات
ولو جوز ذلك بتاويل يلزم ان يجوز
اطلاق الخالق والرازق والمالك والمعبود
وغيرها من صفات الله تعالى المختصة
بذاته تعالى وتقدس على المخلوق بذلك
التاويل وايضا يلزم عليه ان يصح نفى اطلاق
لفظ عالم الغيب عن الله تعالى بالتاويل
الآخر فانه تعالى ليس عالم الغيب بالواسطة
والعرض فهل يأذن فى نفيه عاقل متدين
حاشا وكلا ثم لو صح هذا الاطلاق على ذاته
24 المقدسة صلى الله عليه وسلم على قول السائل
25 فنستفسر منه ماذا اراد بهذا الغيب

کہ جائز نہیں گو تاویل ہی سے کیوں نہ ہو کیونکہ
شرک کا وہم ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں صحابہ کو
راعنا کہنے کی ممانعت اور مسلم کی حدیث میں غلام
یا باندی کو عبدی اور امتی کہنے کی ممانعت ہے
بات یہ ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب
مراد ہوتا ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور اس کے
حصول کا کوئی وسیلہ وسبیل نہ ہو۔ اسی بنا پر
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ وہ نہیں جانتے وہ
جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو مگر اللہ
نیز ارشاد ہے، اگر میں غیب جانتا تو بہتری بہت
جمع کر لیتا، اور اگر کسی تاویل سے اطلاق کو جائز
سمجھا جاوے تو لازم آتا ہے کہ خالق رازق معبود
مالک وغیرہ ان صفات کا جو ذات باری کے
ساتھ خاص ہیں اسی تاویل سے مخلوق پر اطلاق صحیح
ہو جاوے نیز لازم آتا ہے کہ [illegible]
لفظ عالم الغیب کی نفی حق تعالیٰ سے ہو سکے اس
لیے کہ اللہ تعالیٰ بالواسطہ اور [illegible] عالم الغیب
نہیں ہے پس کیا اس نفی اطلاق کی کوئی دیندار
اجازت دے سکتا ہے؟ حاشا وکلا، پھر یہ کہ حضور
کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق اگر بقول
سائل صحیح ہو تو ہم اسی سے دریافت کرتے ہیں

هل اراد كل واحد من افراد الغيب او
بعضه اى بعض كان فان اراد بعض الغيوب
فلا اختصاص له بحضرة الرسالة صلى الله
عليه وسلم فان علم بعض الغيوب وان
كان قليلا حاصل لزيد وعمرو بل لكل
صبى ومجنون بل لجميع الحيوانات و
البهائم لان كل واحد منهم يعلم شيئا لا
يعلم الآخر ويخفى عليه فلو جوز السائل
اطلاق عالم الغيب على احد لعلم بعض
الغيوب يلزم عليه ان يجوز اطلاقه على
سائر المذكورات ولو التزم ذلك لم
يبق من كمالات النبوة لانه يشرك فيه
سائرهم ولو لم يلتزم طولب بالفارق و
لن يجد اليه سبيلا انتهى كلام الشيخ
التهانوى فانظروا يرحمكم الله فى كلام
الشيخ لن تجدوا مما كذب المبتدعون من
اثر فحاشا ان يدعى احد من المسلمين
المساواة بين علم رسول الله صلى الله عليه
وسلم وعلم زيد وبكر وبهائم بل الشيخ
يحكم بطريق الالزام على من يدعى جواز
اطلاق علم الغيب على رسول الله صلى

کہ اس غیب سے مراد کیا ہے یعنی غیب کا ہر
فرد یا بعض غیب کوئی کیوں نہ ہو پس اگر بعض
غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
کی تخصیص نہ رہی کیوں کہ بعض غیب کا علم اگرچہ
تھوڑا سا ہو، زید و عمر بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ
جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے کیونکہ
ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے کہ
دوسرے کو نہیں ہے تو اگر سائل کسی پر لفظ عالم
الغیب کا اطلاق بعض غیب کے جاننے کی وجہ سے
جائز رکھتا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس اطلاق کو مذکورہ
بالاتمام حیوانات پر جائز سمجھا اور اگر سائل نے اس کو
مان لیا تو یہ اطلاق کمالات نبوت میں سے نہ رہا
کیوں کہ سب شریک ہو گئے اور اگر اس کو نہ مانے
تو وجہ فرق پوچھی جائے گی اور وہ ہرگز بیان نہ ہو
سکے گی۔ مولانا تھانوی کا کلام ختم ہوا، خدا تم پر
رحم فرمائے۔ ذرا مولانا کا کلام ملاحظہ فرماؤ بدعتیوں
کے جھوٹ کا کہیں پتہ بھی نہ پاؤ گے، حاشا کہ کوئی
مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور زید و بکر
و بہائم کے علم کو برابر کہے بلکہ مولانا تو بطریق الزام
یوں فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر بعض غیب جاننے کی وجہ سے عالم الغیب کے

الله عليه وسلم لعلمه بعض الغيوب انه يلزم عليه ان يجوز اطلاقه على جميع الناس والبهائم فاين هذا عن مساواة العلم التي يفترونها عليه فلعنة الله على الكاذبين۔ ونتيقن بان معتقد مساواة علم النبي عليه السلام مع زيد وبكر وبهائم ومجانين كافر قطعًا وحاشا الشيخ دام مجده ان يتفوه بهذا وانه لمن عجب العجائب۔

اطلاق کو جائز سمجھتا ہے اس پر لازم آتا ہے کہ جمیع انسان وبہائم پر بھی اس اطلاق کو جائز سمجھے پس کہاں یہ اور کہاں وہ علمی مساوات جس کا مبتدعین نے مولانا پر افترا باندھا جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار، ہمارے نزدیک متیقن ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید وبکر وبہائم ومجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعًا کافر ہے اور حاشا کہ مولانا دام مجدہٗ ایسی واہیات منہ سے نکالیں یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔

السؤال الواحد والعشرون

اکیسواں سوال

أتقولون ان ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم مستقبح شرعا من البدعات السيئة المحرمة ام غير ذلك۔

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ ولادت شرعًا قبیح سیئہ حرام ہے یا اور کچھ؟

الجواب

جواب

حاشا ان يقول احد من المسلمين فضلا ان نقول نحن ان ذكر ولادته الشريفة عليه الصلوٰة والسلام بل و ذكر غبار نعاله وبول حماره صلى الله

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام

عليه وسلم مستقبح من البدعات السيئة
المحرمة فالاحوال التي لها ادنى تعلق
برسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرها
من احب المندوبات واعلى المستحبات
عندنا سواء كان ذكر ولادته الشريفة او
ذكر بوله وبرازه وقيامه وقعوده ونومه
ونبهته كما هو مصرح في رسالتنا المسماة
بالبراهين القاطعة في مواضع شتى منها
وفي فتاوى مشائخنا رحمهم الله تعالى
كما في فتوى مولانا احمد علي المحدث
السهارنفوري تلميذ الشاه محمد اسحق
الدهلوي ثم المهاجر المكي ننقله مترجما
لتكون نمونة عن الجميع سئل هو رحمه
الله تعالى عن مجلس الميلاد بأي طريق
يجوز وبأي طريق لا يجوز فاجاب بأن
ذكر الولادة الشريفة لسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم بروايات صحيحة في
اوقات خالية عن وظائف العبادات
الواجبات وبكيفيات لم تكن مخالفة عن
طريقة الصحابة واهل القرون الثلاثة
المشهود لها بالخير وبالاعتقادات التي

کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے
نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب
ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول براز
نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا
تذکرہ ہو جیسا کہ ہمارے رسالہ براہین قاطعہ
میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ
کے فتویٰ میں مسطور ہے چنانچہ شاہ محمد اسحٰق
صاحبؒ دہلوی مہاجر مکی کے شاگرد مولانا احمد علی
محدث سہارنپوریؒ کا فتویٰ عربی میں ترجمہ کر
کے ہم نقل کرتے ہیں تاکہ سب کی تحریرات کا نمونہ
بن جائے۔ مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ
مجلس میلاد شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور
کس طریقے سے ناجائز۔ تو مولانا نے اس کا یہ
جواب لکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں
جو عبادات واجبہ سے خالی ہوں، ان کیفیات
سے جو صحابہ کرام اور ان اہل قرون ثلاثہ کے
طریقے کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی
شہادت حضرت نے دی ہے ان عقیدوں
سے جو شرک و بدعت کے موہم نہ ہوں ان آداب

موهمة بالشرك والبدعة وبالأداب التي لم تكن مخالفة عن سيرة الصحابة التي هي مصداق قوله عليه السلام ما انا عليه واصحابي وفي مجالس خالية عن المنكرات الشرعية موجب للخير والبركة بشرط ان يكون مقرونا بصدق النية والاخلاص واعتقاد كونه داخلا في جملة الاذكار الحسنة المندوبة غير مقيد بوقت من الاوقات فاذا كان كذلك لا نعلم احدا من المسلمين ان يحكم عليه بكونه غير مشروع او بدعة الى آخر الفتوى فعلم من هذا انا لا ننكر ذكر ولادته الشريفة بل ننكر على الامور المنكرة التي انضمت معها كما شاهدتموها في المجالس المولودية التي في الهند من ذكر الروايات الواهيات الموضوعة واختلاط الرجال والنساء و الاسراف في ايقاد الشموع والتزيينات و اعتقاد كونه واجبا بالطعن والسب و التكفير على من لم يحضر معهم مجلسهم و غيرها من المنكرات الشرعية التي لا يكاد يوجد خاليا منها فلو خلا من المنكرات

کے ساتھ جو صحابہ کی اس سیرت کے مخالف نہ ہوں، جو حضرت کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی کی مصداق ہے ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سبب خیر و برکت ہے بشرطیکہ صدقِ نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے کیا جاوے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکارِ حسنہ کے ذکر حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں پس جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز یا بدعت ہونے کا حکم نہ دیگا الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ولادت شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں۔ مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہوں اس پر طعن و تکفیر ہوتی ہے اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکرِ ولادتِ شریفہ

حاشا ان نقول ان ذکر الولادۃ الشریفۃ منکر و بدعۃ وکیف یظن بمسلم ھذا القول الشنیع فھذا القول علینا ایضا من افتراءات الملاحدۃ الدجالین الکذابین خذلھم اللہ تعالیٰ ولعنھم براً وبحراً سھلاً وجبلاً

ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قولِ شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہو سکتا ہے پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افترا ہے۔ خدا ان کو رسوا کرے اور طعن کرے خشکی و تری، نرم و سخت زمین میں۔

السوال الثانی والعشرون

بائیسواں سوال

ھل ذکرتم فی رسالۃ ما ان ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم کجنم اشٹمی کنھیا ام لا؟

کیا تم نے کسی رسالہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ولادت کا ذکر کنھیا کے جنم اشٹمی کی طرح ہے یا نہیں؟

الجواب

جواب

ھذا ایضا من افتراءات الدجالۃ المبتدعین علینا وعلی اکابرنا وقد بینا سابقا ان ذکرہ علیہ السلام من احسن المندوبات وافضل المستحبات فکیف یظن بمسلم ان یقول معاذ اللہ ان ذکر الولادۃ الشریفۃ مشابہ بفعل الکفار وانما اخترعوا ھذہ الفریۃ عن

یہ بھی مبتدعین دجالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باندھا ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکرِ ولادت بہترین مندوب اور افضل ترین مستحب ہے، پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکرِ ولادت شریفہ فعلِ کفار کے مشابہ ہے بس اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہ کی اس عبارت سے

عبارة مولانا الگنگوهی قدس الله سره
العزیز التی نقلناها فی البراهین علی صحیفة
۱۴۱ ، وحاشا الشیخ ان یتکلم ومراده
بعید بمراحل عما نسبوا الیه کما سیظهر
عن ما نذکره وهی تنادی باعلی نداء ان
من نسب الیه ما ذکروه کذاب مفتر و
حاصل ما ذکره الشیخ رحمه الله تعالیٰ
فی مبحث القیام عند ذکر الولادة الشریفة
ان من اعتقد قدوم روحه الشریفة من
عالم الارواح الی عالم الشهادة وتیقن
بنفس الولادة المنیفة فی المجلس المولودیة
فعامل ما کان واجبا فی الساعة الولادة
الماضیة الحقیقیة فهو مخطئ متشبه
بالمجوس فی اعتقادهم تولد معبودهم
المعروف (بکنهیا) کل سنة ومعاملتهم
فی ذلك الیوم ما عومل به وقت ولادة
الحقیقیة او متشبه بروافض الهند فی
معاملتهم بسیدنا الحسین واتباعه من شهداء
کربلا رضی الله عنهم اجمعین حیث یاتون
بحکایة جمیع ما فعل معهم فی کربلاء یوم
عاشورة قولا وفعلا فیبنون النعش و

کی گئی ہے جس کو ہم نے براہین کے صفحہ ۱۴۱
پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی واہیات
بات فرمادیں۔ آپ کی مراد اس سے کوسوں
دُور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہُوا چنانچہ
ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا
اور حقیقت حال پکار اُٹھے گی کہ جس نے اس
مضمون کو آپ کی طرف نسبت کیا وُہ جھوٹا مفتری
ہے۔ مولانا نے ذکرِ ولادت شریفہ کے وقت
قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے، اُس کا
حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت
کی روح پُر فتوح عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف
آتی ہے اور مجلس مولود میں نفسِ ولادت کے
وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت
کی گزشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا، تو یہ
شخص غلطی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے
اس عقیدہ میں کہ وُہ بھی اپنے معبود یعنی کنھیا کی
ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ
کرتے ہیں جو کنھیا کی حقیقت ولادت کے
وقت کیا جاتا اور یا روافض اہل ہند کی مشابہت
کرتا ہے۔ امام حسینؓ اور اُن کے تابعین شہداء
کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ میں کیونکہ روافض

الكفن والقبور ويدفنون فيها ويظهرون
اعلام الحرب والقتال ويصبغون الثياب
بالدماء وينوحون عليها وامثال ذالك من
الخرافات كما لا يخفى على من شاهد
احوالهم فى هذه الديار ونص عبارته
المعربة هكذا واما توجيه (اى القيام)
بقدوم روحه الشريفة صلى الله عليه وسلم
من عالم الارواح الى عالم الشهادة
فيقومون تعظيما له فهذا ايضا من حماقتهم
لان هذا الوجه يقتضى القيام عند
تحقق نفس الولادة الشريفة ومتى
تكرر الولادة فى هذه الايام فهذه
الاعادة للولادة الشريفة مماثلة بفعل
مجوس الهند حيث يأتون بعين حكاية
ولادة معبودهم (كنهيا) او مماثلة
للروافض الذين ينقلون شهادة اهل
البيت رضى الله عنهم كل سنة (اى فعلا
وعملا) فمعاذ الله ما فعلهم هذا حكاية
للولادة المنيفة الحقيقة وهذه الحركة
بلاشك وشبهة حرية باللوم والحرمة
والفسق بل فعلهم هذا يزيد على

بھی ساری ان باتوں کی نقل اتارتے ہیں جو قولاً
وفعلاً عاشورا کے دن میدان کربلا میں ان حضرات
کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نعش بناتے، کفناتے اور
قبر کھود کر دفناتے ہیں، جنگ و قتال کے جھنڈے
چڑھاتے، کپڑوں کو خون میں رنگتے اور ان پر
نوحے کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں
جیسا کہ ہر وہ شخص آگاہ ہے جس نے ہمارے ملک
میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت
کی اصل عربی یہ ہے :۔ قیام کی یہ وجہ بیان
کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت
کی جانب تشریف لاتی ہے پس حاضرین مجلس اس
کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی بیوقوفی
ہے کیونکہ یہ وجہ نفس ولادت شریفہ کے وقت
کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ
ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ
کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ
اپنے معبود کنھیا کی اصل ولادت کی پوری نقل اتارتے
ہیں یا رافضیوں کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت
اہل بیت کی قولاً و فعلاً تصویر کھینچتے ہیں، پس
معاذ اللہ بدعتیوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی
نقل بن گیا اور یہ حرکت بےشک و شبہ ملامت کے قابل

فعل اولئك فانهم يفعلونه فى كل عام مرة واحدة وهٰؤلاء يفعلون هذه المزخرفات الفرضية متى شاؤا وليس لهذا نظير فى الشرع بان يفرض امر ويعامل معه معاملة الحقيقة بل هو محرم شرعًا اه فانظروا يا اولى الالباب ان حضرة الشيخ قدس الله سره العزيز انما انكر على جهلاء الهند المعتقدين منهم هذه العقيدة الكاسدة الذين يقومون لمثل هٰذه الخيالات الفاسدة فليس فيه تشبيه لمجلس ذكر الولادة الشريفة بفعل المجوس والروافض حاشا اكابرنا ان يتفوهوا بمثل ذٰلك ولٰكن الظلمين على اهل الحق يفترون و بايات الله يجحدون ۔

اور حرمت و فسق ہے بلکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرضی مزخرفات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعًا حرام ہے الخ ــــ پس اے صاحبو عقل غور فرمایئے شیخ قدس سرہٗ نے تو ہندوستان کے جاہلوں کے اس جھوٹے عقیدہ پر انکار فرمایا ہے کہ جو ایسے واہیات فاسد خیالات کی بنا پر قیام کرتے ہیں اس میں کہیں بھی مجلس ذکر ولادت شریفہ کو ہنود یا رافضیوں کے فعل سے تشبیہ نہیں دی گئی۔ حاشا کہ ہمارے بزرگ ایسی بات کہیں؛ ولیکن ظالم لوگ اہل حق پر افترا کرتے ہیں؛ اور اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔

السوال الثالث والعشرون

تئیسواں سوال

هل قال الشيخ الاجل علامة الزمان المولوى رشيد احمد الگنگوهى بفعلية

کیا علامہ زماں مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نعوذ باللہ جھوٹ بولتا ہے

كذب الباری تعالیٰ وعدم تضلیل قائل
ذلك ام هذا من الافتراءات علیه و
علی التقدیر الثانی کیف الجواب عما یقوله
البریلوی انه یضع عنده تمثال فتوے
الشیخ المرحوم بفوتوگراف المشتمل
علی ذلك

اور ایسا کہنے والا گمراہ نہیں ہے، یا یہ اُن
پر بہتان ہے. اگر بہتان ہے تو بریلوی
کی اس بات کا کیا جواب ہے. وہ کہتا
ہے کہ میرے پاس مولانا مرحوم کے فتوے
کا فوٹو ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے۔

الجواب

الذی نسبوا الی الشیخ الاجل الاوحد
الابجل علامة زمانه فرید عصره و
اوانه مولانا رشید احمد گنگوهی من
انه کان قائلا بفعلية الكذب من الباری
تعالیٰ شانه وعدم تضلیل من تفوه
بذلك فمكذوب علیه رحمه الله تعالیٰ
وهو من الاکاذیب التی افتراها الا
بالسة الدجالون الکذابون فقاتلهم
الله انی یؤفکون وجنابه بری من تلك
الزندقة والالحاد ویکذبهم فتوی الشیخ
قدس سره التی طبعت وشاعت فی
المجلد الاول من فتاواه الموسومة
بالفتاوی الرشیدیة علی صفحة ١١٩
منها وهی عربية مصححة مختومة

جواب

علامۂ زماں یکتائے دوراں شیخ اجل مولانا
رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف مفترین
نے جو یہ منسوب کیا ہے کہ آپ نعوذ باللہ
حق تعالیٰ کے جھوٹ بولنے اور ایسا کہنے والے
کو گمراہ نہ کہنے کے قائل تھے. یہ بالکل آپ
پر جھوٹ بولا گیا اور منجملہ انہیں جھوٹے بہتانوں
کے ہے جن کی بندش چھوٹے دجالوں نے کی
ہے پس خدا ان کو ہلاک کرے، کہاں جاتے ہیں
جناب مولانا اس زندقہ والحاد سے بری ہیں
اور ان کی تکذیب خود مولانا کا فتویٰ کر رہا ہے
جو جلد اول فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۱۱۹ پر
طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے. تحریر اس کی عربی
میں ہے. جس پر تصحیح و مواہیر علمائے مکہ کی
ثبت ہیں۔

بخدمت علماء مکة المکرمة

وصورة سواله هکذا :-

بسم الله الرحمن الرحیم
نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ماقولکم دام فضلکم فی ان الله تعالی
هل یتصف بصفة الکذب ام لا و
من یعتقد انه یکذب کیف حکمه
افتونا ماجورین۔

الجواب

ان الله تعالی منزه من ان یتصف
بصفة الکذب ولیس فی کلامه
شائبة الکذب ابدا کما قال الله تعالی
ومن اصدق من الله قیلا، ومن
یعتقد ویتفوه بان الله تعالی یکذب
فهو کافر ملعون قطعا ومخالف
للکتاب والسنة واجماع الامة نعم
اعتقاد اهل الایمان ان ماقال الله
قال فی القرآن فی فرعون وهامان و
ابی لهب انهم جهنمیون فهو حکم
قطعی لایفعل خلافه ابدا لکنه تعالی
قادر علی ان یدخل الجنة ولیس بعاجز

سوال کی صورت یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالی
صفت کذب کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے
یا نہیں اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا
ہے اس کا کیا حکم ہے۔ فتوی دو، اجر ملے گا۔

جواب

بے شک اللہ تعالی اس سے منزہ ہے کہ کذب
کے ساتھ متصف ہو، اس کے کلام میں ہرگز
کذب کا شائبہ بھی نہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے
اور اللہ سے زیادہ سچا کون۔ اور جو شخص یہ عقیدہ
رکھے یا زبان سے نکالے کہ اللہ تعالی جھوٹ بولتا
ہے وہ کافر قطعی ملعون اور کتاب، سنت و
اجماع امت کا مخالف ہے۔ ہاں اہل ایمان کا
یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حق تعالی نے قرآن میں
فرعون و ہامان و ابولہب کے متعلق جو یہ فرمایا
ہے کہ وہ دوزخی ہیں تو یہ حکم قطعی ہے اس کے
خلاف کبھی نہ کریگا۔ لیکن اللہ ان کو جنت میں
داخل کرنے پر قادر ضرور ہے، عاجز نہیں ہاں

عن ذلك ولا يفعل هذا مع اختياره
قال الله تعالیٰ ولو شئنا لاٰتينا كل
نفس هداها ولكن حق القول مني
لاملئن جهنم من الجنة والناس
اجمعين فتبين من هذه الاية
انه تعالیٰ لو شاء لجعلهم كلهم مومنين
ولكنه لا يخالف ما قال وكل ذلك
بالاختيار لا بالاضطرار وهو فاعل
مختار فعال لما يريد۔ هذه عقيدة
جميع علماء الامة كما قال البيضاوی
تحت تفسير قوله تعالیٰ ان تغفر لهم الخ
وعدم غفران الشرك مقتضى الوعيد
فلا امتناع فيه لذاته والله اعلم بالصواب

كتبه الاحقر رشيد احمد گنگوهی عفی عنه

خلاصة تصحيح علماء مكة المكرمة

زادها الله شرفها الحمد لمن هو به
حقيق ومنه استمد العون والتوفيق
ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور
هو الحق الذی لا محيص منه وصلى
الله على خاتم النبيين وعلى اٰله وصحبه
وسلم امر برقمه خادم الشريعة راجی

البتہ اپنے اختیار سے ایسا کرے گا نہیں خود فرماتا
ہے اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دے
دیتے لیکن میرا قول ثابت ہو چکا کہ ضرور دوزخ
بھروں گا جن و انس دونوں سے۔ پس اس آیت
سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو مومن
بنا دیتا لیکن وہ اپنے قول کے خلاف نہیں کرتا
اور یہ سب باختیار ہے مجبوری نہیں کیونکہ
وہ فاعل مختار ہے جو چاہے کرے۔ یہی
عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ جیسا کہ
بیضاوی نے قول الٰہی تعالیٰ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ
کی تفسیر کے تحت میں کہا ہے کہ مشرک کا نہ
بخشنا وعید کا مقتضیٰ ہے۔ پس اس میں لذاتہ
امتناع نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکۂ مکرمہ زادہ اللہ شرفہا کے علماء کی تصحیح
کا خلاصہ یہ ہے۔ حمد اسی کو زیبا ہے جو اس کا
مستحق ہے اور اسی کی اعانت و توفیق درکار
ہے۔ علامہ رشید احمد کا جواب مذکور حق
ہے جس سے مفر نہیں ہو سکتا۔ وصلی اللہ علی
خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ لکھنے کا امر فرمایا
خادم شریعت اُمید وار لُطف خفی

اللطف خفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالا کان اللہ لہما [محمد صالح بن المرحوم صدیق کمال] رقمه المرتجی من ربه کمال النیل محمد سعید بن محمد بصیل بمکة المحمیة غفر اللہ له و لوالدیه ولمشائخه وجمیع المسلمین [محمد سعید بن محمد بصیل]

محمد صالح خلف صدیق کمال مرحوم حنفی مفتی مکۂ مکرمہ کان اللہ لہما نے۔ لکھا امیدوار کمال نیل محمد سعید بن بُصَیل نے، حق تعالیٰ ان کو اور ان کے مشائخ کو اور جملہ مسلمانوں کو بخش دے۔

الراجی العفو من واهب العطیة محمد عابد بن المرحوم الشیخ حُسین مفتی المالکیة ببلد اللہ المحمیة.

امیدوار عفو از واہب العطیہ محمد عابد بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ۔

مصلیا ومسلما هذا وما اجاب العلامة رشید احمد فیه الکفایة و علیه المعول بل هو الحق الذی لا محیص عنه رقمه الحقیر خلف بن ابراهیم خادم افتاء الحنابلة بمکة المشرفة

درود و سلام کے بعد جو کچھ علامہ رشید احمد نے جواب دیا ہے، کافی ہے اور اس پر اعتماد ہے، بلکہ یہی حق ہے جس سے مفر نہیں۔ لکھا حقیر خلف بن ابراہیم حنبلی خادم افتاء مکہ مشرفہ نے

والجواب عما یقول البرزنجی انه یصنع عنده تمثال فتوی الشیخ المرحوم بعنوان ان المشغل علی ما ذکر هو انه من مختلقاته اختلقها ووضعها عنده افتراء علی الشیخ قدس سره ومثل هذه الاکاذیب والاختلاقات هین علیه فانه استاذ العصابة فیها وکلهم عیال

اور یہ جو برزنجی کہتا ہے کہ اس کے پاس مرحوم کے فتویٰ کا فوٹو ہے جس میں ایسا لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا قدس سرہ پر بہتان باندھنے کو یہ جعل ہے جس کو گھڑ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے اور ایسے جھوٹ اور جعل بنا لینا اس پر آسان ہیں کیونکہ وہ اس میں استاد [illegible] ہے اور زمانہ کے لوگ اس کے چیلے، کیونکہ

علیه فی زمانه فانه محرف ملبس دجال مکار ربما یصور الامهار ولیس بأدنی من المسیح القادیانی فانه یدعی الرسالة ظاهرا وعلنا وهذا یستتر بالمجددیة ویکفر علماء الامة کما کفر الوهابیة اتباع محمد بن عبد الوهاب الامة خزله الله تعالی کما خذلهم۔

تحریف وتلبیس ودجل ومکر کی اس کو عادت ہے۔ اکثر مُہریں بنالیتا ہے، مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں، اس لیے کہ وہ رسالت کا کھلم کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے ہے علمائے اُمت کو کافر کہتا رہتا ہے جس طرح محمد بن عبدالوہاب کے وہابی چیلے امت کی تکفیر کیا کرتے تھے۔ خدا اس کو بھی انھیں کی طرح رسُوا کرے

السوال الرابع والعشرون

هل تعتقدون امکان وقوع الکذب فی کلام من کلام المولی عزوجل سبحانه ام کیف الامر

چوبیسواں سوال

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کسی کلام میں وقوع کذب ممکن ہے؟ یا کیا بات ہے۔

الجواب

نحن ومشائخنا رحمهم الله تعالی نزعن ونتیقن بان کل کلام صدر عن الباری عزوجل او سیصدر عنه فهو مقطوع الصدق مجزوم بمطابقته للواقع ولیس فی کلام من کلامه تعالی شائبة کذب ومظنة خلاف اصلا بلا شبهة ومن اعتقد خلاف ذلك او توهم بالکذب فی

جواب

ہم اور ہمارے مشائخ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جو کلام بھی حق تعالیٰ سے صادر ہوا یا آیندہ ہوگا وہ یقیناً سچا اور بلاشبہ واقع کے مطابق ہے اس کے کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا واہمہ بھی بالکل نہیں اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کسی کلام میں کذب کا وہم کرے وہ وہ کافر، ملحد، زندیق ہے۔ اس میں ایمان

شي من كلامه فهو كافر ملحد زنديق ليس له شائبة من الايمان.

کا شائبہ بھی نہیں۔

السوال الخامس والعشرون

هل نسبتم فى تاليفكم الى بعض الاشاعرة القول بامكان الكذب وعلى تقدير هما فما المراد بذلك وهل عندكم نص على هذا المذهب من المعتمدين بينوا الامر لنا على وجهه.

پچیسواں سوال

کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعرہ کی طرف امکانِ کذب منسوب کیا ہے اور اگر کیا ہے تو اس سے مراد کیا ہے اور اس مذہب پر تمہارے پاس معتبر علما کی کیا کوئی سند ہے۔ واقعی امر ہمیں بتلاؤ۔

الجواب

الاصل فيه انه وقع النزاع بيننا وبين المنطقيين من اهل الهند والمبتدعة منهم فى مقدورية خلاف ما وعد به البارى سبحانه وتعالى او اخبر به او اراده وامثالها فقالوا ان خلاف هذه الاشياء خارج عن القدرة القديمة مستحيل عقلا لا يمكن ان يكون مقدورا له تعالى وواجب عليه ما يطابق الوعد والخبر والارادة والعلم وقلنا

جواب

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہندی منطقیوں و بدعتیوں کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع ہوا کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا یا خبر دی، یا ارادہ کیا۔ اس کے خلاف پر اس کو قدرت ہے یا نہیں۔ سو وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان باتوں کا خلاف اس کی قدرتِ قدیمہ سے خارج اور عقلاً محال ہے۔ ان کا مقدورِ خدا ہونا ممکن ہی نہیں اور حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ وعدہ و خبر اور ارادہ اور علم کے مطابق کرے

ان امثال هذه الاشياء مقدور قطعا
لكنه غير جائز الوقوع عند اهل السنة
والجماعة من الاشاعرة و الماتريدية
شرعًا وعقلًا عند الماتريدية وشرعا
فقط عند الاشاعرة فاعترضوا علينا
بانه ان امكن مقدورية هذه الاشياء
لزم امكان الكذب وهو غير مقدور
قطعا ومستحيل ذاتا فاجبناهم باجوبة
شتى مما ذكره علماء الكلام منها لو سلم
استلزام امكان الكذب للمقدورية خلاف
الوعد والاخبار وامثالهما فهو ايضا
غير مستحيل بالذات بل هو مثل
السفه والظلم مقدور ذاتا ممتنع
عقلًا وشرعًا او شرعًا فقط كما صرح
به غير واحد من الائمة فلما رأوا
هذه الاجوبة عثوا في الارض ونسبوا
الينا تجويز النقص بالنسبة الى جنابه
تبارك وتعالى واشاعوا هذا الكلام
بين السفهاء والجهلاء تنفيرا للعوام
وابتغاء الشهوات والشهرة بين الانام
وبلغوا اسباب سموات الافتراء فوضعوا

اور ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جیسے افعال قطعاً قدرت
میں داخل ہیں البتہ اہل السنت والجماعت اشاعرہ
و ماتریدیہ سب کے نزدیک ان کا وقوع جائز
نہیں۔ ماتریدیہ کے نزدیک نہ شرعاً جائز نہ عقلاً
اور اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعاً جائز نہیں
پس بدعتیوں نے ہم پر اعتراض کیا کہ ان امور کا
تحت قدرت ہونا اگر جائز ہو تو کذب کا امکان
لازم آتا ہے اور وہ یقینی تحت قدرت نہیں
اور ذاتاً محال ہے۔ تو ان کو علماء کلام کے ذکر کیے
ہوئے چند جواب دیے، جن میں یہ بھی تھا کہ اگر
وعدہ و خبر وغیرہ کا خلاف تحت قدرت ماننے
سے امکان کذب تسلیم بھی کر لیا جاوے تو وہ
بھی تو بالذات محال نہیں بلکہ سفہ اور ظلم کی طرح
ذاتاً مقدور ہے اور عقلاً و شرعاً یا صرف شرعاً
ممتنع ہے جیسا کہ بہت سے علماء اس کی تصریح کر
چکے ہیں پس جب انہوں نے یہ جواب دیکھے تو
مخلوق میں فساد پھیلانے کو ہماری جانب یہ
منسوب کیا کہ جناب باری عزاسمہ کی جانب
نقص جائز سمجھتے ہیں اور عوام کو نفرت دلانے
اور مخلوق میں شہرت پا کر اپنا مطلب پورا کرنے
کو سفہاء و جہلاء میں اس لغویات کی خوب شہرت

قتالا من عندهم لفعلية الكذب بلا مخافة عن الملك العلام ولما اطلع اهل الهند على مكائدهم استنصروا بعلماء الحرمين الكرام لعلمهم بانهم غافلون عن خباثاتهم وعن حقيقة اقوال علمائنا وما مثلهم فى ذلك الا كمثل المعتزلة مع اهل السنة و الجماعة فانهم اخرجوا اثابة العاصى وعقاب المطيع عن القدرة القديمة و اوجبوا العدل على ذاته تعالى فسموا انفسهم اصحاب العدل والتنزيه و نسبوا علماء اهل السنة والجماعة الى الجور والاعتساف والتشويه فكما ان قدماء اهل السنة والجماعة لم يبالوا بجهالاتهم ولم يجوزوا العجز بالنسبة اليه سبحانه وتعالى فى الظلم المذكور وعمموا القدرة القديمة مع ازالة النقائص عن ذاته الكاملة الشريفة واتمام التنزيه والتقديس لجنابه العالى قائلين ان ظنكم المنقصة فى جواز مقدورية العقاب للطائع و

دی اور بہتان کی انتہا یہاں تک پہونچی کہ اپنی طرف سے فعلیت کذب کا قول وضع کر لیا اور خدائے ملک علام کا کچھ خوف نہ کیا اور جب اہل ہند ان کی مکاریوں پر مطلع ہوئے تو انہوں نے علماء حرمین سے مدد چاہی کیونکہ جانتے تھے کہ وہ حضرات ان کی خباثت اور ہمارے علماء کے اقوال کی حقیقت سے بے خبر ہیں اس معاملہ میں ہماری ان کی مثال معتزلہ اور اہل سنت کی سی ہے کہ معتزلہ نے عاصی کو بجائے سزا کے ثواب اور مطیع کو سزا دینا قدرت قدیمہ سے خارج اور ذات باری پر عدل واجب بتا کر اپنا نام اصحاب عدل و تنزیہ رکھا اور علمائے اہل السنت والجماعت کی جور اور تعصب کی طرف نسبت کی۔ اور علماء اہل السنت والجماعت نے ان کی جہالتوں کی پروا نہیں کی اور ظلم مذکور میں حق تعالیٰ شانہ کی جانب عجز کا منسوب کرنا جائز نہیں سمجھا بلکہ قدرت قدیمہ کو عام کر کر ذات کاملہ سے نقائص کو زائل اور جناب باری کے کمال تقدس و تنزیہ کو یوں کہہ کر ثابت کیا کہ نیکوکار کے لیے عذاب اور بدکار کے لیے ثواب کو تحت قدرت باری تعالیٰ ماننے سے نقص کا گمان کرنا محض فلسفہ شنیعہ

الثواب للعاصي انما هو وخامة الفلسفة
الشنيعة كذلك قلنا لهم ان ظنكم
النقص بمقدوره خلاف الوعد و
الاخبار والصدق وامثال ذلك مع
كونه ممتنع الصدور عنه تعالى شرعًا
فقط او عقلا وشرعا انما هو من بلاء
الفلسفة والمنطق وجهلكم الوخيم فهم
ضلوا ما فعلوا لاجل التنزيه لكنهم لم
يقدروا على كمال القدرة وتعميمها
اما اسلافنا اهل السنة والجماعة
فجمعوا بين الامرين من تعميم القدرة
وتتميم التنزيه للواجب سبحانه وتعالى
وهذا الذي ذكرناه في البراهين مختصرا
وها كم بعض النصوص عليه من الكتب
المعتبرة في المذهب (۱) قال في شرح
المواقف اوجب جميع المعتزلة والخوارج
عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا
توبة ولم يجوزوا ان يعفو الله عنه
بوجهين الاول انه تعالى اوعد بالعقاب
على الكبائر واخبر به اي بالعقاب
عليها فلو لم يعاقب على الكبيرة وعفا

کی حماقت ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی ان کو
جواب دیا کہ وعدہ و خبر و صدق وعدہ کے
خلاف کو صرف تحت قدرت ماننے سے
حالانکہ صرف شرعًا و عقلًا دونوں طرح وقوع
ممتنع ہے، نقص کا گمان کرنا تمہاری جہالت
کا ثمرہ اور منطق و فلسفہ کی بلا ہے۔ پس بدعتیوں
نے تنزیہ کے لیے جو کچھ کیا حق تعالیٰ کی عام و
کامل قدرت کا اس میں لحاظ نہ کیا اور ہمارے
سلف اہل السنت والجماعت نے دونوں امر
ملحوظ رکھے حق تعالیٰ شانہ کی قدرت عام رہی
اور تنزیہ تام۔ یہ ہے وہ مختصر مضمون جس کو
ہم نے براہین میں بیان کیا ہے۔ اب اصل
مذہب کے متعلق معتبر کتابوں کی بعض تصریحات
میں سن لیجیے:

(۱) شرح مواقف میں مذکور ہے کہ تمام
معتزلہ اور خوارج نے مرتکب کبیرہ کے عذاب
کو جبکہ بلا توبہ مر جائے، واجب کہا ہے اور
جائز نہیں سمجھا کہ اللہ اسے معاف کرے اس کی
دو وجہ بیان کی ہیں: اوّل یہ کہ حق تعالیٰ نے
کبیرہ گناہوں پر عذاب کی خبر دی اور وعید فرمائی
ہے پس اگر عذاب نہ دے اور معاف کر دے

لزم الخلف فی وعیدہ والکذب فی خبرہ
وانہ محال والجواب غایتہ وقوع
العقاب فاین وجوب العقاب الذی
کلامنا فیہ اذ لا شبہۃ فی ان عدم
الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خلفا و
لا کذبا لا یقال انہ یستلزم جوازھما
وھو ایضا محال لانا نقول استحالتہ
ممنوعۃ کیف وھما من الممکنات التی
تشملہما قدرتہ تعالیٰ اھ
(٢) وفی شرح المقاصد للعلامۃ التفتازانی
رحمہ اللہ تعالیٰ فی خاتمۃ بحث القدرۃ
المنکرون لشمول قدرتہ طوائف منہم
النظام واتباعہ القائلون بانہ لا یقدر
علی الجہل والکذب والظلم وسائر
القبائح اذ لو کان خلقہا مقدورا لہ
لجاز صدورہ عنہ واللازم باطل لافضائہ
الی السفہ ان کان عالما بقبح ذلک و
باستغنائہ عنہ والی الجہل ان لم یکن
عالما والجواب لانسلم قبح الشئ بالنسبۃ
الیہ کیف وھو تصرف فی ملکہ ولو سلم
فالقدرۃ لا تنافی امتناع صدورہ نظرا

تو وعید کے خلاف اور خبر میں کذب لازم آتا
ہے اور یہ محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
خبر وعید سے زیادہ سے زیادہ عذاب کا وقوع
لازم آتا ہے نہ کہ وجوب جس میں گفتگو ہے کیونکہ
بغیر وجوب کے وقوع عذاب میں نہ خلف
ہے نہ کذب. کوئی یوں نہ کہے کہ اچھا خلف
اور کذب کا جواز لازم آئے گا اور یہ بھی محال
ہے کیونکہ ہم اس کا محال ہونا نہیں مانتے اور محال
کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ خلف اور کذب ان ممکنات
میں داخل ہیں جن کو قدرت باری تعالیٰ شامل ہے
(٢) اور شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے قدرت کی بحث کے آخر میں لکھا
ہے کہ قدرت کے منکر چند گروہ ہیں۔ ایک نظام
اور اس کے تابعین جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہل
اور کذب وظلم و نیز کسی فعل قبیح پر قادر نہیں کیونکہ
ان افعال کا پیدا کرنا اگر اس کی قدرت میں داخل
ہو تو ان کا حق تعالیٰ سے صدور بھی جائز ہوگا اور
صدور ناجائز ہے کیونکہ اگر باوجود علم قبیح کے
بے پروائی کے سبب صدور ہوگا تو سفہ لازم آئیگا
اور علم نہ ہوگا تو جہل لازم آئے گا. جواب یہ ہے کہ
حق تعالیٰ کی جانب نسبت کر کے کسی شئی کا قبح

الی وجود الصارف وعدم الداعی وان
کان ممکنا انتہی ملخصہ :
(۳) قال فی المسایرۃ وشرحہ المسامرۃ
للعلامۃ المحقق کمال بن الہمام الحنفی
وتلمیذہ ابن ابی الشریف المقدسی الشافعی
رحمہما اللہ تعالٰی ما نصہ ثم قال ای
صاحب العمدۃ ولا یوصف اللہ تعالی
بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب
لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ ای
یصح متعلقا لہا وعند المعتزلۃ یقدر
تعالٰی علی کل ذٰلک ولا یفعل انتہی
کلام صاحب العمدۃ وکأنہ انقلب
علیہ ما نقلہ عن المعتزلۃ اذ لا شک
ان سلب القدرۃ عما ذکر ہو مذہب
المعتزلۃ واما ثبوتہا ای القدرۃ علی ما
ذکر ثم الامتناع عن متعلقہا اختیارا
فہو بمذہب الاشاعرۃ الیق منہ
بمذہب المعتزلۃ ولا یخفی ان ہذا
الالیق ادخل فی التنزیہ ایضا اذ لا
شک فی ان الامتناع عنہا ای عن المذکورات
من الظلم والسفہ والکذب من باب

ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں اس لیے کہ اپنے ملک میں
تصرف کرنا قبیح نہیں ہو سکتا اور اگر ہم یہ بھی لیں کہ
قبح کی نسبت قبیح ہے تو قدرت حق امتناع صدور
کے منافی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فی نفسہ تحت
قدرت ہو مگر مانع کے موجود یا باعث صدور
مفقود ہونے کے سبب اس کا وقوع ممتنع ہو۔
(۳) مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں علامہ
کمال بن ہمام حنفی اور ان کے شاگرد ابن ابی الشریف
مقدسی شافعی رحمہما اللہ یہ تصریح فرماتے ہیں
پھر صاحب العمدۃ نے کہا حق تعالیٰ کو یوں نہیں
کہہ سکتے کہ وہ ظلم و سفہ اور کذب پر قادر ہے
(کیونکہ ہو سکتا ہے جبکہ ظلم و کذب محالات
میں داخل ہیں جن کو قدرت باری تعالیٰ شامل نہیں)
کیونکہ محال قدرت کے تحت میں داخل نہیں ہوتا
یعنی قدرت اس کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی اور
معتزلہ کے نزدیک اللہ افعال مذکورہ پر قادر
تو ہے مگر کرتا نہیں صاحب العمدۃ کا کلام ختم
ہو گیا (اب کمال الدین فرماتے ہیں) کہ صاحب العمدۃ
نے جو معتزلہ سے نقل کیا وہ الٹ پلٹ ہو گیا
کیونکہ اس میں شک نہیں کہ افعال مذکورہ سے قدرت
کا سلب کرنا عین مذہب معتزلہ ہے اور افعال

التنزيهات عما لا يليق بجناب قدسه تعالى فليُتَدَبَّر بالبناء للمفعول اى يختبر العقل فى ان اى الفصلين ابلغ فى التنزيه عن الفحشاء اهو القدرة عليه اى على ما ذكر من الامور الثلثة مع الامتناع اى امتناعه تعالى عنه مختارا لذلك الامتناع او الامتناع اى امتناعه عنه لعدم القدرة عليه فيجب القول بادخل القولين فى التنزيه وهو القول الذى هو مذهب الاشاعرة اه

(۴) وفى حواشى الكلنبوى على شرح العقائد العضدية للمحقق الدوانى رحمهما الله تعالى ما نصه وبالجملة كون الكذب فى الكلام اللفظى قبيحا بمعنى صفة نقص ممنوع عند الاشاعرة ولذا قال الشريف المحقق انه من جملة الممكنات وحصول العلم القطعى بعدم وقوعه فى كلامه تعالى باجماع العلماء والانبياء عليهم السلام لا ينافى امكانه فى ذاته كسائر العلوم العادية القطعية وهو لا ينافى ما ذكره الامام الرازى الخ

مذکورہ پر قدرت تو ہو مگر باختیار خود ان کا وقوع نہ کیا جائے۔ یہ قول مذہب اشاعرہ کے زیادہ مناسب ہے بہ نسبت معتزلہ کے اور ظاہر ہے کہ اسی قول کو تنزیہ باری تعالیٰ میں زیادہ دخل بھی ہے بیشک ظلم و سفہ و کذب سے باز رہنا باب تنزیہات سے ہے۔ ان قبائح سے جو اس مقدس ذات کے شایان نہیں پس عقل کا امتحان لیا جاتا ہے کہ دونوں صورتوں میں کس صورت کو حق تعالیٰ کے تنزیہ عن الفحشاء میں زیادہ دخل ہے۔ آیا اس صورت میں کہ ہر سہ افعال مذکورہ پر قدرت تو پائی جائے مگر باختیار و ارادہ ممتنع الوقوع کہا جائے زیادہ تنزیہ ہے یا اس طرح ممتنع الوقوع ماننے میں زیادہ تنزیہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ان افعال پر قدرت ہی نہیں پس جس صورت کو تنزیہ میں زیادہ دخل ہو اس کا قائل ہونا چاہیے اور وہ وہی ہے جو اشاعرہ کا مذہب ہے یعنی امکان بالذات و امتناع بالاختیار۔

(۴) محقق دوانی کی شرح عقائد عضدیہ کے حاشیہ کلنبوی میں بایں طرح منصوص ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام لفظی میں کذب کا بایں معنی قبیح ہونا کہ نقص و عیب ہے اشاعرہ کے نزدیک مسلم نہیں اور اسی لیے شریف محقق نے کہا ہے کہ کذب منجملہ ممکنات کے ہے اور

(۵) وفی تحریر الاصول لصاحب فتح
القدیر الامام ابن الہمام وشرحہ لابن
امیر الحاج رحمہما اللہ تعالیٰ مانصہ
وحینئذ ای وحین کان مستحیلا
علیہ ما ادرک فیہ نقص ظہر القطع
باستحالۃ اتصافہ ای اللہ تعالیٰ بالکذب
ونحوہ تعالیٰ عن ذٰلک وایضا لولم
یمتنع اتصاف فعلہ بالقبح یرتفع
الامان عن صدق وعدہ وصدق
خبر غیرہ ای الوعد منہ تعالیٰ وصدق
النبوۃ ای لم یجزم بصدقہ اصلا و
عند الاشاعرۃ کسائر الخلق القطع
بعدم اتصافہ تعالیٰ بشیٔ من القبائح
دون الاستحالۃ العقلیۃ کسائر العلوم
التی یقطع فیہا بان الواقع احد
النقیضین مع عدم استحالۃ الاٰخر
لوقدر انہ الواقع کالقطع بمکۃ و
بغداد ای بوجودہما فانہ لا یحیل
عدمہما عقلا وحینئذ ای وحین کان
الامر علیٰ ھٰذا لا یلزم ارتفاع الامان
لانہ لا یلزم من جواز الشیٔ عقلا عدم

جبکہ کلام لفظی کے مضمون کا علم قطعی حاصل ہے اس
طرح کہ کلام الٰہی میں وقوع کذب ممتنع ہے اور اس
پر علماء انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے تو کذب کے
ممکن بالذات ہونے کے منافی نہیں جس طرح جملہ
علوم عادیہ قطعیہ باوجود امکان کذب بالذات حاصل
ہوا کرتے ہیں اسے یہ امام رازی کے قول کا مخالف نہیں
(۵) صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کی تحریر
الاصول اور ابن امیر الحاج کی شرح تحریر میں اس طرح
منصوص ہے اور اب یعنی جبکہ یہ افعال حق تعالیٰ پر
محال ہوئے جن میں نقص پایا جاتا ہے ظاہر ہو گیا کہ
اللہ تعالیٰ کا کذب وعیوب کے ساتھ متصف ہونا یقیناً
محال ہے نیز اگر فعل باری کا قبح کے ساتھ اتصاف
محال نہ ہو تو وعدہ اور خبر کی سچائی پر اعتماد نہ رہے گا
اور نبوت کی سچائی یقینی نہ رہے گی اور اشاعرہ کے
نزدیک حق تعالیٰ کا کسی قبیح کے ساتھ یقیناً متصف
نہ ہونا ساری مخلوقات کی طرح (بالاختیار) ہے عقلاً
محال نہیں چنانچہ تمام علوم جن میں یقین ہے کہ ایک
نقیض کا وقوع ہے وہاں دوسری نقیض محال ذاتی
نہیں کہ وقوع متصور نہ ہو سکے مثلاً مکہ اور بغداد کا
موجود ہونا یقینی ہے مگر عقلاً محال نہیں ہے کہ موجود نہ
ہوں اور اب یعنی جب یہ صورت ہوئی تو امکان

الجزم بعدمه والخلاف الجاری
فی الاستحالة والامکان العقلی جار
فی کل نقیصة اقدرته تعالی علیها
مسلوبة ام هی ای النقیصة بها ای
بقدرته مشمولة والقطع بانه لایفعل
ای والحال القطع بعدم فعل تلك
النقیصة الخ ومثل ما ذکرناه عن
مذهب الاشاعرة ذکره القاضی
العضد فی شرح مختصر الاصول و
اصحاب الحواشی علیه ومثله فی
شرح المقاصد وحواشی المواقف
للچلپی وغیره وکذلك صرح به العلامة
القوشجی فی شرح التجرید والقونوی
وغیرهم اعرضنا عن ذکر نصوصهم
مخافة الاطناب والسامة والله
المتولی للرشاد والهدایة۔

کذب کے سبب اعتماد کا اٹھنا لازم نہ آئیگا اس لیے
کہ عقلاً کسی شے کا جواز مان لینے سے اس کے عدم
پر یقین نہ رہنا لازم نہیں آتا اور یہی استحالہ وقوعی و
امکان عقلی کا خلاف (معتزلہ اور اہل السنت میں) ہر
نقیص میں جاری ہے کہ حق تعالیٰ کو ان پر قدرت ہی
نہیں (جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے) یا نقیص کو قدرت
حق تعالیٰ شامل ضرور ہے مگر ساتھ ہی اس کے یقینی ہے
کہ کریگا نہیں (جیسا کہ اہل السنۃ کا قول ہے) یعنی یہی
نقیص کے عدم فعل کا یقین ہے اور اشاعرہ کا
مذہب جو ہم نے بیان کیا ہے ایسا ہی قاضی عضد
نے شرح مختصر الاصول میں اور اصحاب حواشی نے
حاشیہ پر اور ایسا ہی مضمون شرح مقاصد اور چلپی
کے حواشی مواقف وغیرہ میں مذکور ہے اور ایسی
ہی تصریح علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں اور قونوی
وغیرہ نے کی ہے جن کی نصوص بیان کرنے سے تطویل
کے اندیشہ سے ہم نے اعراض کیا اور حق تعالیٰ
ہی ہدایت کا متولی ہے۔

السوال السادس والعشرون

چھبیسواں سوال

ما قولکم فی القادیانی الذی یدعی المسیحیة

کیا کہتے ہو تم قادیانی کے بارے میں جو مسیح و نبی ہونے

والنبوة فان انا سابقون اليكم
حبه ومدحه فالمرجو من مكارم
اخلاقكم ان تبينوا لنا هذه
الامور بيانا شافيا ليتضح صدق
القائلين وكذبهم ولا يبقى الريب
الذى حدث فى قلوبنا من تشويشات
الناس.

کا دعی ہے کیوں کہ لوگ تمہاری طرف نسبت
کرتے ہیں کہ اس سے محبت رکھتے اور اس کی
تعریف کرتے ہو، تمہارے مکارم اخلاق سے
امید ہے کہ ان مسائل کا شافی بیان لکھو گے
تاکہ قائل کا صدق و کذب واضح ہو جائے اور جو
شک لوگوں کے شورش کرنے سے ہمارے دلوں
میں تمہاری طرف سے پڑ گیا ہے وہ باقی نہ رہے

الجواب

جواب

جملة قولنا وقول مشائخنا فى
القادیانی الذی یدعی النبوة والمسیحیة
انا کنا فی مبدأ امره ما لم یظهر لنا
منه سوء اعتقاد بل بلغنا انه
یؤید الاسلام ویبطل جمیع
الادیان التی سواه بالبراهین و
الدلائل فحسن الظن به علی ما
هو اللائق للمسلم بالمسلم ونأول
بعض اقواله ونحمله علی محمل حسن
ثم انه لما ادعی النبوة والمسیحیة
وانکر رفع الله تعالی المسیح الی السماء
وظهر لنا من خبث اعتقاده وزندقته

ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت
قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع
میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی
بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور
تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ
مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے ہم
اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض
ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محل حسن پر حمل
کرتے رہے۔ اس کے بعد جب اس نے نبوت و
مسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان
پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبث
عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے

افتی مشائخنا رضوان اللہ تعالیٰ علیھم
بکفرہ وفتوی شیخنا ومولانا رشید احمد
الگنگوھی رحمہ اللہ فی کفر القادیانی
قد طبعت وشاعت یوجد کثیر
منھا فی ایدی الناس لم یبق فیھا
خفاء الا انہ لما کان مقصود
المبتدعین تھییج سفھاء الھند و
جھالھم علینا وتنفیر علماء الحرمین
واھل فتیاھما وقضاتھما واشرافھا
منا لانھم علموا ان العرب لا
یحسنون الھندیۃ بل لا یبلغ
لدیھم الکتب والرسائل الھندیۃ
افتروا علینا ھذہ الاکاذیب فاللہ
المستعان وعلیہ التوکل وبہ
الاعتصام منا والذی ذکرنا فی
الجواب ھو ما نعتقدہ وندین اللہ
تعالیٰ بہ فان کان فی رایکم حقا
وصوابا فاکتبوا علیہ تصحیحکم
وزینوہ بختمکم وان کان غلطا
وباطلا فدلونا علی ما ھو الحق
عندکم فانا ان شاء اللہ لا نتجاوز

مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا
قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر
شائع بھی ہو چکا ہے بکثرت لوگوں کے پاس
موجود ہے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں مگر چونکہ
مبتدعین کا مقصود یہ تھا کہ ہندوستان کے
جُہلاء کو ہم پر برافروختہ کریں اور حرمین شریفین
کے علماء و مفتی و اشراف و قاضی و رؤسا کو
ہم سے متنفر بنائیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اہل
عرب ہندی زبان اچھی طرح نہیں جانتے بلکہ
ان تک ہندی رسائل وکتابیں پہنچتی بھی نہیں
اس لیے ہم پر جھوٹے افتراء باندھے سو خدا ہی
سے مدد درکار ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور
اسی کا تمسک جو کچھ ہم نے عرض کیا یہ ہمارے
عقیدے ہیں اور یہی دین و ایمان ہے سو اگر
آپ حضرات کی رائے میں صحیح و درست ہوں
تو اس پر تصحیح لکھ کر مُہر سے مزین کر دیجئے
اور اگر غلط و باطل ہوں تو جو کچھ آپ کے
نزدیک حق ہو وہ ہمیں بتائیے ہم انشاءاللہ
حق سے تجاوز نہ کریں گے اور اگر ہمیں آپ
کے ارشاد میں کوئی شبہ لاحق ہوگا تو

عن الحق وان عن لنا فی قولکم
شبھة نراجعکم فیھا حتی یظھر
الحق ولم یبق فیہ خفاء وآخر
دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین
وصلی اللہ علی سیدنا محمد سید
الاولین والآخرین وعلی آلہ
وصحبہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین
قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم
طلبة علوم الاسلام کثیر الذنوب
والآثام الاحقر خلیل احمد
وفقہ اللہ التزود لغد

یوم الاثنین ثامن عشر
من شھر شوال ۱۳۲۵ھ

دوبارہ پوچھ لیں گے یہاں تک کہ حق ظاہر
ہوجاتے اور خفا نہ رہے اور ہماری آخری
پکار یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کو زیبا ہے
جو پالنے والا ہے تمام جہان کا اور اللہ
کا درود وسلام نازل ہو اولین وآخرین کے
سردار محمد پر اور ان کی اولاد وصحابہ
و ازواج وذریات سب پر۔
زبان سے کہا اور قلم سے لکھا، خادم الطلبہ
کثیر الذنب والآثام حقیر خلیل احمد نے
خدا ان کو توشۂ آخرت کی توفیق عطا
فرماتے

۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ

تمت تمام شد

ایک غلط فہمی کا ازالہ..... عالم برزخ میں دنیوی حیات

عالم برزخ میں دنیوی حیات سے مراد مطلق دنیوی حیات نہیں دنیا کی سی حیات ہے تشبیہ میں ہر جہت سے مشابہت نہیں ہوتی المسند میں حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخی کو جو دنیوی حیات کہا گیا ہے آگے اس تشبیہ کی من غیر تکلیف کہہ کر دوسری جہت سے نفی بھی کر دی گئی ہے سو دنیوی سے مراد صرف یہ ہے کہ آپ کو برزخ میں جو حیات حاصل ہے اس دنیوی بدن سے ہے جو آپ کا یہاں تھا (۱) مردہ بدن کو مٹی کھا جاتی ہے آپ کا جسد اطہر اس ریز گاری سے پوری طرح سے محفوظ ہے مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کچھ بھی گرنے دے (۲) مردہ بدن میں زندگی ختم ہوتے ہی تشنج (اکڑاؤ) پیدا ہو جاتا ہے یہ اکڑاؤ مردہ بدن کے اثرات میں سے ہے حضور ﷺ کا بدن مبارک آج بھی قبر میں اسی طرح نرم و نازک ہے جس طرح وفات کے وقت تھا آپ کے دفن میں کچھ تاخیر ہوئی وہ اس لئے قابل اعتراض نہ رہی کہ بدن اطہر پر آثار موت مرتب ہونے کا کوئی خدشہ نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس جسدِ اطہر میں برزخی حیات ایک پہلو سے اس وقت بھی موجود تھی اور روح کی مفارقت کے باوجود اس دنیوی بدن سے روح کا ایک تعلق اس وقت بھی موجود تھا یہ علاقہ حیات شہداء کے ابدان میں بھی بھی بیت پایا گیا ہے لیکن ان کے لئے یہ موعود نہیں مگر انبیاء کرام کے لئے یہ تعلق روح موعود ہے اور موجود ہے۔

عالم برزخ کی یہ دنیوی حیات کالدنیوی ہے مطلق دنیوی نہیں

دنیا کی زندگی میں ہم ایک دوسرے کی بات کو ایک گز کے فاصلے سے بھی سن نہیں پاتے اگر درمیان میں اوپر تک دیوار حائل ہو۔ لیکن برزخی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام میں یہ دیواریں اور مٹی کے پردے حائل نہیں معلوم ہوا جسدِ اطہر کی وہ زندگی مطلق دنیوی نہیں اس سے بدرجہا اعلیٰ اور اولیٰ اور فائق ہے ہم انک لا تسمع الموتی سے آپ کے سماع صلوٰۃ اسلام کی نفی نہیں کرتے ولکن اللہ یسمع من یشاء سے اس کا اثبات کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی قدرت سے اسے سنا دے اور اس میں ذرہ بھر شائبہ شرک نہیں ہے۔

ابوالشیخ (۳٦۹ ھ) بسند جید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

من صلّی علی عند قبری سمعته ومن صلّی علی من بعید اعلمته (فتح الباری جلد ٦ ص ۳۵۲)

یہ اسباب عادیہ سے سننا مراد نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جہاں میں اس جہان سے کہیں زیادہ سننے کی قوت عطا کر رکھی ہے اور یہ سب اللہ کی قدرت سے ہے۔ اپنے عمل کا کوئی کرشمہ نہیں نہ اس کے پیچھے دنیوی اسباب کی کوئی کڑی ہے۔

فوت شدہ بزرگوں کو جن کے برزخی تصور میں مشرکین نے ان کے نام سے بت بنا رکھے تھے دنیا کے زندہ انسانوں جیسا کہنا ہرگز کوئی عیب نہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم (پ ۹ اعراف ۱۹۴)

(ترجمہ) بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ بندے ہیں تم جیسے۔

پھر آگے یہ کہہ کر ان کی دنیوی حیات کی نفی کی: الهم ارجل یمشون بها ام لهم اید یبطشون بها ام لهم اعین یبصرون بها ام لهم اذان یسمعون بها

اس میں مطلق پاؤں اور ہاتھوں کی نفی نہیں اس طرح کے پاؤں کی نفی ہے جن سے وہ خود اپنی مرضی سے چل پھر سکیں اور ایسے ہاتھوں کی نفی ہے جن سے وہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو پکڑ اور چھوڑ سکیں اسی طرح انبیاء شہداء سے برزخ میں ایسی حیات دنیوی کی نفی ہے جس میں انسان دنیا کی طرح احکام شرع کا مکلّف ٹھہرے ان کی حیات ایسی دنیوی نہیں کہ وہ یہاں اس دنیا کی طرف مکلّف ٹھہریں وہ وہاں اگر عبادت کرتے ہیں تو عبادت کا مزہ لینے کے لئے ہے نہ یہ کہ وہاں وہ ان احکام کے مکلّف ہیں۔ اسی طرح الہند میں حیات دنیویہ کہا ہے تو آگے من غیر تکلیف کہہ کر حیات دنیوی کی نفی کر دی گئی ہے۔ جس جہت سے اسے حیات دنیوی کہا ہم اس کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں یہ علماء دیوبند پر صریح جھوٹ ہے کہ وہ انبیاء و شہداء کے لئے پوری حیات دنیوی مانتے ہیں۔

ان هذا الا بهتان عظیم حضور اپنی برزخی حیات اپنے دنیوی بدن سے ایک برزخی تعلق رکھتے ہیں اور وہ بدن اب بھی اسی طرح محفوظ اور نرم ہے جیسا کہ وقت دفن تھا۔

کیا یہاں ان فوت شدگان کی برزخی زندگی کو دنیوی زندگی کے مثل نہیں کہا؟ اگر المہند میں انبیاء کرام کی برزخی زندگی کو کسی جہت سے دنیوی کہا گیا ہے گو اسے آگے من غیر تکلیف کہہ کر اس کے دنیوی ہونے سے فرق بھی کر دیا گیا ہے تو اس سے اسلام کا کوئی ایسا ستون نہیں گرتا کہ المہند کے خلاف ،القول المسند فی رد المہند جیسی بے کار تحریریں سامنے لائی جائیں۔ القول المسند کے معنی ہیں بیکار باتیں۔ قرآن کریم میں بیکار تختوں کو کانهم خشب مسندہ (پ۲۸ المنافقون) کہا گیا ہے عربی میں مسند مستند کے معنی میں نہیں آتا اس کے معنی بیکار کے ہیں۔

دنیوی حیات کا قیام اور نشوونما کھانے پینے سے ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شہداء کے لئے جہاں ان کی برزخی حیات کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی ان کے لئے رزق کریم کا بھی اثبات فرمایا گو یہ رزق اسی عالم کے مطابق ہو جس میں وہ ہیں یہ اس لئے کہ دنیوی حیات کا قیام کھانے پینے سے ہے انہیں رزق دیئے جانے سے ان کے لئے بہت قوی درجے کی زندگی مفہوم ہوتی ہے قرآن کریم میں رزق حسن کی یہ بشارت شہداء کرام کے ساتھ انبیاء اور صدیقین کرام کو بھی دی گئی ہے۔

والذین هاجروا فی سبیل الله ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنهم الله رزقاً حسناً
(پ ۱۷ الحج ۵۸)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ میں پھر وہ مارے گئے یا خود فوت ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ ضرور رزق حسن دیں گے اور اللہ ہے سب سے بہتر روزی دینے والا۔

یہاں رزق حسن کی بشارت صرف شہداء کے لئے نہیں کئی دوسرے مرحومین کو بھی شامل ہے سو شہیدوں کی طرح انہیں زندہ سمجھنے میں بھی کوئی عیب نہیں ہے۔ ان کی موت انہیں اس رزق حسن پانے والی حیات سے بیگانہ نہیں کرتی حضور نے انبیاء کرام کے لئے نہ صرف حیات کا اثبات فرمایا بلکہ اس کے لئے زندوں والے کام بھی ثابت فرمائے جو رزق حسن سے بھی ایک نہایت اونچا مقام ہے حضرت انس بن مالک کہتے ہیں آپ نے فرمایا

الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون (مسند ابی یعلی جلد ۲ص قال الشیخ الالبانی اسنادہ صحیح)
(ترجمہ) انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات شہداء کرام کی حیات سے بھی کئی درجہ افضل و اکرم ہے
امید ہے اب المہند کے قارئین کے لئے حیات دنیوی کے الفاظ کچھ وحشت پیدا نہ کریں گے۔

فتویٰ سماحۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف مفتی اعظم مصر

رکن مجلس تاسیس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

ومما لاخفاء فیه ان الانبیاء احیاء فی قبورهم حیاة برزخیة خاصة اقوی من حیاة الشهداء وان ذلك لاینافی وجودارواحهم فی السماء اذا الارواح فی عالمها لا تحدها الابعاد ولاتقیدها القیود وقد لقی المصطفی صلی الله علیه وسلم ارواح الانبیاء فی بیت المقدس لیلة الاسراء وصلی بالانبیاء اماماً فیه ولقی موسی علیه السلام فی السماء لیلة المعراج بعد الصعود من لبیت المقدس ـــ وثبت ان المصطفی صلیٰ الله علیه وسلم یرد السلام من یسلم علیه وانه تعرض علیه اعمال امته (فتویٰ حیاۃ المسیح ص۲۹)

(ترجمہ) اور اس میں کوئی چھپی بات نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں ایک خاص قسم کی برزخی حیات حاصل ہو جو کہ شہداء کی وہاں کی زندگی سے بھی زیادہ طاقت والی ہے اور یہ اعتقاد رکھنا ان کی ارواح کے آسمان پر ہونے کے ہرگز منافی نہیں یہ اس لئے کہ عالم ارواح میں روحوں کو نہ تو کسی دوری سے محدود کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قید انہیں کسی ایک جگہ بند رکھ سکتی ہے اور یہ بات تو بالکل تسلیم شدہ ہے کہ حضورؐ نے اسراء کی رات بیت المقدس میں انبیاء کی روحوں سے ملاقات کی ہے اور آپ نے سارے انبیاء کا امام بن کر بیت المقدس میں انہیں نماز پڑھائی پھر شب معراج میں ہی آپ کی آسمانوں میں حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی جب آپ بیت المقدس سے اوپر آسمانوں کی طرف گئے ـــ اور روایات حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ اپنے روضہ پر سلام پڑھنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

تالیف :۔ عبدالرحمان رافت الباشا　　　　ترجمہ: محمود احمد غضنفر

شمع رسالت کے پروانے، آسمانِ نبوت کے چمکتے ستارے، بستان نبوت کے مہکتے پھول، آفتاب رسالتؐ کی چمکتی شعاعیں اور آغوشِ نبوت کی پروردہ ہستیاں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جن کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں بھی کیا گیا۔ جن کے سینوں پر انوارِ رسالت براہِ راست پڑے۔ جنھوں نے دینِ الٰہی کی سربلندی کے لیے اپنی ہر چیز راہِ خدا میں لٹادی۔ بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کرتے رہتے تھے آپ ﷺ نے مرض الموت میں جب پردہ اٹھا کر دیکھا اور صحابہ کرامؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے تو صحابہ کرامؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے چہرے سے زیادہ حسین منظر نہیں دیکھا ہے۔

کچھ عاشقانِ رسولؐ ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی جب وہی نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم ہے؟

کچھ صحابہؓ ایسے بھی تھے جنھوں نے روز روز کا جھگڑا ہی چکا دیا تھا۔ زندگی کا سب کاروبار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ حضرت بلالؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ کی خدمت کے لیے اپنے کو وقف کر دیا آپ ﷺ کے گھر کا سب کام کاج حضرت بلالؓ ہی کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لیے تشریف لے جاتے ساتھ ہو لیتے، آپ ﷺ کو جوتیاں پہناتے آپ ﷺ کی جوتیاں اتارتے سفر میں آپ کا بچھونا، مسواک جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا، اسی لیے آپؓ کو صحابہ کرامؓ سوادِ رسول ﷺ کہتے تھے یعنی حضورؐ کے میر ساماں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے آپ ﷺ سفر پر جاتے تو پیدل آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ ﷺ کی اونٹنی ہانکتے تھے۔

حضرت انسؓ کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کے لیے بچپن ہی میں وقف کر گئی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی بارگاہِ رسالت میں ہمیشہ حاضر رہتے۔

دراصل یہی وہ چراغ ہیں جن سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے ظلمت کدے میں سیدھی راہ تلاش کی جا سکتی ہے۔

صفحات……536　　　　سائز……18x22/8

نکات القرآن

تالیف: شیخ زید الدین محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازیؒ

پیش لفظ: حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری، سرپرست جامعۃ الامام انور شاہ دیوبند

شیخ زید الدین محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی الحنفی کی شان عبقریت، مجتہدانہ بصیرت اور علوم القرآن سے ان کے قلبی شغف سے کون ناواقف ہے۔ آپ کو تمام ہی اسلامی علوم پر کامل دسترس حاصل تھی، کئی موضوعات پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ علوم قرآن سے متعلق بھی آپ کی دو عظیم کتابوں نے علماء سے داد تحسین حاصل کیں، ان میں سے ایک "الذهب الابريز في تفسير الكتاب العزيز" اور دوسری "نموذج جليل في اسئلة وأجوبة من غرائب آي التنزيل" ''نکات القرآن'' اسی دوسری کتاب کا اردو ترجمہ ہے اور مترجم مصنفین کی ایک جماعت۔

قرآن کریم بلاشبہ اپنے اندر اعجاز کے اتنے پہلو سموئے ہوئے ہے کہ انسان پوری کوشش کے باوجود اس کے تمام اعجازی گوشوں کے ادراک پر قادر نہیں۔ تاہم علماء نے اپنے ذوق اور علمی بساط کے مطابق علوم و معارف کے اس بحر بیکراں سے علم و فن کے نہ جانے کتنے موتی برآمد کیے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلۂ زریں کی ایک کڑی ہے۔ جو بارہ سو سے زائد قرآن کے عجائب و غرائب علام و حکم، حقائق و دقائق اور اسرار و نکات سے متعلق سوالات و جوابات پر مشتمل ہے۔

کتاب کیا ہے؟ گنجینۂ علوم و معارف، مخزنۂ اسرار و حکم، درِ شاہوار، گوہر آبدار اساتذہ کے لیے نعمت بے بہا، طلبہ کے لیے دولت بیش بہا اور قرآنی علوم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے آب بقا۔

انتہائی شستہ، شگفتہ اور سلیس اردو کے قالب میں حافظی بکڈپو نے ہندوستان میں پہلی بار عمدہ کاغذ اور دیدہ زیب جلد کے ساتھ شائع کیا۔

صفحات: ۴۳۲